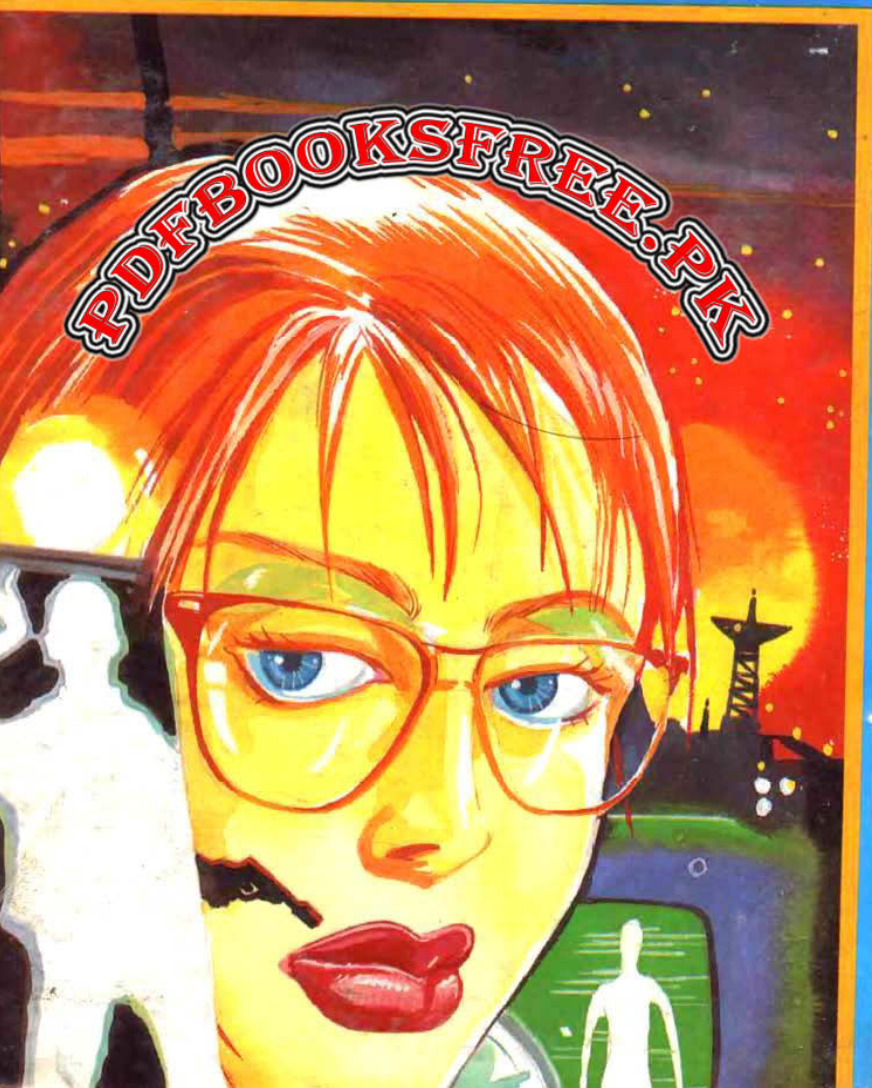


گمشدہ وجود

ایم۔ اے۔ راحت

PDFBOOKSFREE.PK



”ریو دینا نے جھلائی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”نہیں ہوتم ویلس..... کوئی رشتہ نہیں ہے میرے اور تمہارے درمیان..... پاگل ہوتم
 اور..... شاید.....“ اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔
 ”میں تمہیں اس درخت سے کس کے باندھ دوں گا اور پھر بھیگی ہوئی رسی سے
 تمہارے بدن پر کوڑے برساؤں گا۔“
 میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔
 ”اور میں اپنی انگلیوں کے ناخن تمہاری آنکھوں میں چھو کر تمہیں اندھا کر دوں
 گی۔“ وہ غرائی۔

”اور اس کے بعد..... میرا ہاتھ پکڑ کر میرے آگے چلتی ہوئی مجھے ان پہاڑوں کی
 سیر کرانا لوگ سمجھیں گے کہ ہم بھیک مانگنے نکلے ہیں۔“ میں نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔
 ”میرا جوتا پکڑتا ہے تمہارا ہاتھ..... میں تو اگر تم کسی جوہڑ کی طرف رخ کر رہے ہو
 گے اور جوہڑ تم سے کچھ فاصلے پر ہوگا تو پیچھے سے لات مار کر تمہیں جوہڑ میں پھینک دوں
 گی۔“

”اور اس کے بعد مجھے نکالنے کے لئے لوگوں سے مدد دیجیٹی پھر وہ گی۔“
 ”ہونہہ غلط فہمی کے شکار ہو، میں تو یوں کروں گی کہ اگر تم ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے

کنارے کی جانب آرہے ہو گئے تو تمہارے سر میں دوسری لات مار دوں گی تاکہ تم جوہڑ میں غرق ہو جاؤ۔“

”بڑے سنسنی خیز انڈیچے ہیں تمہارے پاس ریو دینا۔“

میں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا لیکن اس وقت وہ مذاق نہیں کر رہی تھی، بلکہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی جھلا گئی تھی، اس نے غرا کر کہا۔

”تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں منہ لگایا جائے۔“

”آہ کاش تم اپنے اس فیصلے پر کاربند رہو۔“ میں نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔

”جاہل وحشی، بے وقوف، نجائے کہاں سے آمرے..... تمہیں کوئی اور ٹھکانا نہیں ملا تھا..... کیوں آگئے ہمارے درمیان۔ ہماری پرسکون زندگی کو داغدار کرنے۔“

”کچے جاؤ، کچے جاؤ، تمہاری بات پر غور کون کر رہا ہے۔“ میں نے کہا۔

”نہ کرو غور..... دُنیا سے پوچھو سب جانتے ہیں کون نہیں جانتا..... ویس، ویس، ویس، کیا نام ہے تمہارا اصل..... مجھے بتانا پسند کرو گے؟“

”مسٹر ویس ماسکٹ ایلی بور۔“

”ہونہہ مسٹر ویس ماسکٹ ایلی بور..... کھڑے کھڑے آئے تھے۔ ہمارے پاس، ہم نے تمہیں جوڑ کر یکجا کر دیا اور اس کے بعد حقوق کی طرح ایک ایک کی شکل دیکھ رہے تھے..... یہ نام ہم نے تمہیں دیا ہے۔ اپنا اصل نام تو بتا دو۔“

”اصل نام بتا چکا ہوں تمہیں ریو دینا۔“

”بس بس اسی غلط فہمی میں مر جاؤ..... تمہارا کچھ مستقبل ہے، کچھ ہوتم ہمارے بغیر، ہم نے تمہیں نئی زندگی دی ہے اور تم آسمانوں میں پرواز کرتے ہو نہ جانے کیا سمجھتے ہو اپنے آپ کو؟“

”زیادہ نہیں بول رہیں تم؟“

”زیادہ نہیں کم بول رہی ہوں..... بولنے کو بہت کچھ ہے، میرے پاس..... جاؤ اپنی شناخت تو کر لو پہلے۔ بتا دو کہ کون ہو تم؟ وہ تو..... وہ تو بس.....“ اور ریو دینا کی آواز

زندہ گئی۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اس کے پاس جا بیٹھا، پھر میں نے آہستہ سے اسے چھوتے ہوئے کہا۔

”بس اب غصہ ختم کر دو ریو دینا۔“

اس نے غصے کی شدت سے میرا ہاتھ جھٹک دیا..... میں اس پر بھرپور نگاہ نہیں ڈال رہا تھا..... پانی میں بیٹھی ہوئی تھی، ہلکے کریم کلر کا اسکرٹ اس کے بدن سے چپک گیا تھا اور

اس کے گلابی بدن کی گلابی جھلک اس طرح نمایاں ہو رہی تھی کہ کئی بار مجھے آنکھیں بند کرنا پڑی تھیں، لیکن میں اس کی عزت کرتا تھا، اس کا احترام کرتا تھا..... وہ ڈاکٹر ماسکٹ ایلی بور

کی بھتیجی تھی..... بن ماں باپ کی بیٹی اور میں..... ڈاکٹر ماسکٹ ایلی بور کہتا تھا کہ میں اس کا اکلوتا بیٹا ہوں..... بھلا اتنا قریبی رشتہ اتنی قربت، میں ریو دینا کی خواہشیں کیسے پوری کر سکتا

تھا، وہ تو پاگل لڑکی تھی، جوانی کے بوجھ سے اس طرح مدھوش کہ بس کچے پھل کی طرح ٹوٹ پڑنے کو تیار..... بارہا میں نے اس کی حرکتیں نوٹ کی تھیں..... رات کی تاریکیوں میں

اٹھ اٹھ کر میرے کمرے میں آ جاتی تھی..... میں سو رہا ہوتا تھا اور جب میں اپنے ہونٹوں پر اس کے ہونٹوں کی نمی محسوس کرتا تو میری آنکھ کھل جاتی تھی..... کئی بار جھلاہٹ میں، میں

نے اس کی پٹائی بھی کردی تھی، لیکن وہ خوشی سے یہ پٹائی برداشت کر لیتی تھی..... اس کی آنکھوں میں ایک ایسا رنگ نظر آتا تھا مجھے کہ میں پریشان ہو جاتا تھا..... مجھے اندازہ ہو رہا

تھا کہ وہ مجھ سے کیا چاہتی ہے، لیکن اعتبار، اعتماد، رشتہ اور پھر ایک احترام جو اس کے لئے میرے دل میں موجود تھا..... میں یہ کیسے کر سکتا تھا..... میرا باپ ڈاکٹر ماسکٹ ایلی بور مجھے

اس کے لئے کیسے معاف کر دیتا..... اسے ہم دونوں پر اعتبار ہوگا۔ کم از کم وہ مجھ سے ایسی کوئی توقع نہیں رکھتا ہوگا اور پھر وہ خلس، وہ احساس، وہ خواب جو میرے ذہن پر مسلط تھا

وہ چہرہ جو آسمانوں میں تیرتا ہوا مجھ تک آتا تھا، کچھ کہتا تھا..... ہلٹے ہوئے ہونٹ لیکن بے آواز کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ مجھ سے کیا کہہ رہی ہے..... ڈھلے ڈھلے سے نقوش،

بوجھل بوجھل آنکھیں اور چمکدار پیشانی، سفید لباس میں ملبوس میں اسے کیسے نظر انداز کر سکتا تھا۔

کہا تھا۔

”دیکھو آ جاؤ..... اچھا نہیں ہوگا..... میں ناراض ہو جاؤں گی۔“

”تم ایک بات کا وعدہ کرو۔“ میں نے کہا اور وہ جلدی سے بولی۔

”ہاں بولو۔“

”تم واقعی ناراض ہو جاؤ گی۔“

”کیا مطلب؟“

”اگر تم ناراض ہو گئیں تو کچھ دن کے لئے میری جان چھوٹ جائے گی۔“

اس نے شکایت آمیز نگاہوں سے میری جانب دیکھا..... کیا کہہ رہیں تھیں، اس کی آنکھیں سمجھ میں تو آ رہا تھا لیکن میں اس کی آنکھوں کا سوال پورا نہیں کر سکتا تھا، میں اس کے بدن کی اس تپش کو نہیں بھا سکتا تھا، جس میں وہ ہر وقت سلگتی رہتی تھی..... میں سمجھ ہی نہیں پاتا تھا کہ اس کی مشکل کا حل میں کس طرح بنوں..... میرے لئے تو یہ کسی طور مناسب نہیں تھا..... میں اور میرا باپ ڈاکٹر ماسکٹ ایلی بور اس چھوٹے سے قصبے میں رہتے تھے..... بے چاری ریوینا کے ماں باپ مر چکے تھے، چنانچہ وہ بھی ہمارے ساتھ ہی رہتی تھی..... میرے دل میں اس کے لئے ایک محبت بھرا جذبہ تھا، لیکن میں اس کے گرم ہونٹوں کی وہ نمی کیسے قبول کر لیتا جو اکثر مجھے محسوس ہوتی رہتی تھی..... احمق کہیں کی۔

بہت دیر تک وہ پانی میں نہاتی رہی..... پھر پانی سے باہر نکل آئی..... اسے احساس تھا کہ اس کے باریک کپڑوں میں اس کا بدن نمایاں ہو گیا ہے، اس نے میرے قریب آ کر کہا۔

”مجھے دیکھو غور سے دیکھو۔“

”بہت بارد کچھ چکا ہوں۔“

”دل میں کوئی احساس نہیں جاگا۔“

”جاگتا ہے۔“

”کیا؟“

ریوینا میرے لئے وہ کشش نہیں رکھتی تھی جو کہ وہ چہرہ رکھتا تھا اور میں ہمیشہ ہی خوابوں میں کھو جاتا تھا، لیکن ریوینا وہ بے وقوف لڑکی نہ تھی اس طرح سوچتی، لیکن جو کچھ وہ سوچتی ہے وہ میرے لئے کسی طرح ممکن نہیں۔

اس وقت بھی ہم اپنے چھوٹے سے قصبے کے ساحلی علاقے میں درختوں کے اس جھنڈ کے پاس موجود تھے، جس کے کنارے بڑا سا تالاب تھا اور پھولوں کے کنج چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے..... ہمارا گھر یہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا..... تھوڑی ہی دور ماہی گیروں کی بستی تھی اور ہم اکثر اس طرف نکل آتے تھے..... اس وقت بھی موسم ابر آلود تھا اور فضا سے شراب برس رہی تھی..... ریوینا نے خاص طور سے اس موسم کا تذکرہ کیا تھا اور پھر اچانک ہی اپنے جنون کا شکار ہو گئی تھی، اس نے کہا۔

”یوں لگتا ہے ویس جیسے سارے بدن میں آگ لگ گئی ہو، کیا تمہیں بھی یونہی محسوس ہوتا ہے؟“

”نہیں..... میں فائر پروف ہوں۔“

”آؤ یہ تالاب ہمیں آواز دے رہا ہے۔“

”کیا ہماری زندگی کے خاتمے کے لئے؟“

”آہ کاش زندگی واقعی اس تالاب میں ختم ہو جائے۔“

”تو تم شوق سے جاسکتی ہو، میں ڈیڈی سے کہہ دوں گا کہ بے چاری ریوینا پہلے آگ کا شکار ہوئی اور پھر آگ بجھانے کے لئے پانی میں کود گئی۔“

”آؤ بھئی۔“ اس نے کہا..... لیکن میں ٹس سے مس نہ ہوا تو وہ تھوڑی سی پیچھے ہٹی اور شرارت آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس کا خیال تھا کہ میں اصل بات نہیں سمجھ پایا ہوں، پھر وہ دوڑی اور اس نے دونوں ہاتھ سیدھے کر کے میری کمر میں لگا کے مجھے تالاب میں دھکا دینے کی کوشش کی، لیکن میں تو ہوشیار تھا..... میں اس کے سامنے سے ہٹ گیا اور وہ اپنی جھونک میں دوڑتی ہوئی تالاب میں جا گری، لیکن اس بات کا اس نے برا نہیں مانا بلکہ وہ تالاب میں دیر تک تیرتی چلی گئی تھی اور پھر پانی میں پہنچنے کے بعد اس نے مجھ سے

”یہ کہ تم جلدی سے ان کپڑوں کو تبدیل کرلو۔۔۔۔۔۔ بے وقوف لڑکی کہیں کی، سردی نہ لگ جائے تمہیں، بیمار ہو جاؤ گی۔“

”میں بیمار ہوں ویس۔“

”ہاں مجھے تم بیمار ہی معلوم ہوتی ہو۔“

”تو میرا علاج کر دو نا۔“

”علاج میرے پیا کرتے ہیں۔“

”ہونہ۔۔۔۔۔۔ تمہارے پیا“ وہ نخوت سے بولی۔

”چلو تمہارے پیا سہی میں کب منع کرتا ہوں۔“

”دیکھو جو کچھ میں کہہ رہی ہوں مان لو۔“

”کیا کہہ رہی ہو تم؟“

”مجھے قبول کرلو۔“

”کیا؟“

”ہاں میں صحیح کہہ رہی ہوں۔۔۔۔۔۔ تم مجھے قبول کرلو۔۔۔۔۔۔ دیکھو زندگی یہی ہے تم ایک بار میرے قریب تو آؤ۔۔۔۔۔۔ اس کے بعد مجھے یقین ہے کہ تم مجھ سے دور نہیں جاؤ گے۔“

”میں تمہارے قریب آؤں۔۔۔۔۔۔ نابابا نا۔۔۔۔۔۔ بھوتی اور چڑیلوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔“

”کیا؟“ وہ زور سے چیخی۔

”ہاں صحیح کہہ رہا ہوں۔“

”ہونہ۔۔۔۔۔۔ صحیح کہہ رہا ہوں۔۔۔۔۔۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔۔۔۔۔۔ تم سمجھتے

کیا ہوا اپنے آپ کو؟“

”ویس ماسکٹ ایلی بور۔“

”ہونہ۔۔۔۔۔۔ ویس۔۔۔۔۔۔ نہیں ہو تم ویس، نہیں ہے تمہارا نام ویس۔۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔۔ تم

ہم میں سے نہیں ہو۔۔۔۔۔۔ تم باہر کے آدمی ہو۔۔۔۔۔۔ اپنی اوقات پہچانو۔۔۔۔۔۔ اپنے آپ کو جانو۔

پوچھو تو سہی کسی سے کہ تم ہو کون۔۔۔۔۔۔ ہونہ۔۔۔۔۔۔ ویس۔“ وہ جھلائے ہوئے انداز میں بولی اور اس کے بعد اسے احساس ہوا کہ یہ گناہ بے لذت رہا۔۔۔۔۔۔ بدن بھیک گیا، لباس بھیک گیا، اب یہاں سے گھرنیک کا فاصلہ طے کرنا ہے اور۔۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔۔ حاصل کچھ نہیں ہوا، حالانکہ تاحد نظر پھیلے ہوئے سناٹے میں اس کی بہت سی آرزوئیں پوری ہو سکتی تھیں۔۔۔۔۔۔ وہ جھلائے ہوئے انداز میں واپس پلٹ پڑی اور میں عقب سے اسے دیکھتا رہا۔۔۔۔۔۔ لیکن عقب سے وہ جو کچھ نظر آ رہی تھی اسے دیکھ کر ایک بار پھر میری آنکھیں جھک گئیں۔

یہ لباس بے لباسی سے بھی زیادہ خطرناک لگ رہا تھا۔۔۔۔۔۔ میں اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ مکان میں داخل ہو گئی۔۔۔۔۔۔ آس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔۔۔۔۔۔ ورنہ اچھا خاصا تماشا بن جاتی۔۔۔۔۔۔ میں وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔۔۔۔۔۔ پھر دفعتاً ہی میرے دماغ میں ہلچل ہونے لگی، مجھے ریوینا کے الفاظ یاد آرہے تھے۔

”نہیں ہو تم ویس۔۔۔۔۔۔ تم ہم میں سے نہیں ہو۔۔۔۔۔۔ تم ہم میں سے بالکل نہیں ہو۔“ یہ جملے اس نے دوبار پہلے بھی کہے تھے، لیکن میں نے اسے اس کی جھلاہٹ کا نتیجہ سمجھا تھا۔ نجانے کیوں اس وقت میرے دل میں یہ تجسس جاگ اٹھا کہ وہ جو کچھ کہتی ہے کیا اس میں کوئی حقیقت ہے، میں۔۔۔۔۔۔ میں تو ماسکٹ ایلی بور کو ہی اپنا باپ سمجھتا تھا اور میرا نام ویس ایلی بور تھا۔۔۔۔۔۔ کیا ریوینا میرے بارے میں جو کچھ کہہ رہی ہے کیا اس میں کہیں صداقت موجود ہے۔ میرا دل چاہا کہ میں کسی سے اس بارے میں معلومات حاصل کروں۔ بہت سے لوگوں سے میری شناسائی تھی۔ ہمارے اس چھوٹے سے قصبے کی آبادی ہی کتنی تھی اور پھر ہم تو اس آبادی سے بھی تعلق نہیں رکھتے تھے۔۔۔۔۔۔ ہمارا گھر تو آبادی سے کافی الگ تھلک ہٹ کر سمندر کے ایک ایسے خوشنما علاقے میں تھا جہاں سے دُور تک تاحد نگاہ پھیلی ہوئی پہاڑیاں نظر آتی تھیں اور ان پہاڑیوں کے دامن میں سمندر لپٹا ہوا تھا۔۔۔۔۔۔ یہ پہاڑیاں ساحل کے ساتھ ساتھ تھیں اور پانی کی لہریں ان پہاڑیوں کو کاہی زدہ بنا چکی تھیں، لیکن ان کے دوسری جانب کا علاقہ سرسبز و شاداب تھا اور سمندر کی نمکین ہواؤں نے اس علاقے کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا، البتہ ایک طرف پھیلی ہوئی ٹھیکروں کی بستی جو کافی وسیع و عریض

تھی، ہماری شناسا تھی اور اکثر مجھیرے ڈاکٹر ایلی بور کے پاس اپنا علاج کرانے آتے تھے۔ ڈاکٹر ایلی بور نے اپنا ایک کلینک بنایا ہوا تھا اور اس کلینک میں اس نے بے شمار دوائیں رکھی ہوئی تھیں جنہیں وہ دور دراز سے خرید کر لاتا تھا اور صحیح معنوں میں ان مجھیروں ہی سے اس کی زندگی گزرتی تھی۔ میں اور ریوینا ہی اس کی زندگی کے ساتھی تھے اور ہم پرسکون زندگی گزار رہے تھے۔ میں نے کبھی کچھ کرنے کے بارے میں نہیں سوچا تھا لیکن ایلی بور کئی بار یہ بات کہہ چکا تھا کہ وہ بہت جلد میری زندگی کا آغاز کرنے والا ہے، البتہ میں نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا تھا کہ یہ آغاز کیا ہوگا..... شاید غور کرنے کا تصور بھی میرے ذہن میں نہیں تھا..... زندگی گزر رہی تھی اور پرسکون گزر رہی تھی۔

ریوینا گھر کے اندر غائب ہوگئی تو میں نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں..... کافی فاصلے پر برگد کے ایک درخت کے نیچے مجھے رچڑ بیٹھا ہوا نظر آیا..... ریٹائرڈ لائف گزار رہا تھا اور سنا یہ گیا تھا کہ کسی زمانے میں وہ نہایت ماہر قسم کا مجھیرا تھا..... مچھلیاں اس کے ارد گرد پھرتی تھیں اور وہ جب بھی اپنی کشتی لے کر نکلتا تھا مچھلیوں کو ڈھیر کر کے لے آتا تھا، لیکن اب اس کے بیٹوں نے یہ کام سنبھال رکھا تھا اور رچڑ کو آزادی دے دی تھی۔ رچڑ نشہ باز تھا اور اسے مختلف تربا کو پینے کا شوق تھا جن میں کبھی کبھی چرس بھی ملی ہوئی ہوتی تھی، لیکن چرس کے حصول کے لئے اسے کافی دقتیں پیش آتی تھیں، کیونکہ مجھیروں کی بستی کے سربراہ نے یہاں چرس کی ممانعت کر رکھی تھی۔ البتہ رچڑ جیسے لوگ ایسے تھے جن پر پابندی لگانا ذرا مشکل ہی ہوتا تھا، لیکن اس کا طریقہ یہ تھا کہ چرس کی یہاں موجودگی ہی ختم کر دی جائے اور مسٹر ہنٹر نے اس سلسلے میں تمام لوگوں کو تاکید کر دی تھی اور سب جانتے تھے کہ ہنٹر پرسٹ ایک خطرناک آدمی ہے، اگر کسی چیز کو منع کر دے اور وہ جاری رہے تو پھر جاری رکھنے والے کی خیریت نہیں رہتی تھی، لیکن اس کے باوجود رچڑ کہیں نہ کہیں سے چرس حاصل کر لیتا تھا اور کبھی کبھی اس کی بوفضا میں پھیلی ہوئی محسوس ہوتی تھی..... نجانے کیوں میرا دل چاہا کہ میں رچڑ سے ریوینا کے الفاظ کی تصدیق کروں اور اس سے پوچھوں کہ یہ بے وقوف لڑکی جو کچھ کہتی ہے کیا اس میں کچھ صداقت ہے؟“

چنانچہ میرے قدم برگد کے درخت کی جانب اٹھ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد میں رچڑ کے پاس پہنچ گیا، اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”آہ جوان ویلس، حیرت انگیز پراسرار تعجب خیز..... آؤ بیٹھو..... افسوس مسٹر ہنٹر نے یہاں جو قوانین بنادیئے ہیں وہ بڑے پریشان کن ہیں، ورنہ میں تمہیں آسمانوں کی سیر پر لے چلتا۔ بس اس سگریٹ کے دوکش آسمان کو اتنا نیچے لے آتے ہیں کہ پھر انسان کو ایک قدم اٹھانا پڑتا ہے اور وہ کھکشاں کی سیر کر لیتا ہے۔ ستاروں کے درمیان حسین پریوں کے جھرمٹ میں، کیا بات ہے۔“

”کیا تم بالکل آؤٹ ہو اس وقت مسٹر رچڑ؟“

”بے وقوف ہیں وہ لوگ جو چرس کے نشے کے بارے میں یہ سوچتے ہیں کہ اسے پی کر آدمی آؤٹ ہو جاتا ہے اور اس وقت میرے پاس چرس ہے ہی کہاں، وہ تو ان درختوں کو سلامتی ہو جن کی جڑوں میں یہ نشہ آور بوٹی کبھی کبھی اگ آتی ہے اور میری پیاس بجھا دیتی ہے۔“

”گویا تم نے ایک نشہ آور بوٹی دریافت کر لی ہے؟“

”تو کیا تم اس کا ڈھنڈورا پیٹتے پھرو گے۔ آہ ایسا نہ کرنا کیونکہ اگر ہنٹر کو یہ بات معلوم ہوگئی تو وہ تمام درختوں کی جڑوں کو صاف کرا دے گا..... پتا نہیں اس پر کیا مصیبت نازل ہوتی ہے، حالانکہ اپنا اپنا شغل ہے، اپنا اپنا کام۔“

”مسٹر رچڑ تم اس علاقے کے بہت قدیم آدمی ہو اور یہاں کے بارے میں سب کچھ جانتے ہو۔“

”ہاں میں اس وقت سے اس سمندر کو دیکھ رہا ہوں، جب وہ اس بستی سے بہت پیچھے تھا اور بستی یہاں آباد نہیں ہوئی تھی، بلکہ ان چٹانوں پر جھونپڑیاں بنائی گئی تھیں اور کبھی کبھی سمندر کی لہریں ان چٹانوں سے ٹکرا کر بھی فضا میں اس قدر بلند ہو جاتی تھیں کہ لوگوں کو اپنی جھونپڑیوں کو چھوڑ کر پیچھے ہٹنا پڑا، لیکن پھر باظرف سمندر کو ہی خیال آیا اور وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹا چلا گیا اور تم تو جانتے ہی ہو کہ انسان کتنا سہل پسند ہے، بستی والوں کو سمندر

سے دھوری بھی پسند نہ آئی اور جھوپڑیاں وہاں سے یہاں منتقل کر دی گئیں، لیکن سمندر نے خود انہیں اپنے درمیان جگہ دی تھی، اس لئے کوئی مشکل نہیں ہوئی..... خیر تم مجھ سے پوچھ رہے تھے کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟“

”ہاں۔“

”کیا؟“

”اگر تم چاہتے ہو کہ اس بوٹی کی اطلاع میں مسٹر ہنٹر کو نہ دوں تو اس کے صلے میں تمہیں مجھے کچھ تفصیلات بتانی ہوں گی۔“

”مثلاً..... یہ تو تم مجھے بلیک میل کر رہے ہو۔“

”مجبوری ہے مسٹر چرڈ..... انسان کو کچھ حاصل کرنے کے لئے تھوڑی سی محنت بھی کرنا ہوتی ہے اور یہ بڑا ضروری ہوتا ہے۔“

”ہوں..... خیر جھوڑا ن باتوں کو..... میں تو ویسے بھی تمہیں پسند کرتا ہوں جو ان۔ اگر کوئی ایسی بات جو میرے لئے ممکن ہے تو بھلا مجھے بتانے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟“

”مسٹر چرڈ کیا تم بتا سکتے ہو کہ مجھے کب سے جانتے ہو؟“

”چرڈ نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

”اس وقت سے جب تم اس بستی میں آئے۔“

”کیا میری ماں کو بھی جانتے ہو تم؟“ میں نے سوال کیا۔

”ماں۔“

”ہاں۔“

”تمہاری ماں کہاں تھی تمہارے ساتھ۔“

”کیا مطلب؟“

”سمندر کی لہروں نے تمہیں جب ساحل پر پھینکا تھا تو تم تنہا تھے۔“

”سمندر کی لہروں نے مجھے ساحل پر پھینکا تھا۔“

”اوہ ایک بھولی ہوئی کہانی یاد دلار ہے ہو، لیکن وہ اتنی پرانی بھی نہیں ہے کہ یاد نہ

رہے۔ البتہ شاید میں نشے میں ہوں، ورنہ واقعی یہ باتیں مجھے تم سے نہیں کرنی چاہئے تھیں..... دیکھو مجھے اپنی بیماری کی فکر نہیں ہے، لیکن میرا پورا خاندان ہے، اگر کبھی میرا کوئی بیٹا یا پوتا بیمار ہوا اور ڈاکٹر ماسکٹ ایلی بور کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ میں نے تم سے تمہارے بارے میں کچھ گفتگو کی ہے تو وہ اس کا علاج نہیں کرے گا۔ وہ بڑا جنونی آدمی ہے اور جب وہ کسی بات کے لئے منع کر دیتا ہے تو کرتا نہیں ہے۔“

”مطلب؟“

”اوہ بے وقوف شخص، ڈاکٹر ماسکٹ ایلی بور نے بستی کے ہر شخص سے کہا ہے کہ تم سے تمہارے بارے میں گفتگو کرنے والے کو اپنے دشمنوں میں تصور کرے گا اور اس کے کبھی کسی کام نہیں آئے گا اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ڈاکٹر ماسکٹ ایلی بور بہت بڑا ڈاکٹر ہے، اگر وہ شہری آبادی میں ہوتا تو لاکھوں ڈالر کمالیتا، لیکن وہ نیک دل اور انسان دوست ہے، اس کا کہنا ہے کہ اسے دولت کی ضرورت نہیں ہے اور وہ بستی کے لوگوں کی بس خدمت کرنا چاہتا ہے اور اس کا ثبوت بھی دیتا ہے، وہ کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگتا..... بس اپنی ضرورت کی چیزیں خرید لیتا ہے..... ویسے بستی کے لوگ اس کا خود بھی خیال رکھتے ہیں..... سمجھ رہے ہو نا تم میری بات۔“

”ہاں سمجھ رہا ہوں، لیکن کیا تم نشے میں ہو، یا جو کچھ کہہ رہے ہو اس پر تمہیں اعتماد ہے؟“

”چرڈ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا، اس نے کہا.....“اور اگر تم مجھے نشے میں سمجھ رہے ہو تو میرے پاس سے اٹھو اور فوراً یہاں سے دفع ہو جاؤ..... آخر تم مجھے سمجھتے کیا ہو۔ بلیک میلنگ کی بات کر کے تم نے مجھے زبان کھولنے پر مجبور کر دیا..... ڈاکٹر ایلی بور اتنا اچھا انسان ہے کہ ہر شخص اس سے تعاون کرنا چاہتا ہے اور وہ جتنا بڑا انسان ہے، تم نہیں جانتے..... تم اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے..... تمہیں نہیں معلوم کہ تم کس حالت میں اس کے پاس پہنچے تھے اور اس نے کیا حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دیا ہے، تمہاری دوبارہ تکمیل کر کے۔“

میں حیرت سے رچڑکی باتیں سن رہا تھا..... میں نے کہا۔
”میری دوبارہ تکمیل کر کے۔“

”ہاں ہاں ہاں..... گوشت کا لوتھڑا بن چکے تھے تم..... سمجھے، وہ حالت تھی تمہاری کہ اگر پسو کو تمہارے سینے میں دل کی دھڑکن کا احساس نہ ہوتا تو شاید تمہاری تدفین ہی کردی جاتی۔ سمجھ رہے ہو نا تم؟“ اس نے کہا۔

میں سمجھ رہا تھا لیکن یہ سمجھنے کے بعد میرے دل میں کوئی ایسا احساس نہیں پیدا ہوا تھا جس میں دکھ کا کوئی پہلو ہو لیکن مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ کیا واقعی یہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں کیا ممکن ہے، تعجب کی بات ہے..... لیکن نجانے کیوں ڈاکٹر ماسکٹ ایلی بور نے اس سلسلے میں ان لوگوں کو منع کر دیا تھا..... وہ مجھے اپنی اولاد کہتا تھا اور شاید نہیں چاہتا تھا کہ کبھی مجھے اپنی حقیقت معلوم ہو لیکن حقیقتیں دلچسپ ہوتی ہیں اور اگر اپنے بارے میں ایسی کوئی بات سن لی جائے تو ایک فطری امر ہے کہ انسان اس کی کھوج میں پڑتا جاتا ہے..... مجھے اس کا بھی اندازہ تھا کہ ڈاکٹر ایلی بور مجھے بہت چاہتا ہے اور میری زندگی کے آغاز کے لئے پریشان رہتا ہے، بہر حال یہ ساری باتیں اپنی جگہ..... ریوینا جس طرح سے میرے ساتھ سلوک کرتی تھی وہ بہر حال مجھے ناپسند تھا..... شاید ذہن کے کسی گوشے میں کوئی ایسا احساس موجود تھا جس میں شرافت کا کوئی پہلو پوشیدہ تھا۔

میں ریوینا کو اس لئے نہیں چھوٹا چاہتا تھا کہ وہ ڈاکٹر ماسکٹ ایلی بور کی بھتیجی تھی اور ایلی بور یقینی طور پر مجھ پر اعتماد کرتا ہوگا، لیکن یہ میں نے ضرور سوچا تھا کہ ڈاکٹر ایلی بور سے اپنے بارے میں ساری تفصیلات پوچھوں گا..... ریوینا کی تو عادت تھی کہ جب میں اس کی خواہشات کی تکمیل نہیں کرتا تھا تو وہ کچھ دیر مجھ سے ناراض رہتی تھی اور اس کے بعد اس طرح سب کچھ بھول جاتی تھی جیسے کوئی واقعہ ہی نہ ہوا ہو، چنانچہ رات کو ڈنر پر وہ اسی طرح چمک رہی تھی..... بڑی خوش مزاج اور ہنسنے بولنے والی لڑکی تھی۔ میری اس دوران اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی، لیکن ڈنر پر جب وہ مجھے ملی تو اس کے چہرے پر نہ تو کسی قسم کی ناگواری کی شکلیں تھیں اور نہ ہی اس کے انداز سے یہ احساس ہوتا تھا کہ دن کی باتوں کا اس

پراثر ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ اب موسم معتدل ہو گیا تھا، لیکن کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میں نے اچانک ہی ماسکٹ ایلی بور سے سوال کر دیا۔

”میرا اصل نام کیا ہے پاپا؟“

ماسکٹ ایلی بور چونک پڑا..... اس نے متوحش نگاہوں سے مجھے دیکھا، پھر ریوینا کا چہرہ بھی اتر گیا..... وہ کسی قدر بوکھلائی ہوئی سی نظر آنے لگی۔ ڈاکٹر ایلی بور نے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”تمہاری بات کا مطلب میں نہیں سمجھ پایا؟“

”یہ بات تو میں جانتا ہوں کہ میں آپ کا بیٹا نہیں ہوں، لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ محبت ہی سے یہ سب کچھ ہوتا ہے، ورنہ کسی باپ کے لئے بھی یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو بیٹا ہی تسلیم کرے..... میں دنیا کے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتا، لیکن جو واقعات اب تک میرے علم میں ہیں ان میں ایسی بھی مثالیں موجود ہیں بلکہ میں تو اس بات پر فخر محسوس کرتا ہوں کہ آپ کا بیٹا نہ ہونے کے باوجود آپ نے مجھے جو محبت دی ہے، وہ بے مثال ہے۔“

”یہ کس بے وقوف نے کہا ہے کہ تم میرے بیٹے نہیں ہو؟“

”کچھ حقیقتیں آہستہ آہستہ معلوم ہو رہی جاتی ہیں..... پاپا، آپ اس کو موضوع نہ بنائیں بلکہ صحیح معنوں میں میرے ذہن میں چھپا ہوا تجسس دُور کر دیں۔“

ریوینا کے چہرے پر سکون کے آثار نظر آئے تھے..... ورنہ وہ سمجھتی تھی کہ میں بڑی آسانی سے اس کا نام لے دوں گا..... ماسکٹ ایلی بور تھوڑی دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا تھا، پھر اس نے کہا۔

”میں نے زندگی میں ہمیشہ کچھ اصولوں کو مد نظر رکھا ہے، میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا..... ویسے کہ کبھی تمہیں اس بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے یہ فیصلہ بھی کیا تھا کہ اگر خود کبھی تمہاری زبان سے یہ سوال نکلا تو میں تمہیں ان حقیقتوں سے لاعلم نہیں رکھوں گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر انسان کی زندگی کا ایک دور ہوتا

میری ذمہ داری بن گئی تھی..... میں اس بچی کو لے کر وہاں سے فرار ہو گیا اور پھر میں نے اپنے لئے ایک ایسا پرسکون گوشہ تلاش کرنا شروع کر دیا جہاں میں اپنی شخصیت کو بدل کر رہ سکوں..... میرا نام بھی ماسکٹ ایلی بوری نہیں ہے..... یہ نام میں نے اس جگہ آنے کے بعد اختیار کیا..... یہاں کے لوگ بہت اچھے تھے، بہت محبت اور پذیرائی دی انہوں نے اور اس کے بعد میں نے یہیں بو دو باش اختیار کر لی۔

یہ چھوٹا سا کینک بنایا، حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ میں دنیا کے عظیم ڈاکٹروں میں شمار ہوتا ہوں، لیکن عظمت کا تعین انسان کے لئے بڑا مشکل ہے، بس ان غریب لوگوں کی مدد کر کے مجھے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہی صحیح معنوں میں میری زندگی کا حاصل ہے، تو مجھے یہاں قیام کئے ہوئے خاصا وقت گزر چکا تھا کہ ایک رات کچھ مچھیروں کو ساحل پر ایک انسانی جسم ملا جس کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ اس میں زندگی موجود ہے، ظاہر ہے ایک ایسے جسم کو جو زمنوں سے چور چور تھا، وہ لوگ اٹھا کر میرے پاس ہی لاسکتے تھے، لیکن جب وہ جسم میرے پاس آیا تو مجھے احساس ہوا کہ ایک بار پھر مجھے اپنی پرانی شخصیت کو جگانا پڑے گا، کیونکہ وہ سب کچھ میری زندگی کا ایک اور انوکھا تجربہ تھا..... وہ جسم تمہارا تھا..... میری جان ویلس..... وہ جسم مکمل طور پر تمہارا تھا، سمجھ رہے ہونا میری بات۔“

میں خاموشی سے ڈاکٹر ایلی بوری کو دیکھ رہا تھا..... اس نے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر بولا۔

”کیفیت یہ تھی کہ تمہارے جسم کی پسلیوں کا جال ٹوٹ کر ایک دوسرے میں الجھ گیا تھا..... دائیں سمت کی پسلیاں بائیں سمت آچکی تھیں..... بہت سے اعضاء اس طرح ٹوٹ پھوٹ چکے تھے کہ انسان سوچ بھی نہ سکے..... یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے پہاڑ تمہارے اوپر گر پڑا ہے اور تم اس کے نیچے دب کر چکنا چور ہو گئے ہو..... پسلیوں کے علاوہ تمہارے کولہوں کی دونوں ہڈیاں بھی ٹوٹی ہوئی تھیں..... ران اور پنڈلیاں اس طرح چکنا چور ہو گئی تھیں کہ ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے مجھے اس طرح ملانے پڑے تھے جیسے بچوں کے کھیل میں پلاسٹک کے ٹکڑوں سے ایک تصویر کو مکمل کرنا ہو..... دونوں بازو اپنی جگہ

ہے..... ہر انسان کی زندگی میں ایک مشغلہ ہوتا ہے..... اپنے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا شوق اگر تمہارے دل میں پیدا ہوا ہے تو یہ کوئی ایسی بری بات نہیں ہے..... میں تمہیں اب بھی حقیقتوں سے لاعلم رکھ کر ایک غلط کام نہیں کرنا چاہتا اور اس وقت میں تمہیں وہ سب کچھ بتانے کے لئے تیار ہوں جو تمہارے ذہن میں پرورش پا رہا ہے..... ریوینا شاید تمہیں یاد ہو یہ بات میں نے تم سے بھی کہی تھی کہ کبھی یہ شخص خود اپنے ذہن میں جاگا تو میں اسے حقیقتوں سے لاعلم نہیں رکھوں گا، لیکن اس کے بارے میں فیصلہ میں ہی کروں گا۔“

”جی انکل مجھے یہ بات یاد ہے۔“ ریوینا نے کسی قدر شرمسار لہجے میں کہا، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ آج اس نے جو کچھ کہا ہے وہ سب اسی کا نتیجہ ہے..... وہ ویلس کی شکرگزار بھی تھی، یعنی میری کہ میں نے اس کا نام اس بارے میں نہیں لیا تھا۔

ڈاکٹر کچھ دیر سوچ میں ڈوبا رہا پھر اس نے کہا۔

”تمہاری کہانی سنانے سے پہلے میں خود تمہیں اپنے بارے میں مختصراً بتانا چاہتا ہوں اور یہ بات یہاں کسی کو بھی نہیں معلوم..... میں کہاں تھا، شاید یہ میں بتانا پسند نہ کروں کیونکہ بہر حال زبان سے نکلی ہوئی بات عام ہو جاتی ہے، لیکن یوں سمجھ لو کہ میں جہاں بھی تھا وہاں میرا اپنا ایک مقام تھا، ایک نام تھا، ایک وقار تھا، ایک شخصیت تھی جسے تسلیم کیا جاتا تھا۔ سرجری کی دنیا میں میرا ایک نام تھا اور بے شمار افراد ایسے تھے جو مجھ سے حسد کرتے تھے..... انہیں میری شخصیت بہت بری لگتی تھی کیونکہ میں اپنے فن میں یکتا تھا..... پھر یوں ہوا کہ میرے خلاف سازشوں کا آغاز ہو گیا..... کچھ کمزوریاں میری بھی تھیں جن کے بارے میں اگر تم نہ پوچھو تو مجھے خوشی ہوگی، ان کمزوریوں کا شکار ہو کر میں دوا ایسے افراد کی زندگی لے بیٹھا جو بہت بڑی حیثیت کے مالک تھے اور یہ بات مجھے معلوم تھی کہ اگر ان کے قتل کے الزام میں مجھے گرفتار کر لیا گیا تو پھر نہیں شاید زندگی کے سفر کو جاری نہ رکھ سکوں اور ان مشکلات کا شکار ہو جاؤں جن کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا، لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ اس دنیا سے میرا دل بری طرح اکتا گیا تھا جہاں بناوٹ کے سوا کچھ نہیں تھا..... میں نے وہاں سے راہ فرار اختیار کر لی..... میرے ساتھ صرف یہ بچی تھی جو اپنے ماں باپ کی موت کے بعد

فراخ دلی سے کہا اور ڈاکٹر ایللی بور مسکرانے لگا، پھر بولا۔

”ہاں میں یہ بات بھی پورے اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ تم ایک طاقتور ذہن کے مالک ہو اور یہ ذہن میرا بنانا ہوا نہیں ہے، بلکہ تمہاری فطرت ہی ایسی ہے۔“

”لیکن میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے آپ کو میرے بارے میں کچھ پتا چل سکتا؟“

”نہیں اتفاق سے نہیں..... کچھ بھی نہیں۔“

”بہر حال یہ بات معلوم ہوگئی مجھے، لیکن اس سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا..... آپ کا کیا خیال ہے پاپا، کیا کوئی فرق پڑتا ہے اس سے؟“

”قطعاً نہیں میرے بچے!“ ایللی بور نے مسرور لہجے میں کہا۔ اس کے بعد اس کا ذہن کچھ اور کھل گیا تھا..... اس نے کہا۔

”تمہارے زخموں کا مجھے اندازہ تھا کہ سمندر کے پانی میں رہنے کی وجہ سے ان میں پہلے ہی خاصی بہتری ہوگئی تھی، یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے تم بہت دن سمندر کے پانی میں رہے ہو، یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ تم کہاں سے سمندر کی لہروں کے ساتھ بہتے ہوئے یہاں تک آئے ہو۔ شاید تمہیں اس کا اندازہ نہ ہو کہ تم چوبیس دن تک زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہے تھے، لیکن میں نے بھی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ میں اپنا یہ شاہکار ضرور تخلیق کروں گا۔ پھر تم جب ہوش میں آئے تو نجانے کیا کیا اول فول بک رہے تھے..... میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا..... پھر عالم بے ہوشی میں تم اس طرح کی حرکات کر رہے تھے کہ جیسے کسی سے بچاؤ کر رہے ہو، کئی بار تمہاری ان کوششوں سے تمہارے زخموں کے ٹانگے خراب ہو گئے تھے، رفتہ رفتہ یہ کیفیت ختم ہوگئی اور پھر جب تم ہوش میں آئے تو میں نے یہ محسوس کیا کہ تم اپنی یادداشت کھو چکے ہو اور تمہیں اپنے بارے میں کچھ نہیں معلوم، بہر حال میں نے تمہیں ویلس کا نام دیا..... تمہارے سامنے جو زبان بولی، تم نے جیران کن طریقے سے اسے بولنا شروع کر دیا..... جس سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ تم اس زبان سے بخوبی واقف ہو..... بہر حال اس کے بعد سے اب تک کی باتیں تمہیں یاد ہیں، ریوینا تمہاری بہترین دوست

سے اُلٹ گئے تھے، یعنی ان کا رخ سامنے کے بجائے پیچھے ہو گیا تھا..... صرف گردن سے اوپر کا حصہ محفوظ تھا، البتہ سینے میں دل اپنی جگہ کام کر رہا تھا، بس تمہارا یہ وجود میرے لئے ایک چیلنج بن گیا اور اس کے بعد ریوینا جانتی ہے کہ سات دن سات راتیں میں نے تمہیں جوڑنے میں گزار دیں..... میری صلاحیتوں کو کون چیلنج کر سکتا ہے، میں دُنیا کا عظیم آرٹھوپڈک ہوں..... میں دُنیا کا عظیم سائنس دان ہوں..... میں دُنیا کا عظیم ڈاکٹر ہوں، کیونکہ جس انداز میں تمہاری ہڈیوں کو جوڑ کر میں نے تمہارے وجود کی تکمیل کی، اس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا مگر بات یہ تھی کہ وہ سب کاروباری نہیں تھا بلکہ اس میں میرا جذبہ میری لگن شامل تھی اور میرے پیارے بچے میں نے آخر کار تمہیں مکمل کر لیا۔ تمہارے سر پر بھی کچھ چوٹیں تھیں، وہ چوٹیں درست ہو گئیں، لیکن میں برین سرجری کا ماہر نہیں ہوں..... میں تمہارے دماغ سے وہ تمام تفصیلات معلوم نہیں کر سکا جو تمہاری شخصیت کو واضح کرتی ہیں۔ تب میں نے تمہارا نام ویلس رکھ دیا اور تمہیں اپنے بیٹے کا درجہ دے دیا، پھر تم ٹھیک ہو گئے تو میں نے تمہاری جسمانی تربیت کی، میں نے ان ہڈیوں کی مضبوطی کا اندازہ لگایا اور آج میں دعوے سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ پہلے تم جس قدر طاقتور تھے اب اس سے کئی گنا زیادہ طاقتور ہو۔ تمہارے جسم کے ٹوٹے ہوئے حصوں نے اب وہ حیثیت اختیار کر لی ہے کہ کوئی تصور نہیں کر سکتا۔ تم ایک طاقتور انسان بن چکے ہو..... ڈیڑ ویس میں نے لوگوں سے منع کر دیا تھا کہ تمہیں تمہارے بارے میں کچھ نہ بتائیں، کیونکہ کچھ لوگ جذباتی ہوتے ہیں، وہ رشتوں میں خون کی ملاوٹ تلاش کرتے ہیں..... میں تمہیں بتاؤں ویلس خون جسم کی بقاء کے لئے ضروری ہے۔ دل خون کو پمپ کرتا ہے، دماغ سوچنے میں مدد دیتا ہے، لیکن حقیقتیں کچھ اور ہی ہوتی ہیں..... حقیقت یہ ہے کہ انسان جس سے محبت کرے، بس وہ اس کا اپنا ہوتا ہے..... باقی سب بے کار باتیں ہیں..... اس کے باوجود تم یہ سوچنا چاہتے ہو کہ تمہارا مجھ سے کیا رشتہ ہے اور میرا تم سے کیا رشتہ ہے تو ڈھونڈتے رہو ان رشتوں کو، کچھ مل جائے تو مجھے بھی بتا دینا۔“

”میرے لئے یہ ایک تعجب خیز بات ہے پاپا..... اس سے زیادہ کچھ نہیں۔“ میں نے

”کیوں کیا بات ہے؟“

”پاپا..... وہ مجھے صرف ایک مرد سمجھتی ہے اور اس کی خواہش ہے کہ میں اس کا مرد بن جاؤں۔“ ڈاکٹر نے چونک کر مجھے دیکھا..... کچھ دیر سوچتا رہا، پھر سنجیدگی سے بولا۔

”نہیں یہ مناسب نہیں ہوگا..... میں اسے مناسب نہیں سمجھتا ہوں۔“

”میں بھی اسے مناسب نہیں سمجھتا پاپا۔“

”تمہارے لئے میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔“

”مجھے بتائیے پاپا۔“

”میں چاہتا ہوں کہ ہنٹر سے تمہارے بارے میں بات کروں۔“

”کیا؟“

”یہی کہ تم اس کی کشتی پر کام کرو اور بہتر ہے کہ اس کے ساتھ ہی رہائش اختیار کرو۔ محبت یہ نہیں کہتی کہ کسی کو زندگی سے دور کر کے رکھ دو..... کل میں اگر اس دنیا میں نہ رہا تو تم اپنے آپ کو ایک بالکل تنہا شخص محسوس کرو گے۔ اس لئے تمہیں عمل کی دنیا میں آنا چاہئے۔“

”میں خود بھی یہی چاہتا ہوں پاپا۔“

”اور اس طرح ریوینا کا جنون بھی ختم ہو جائے گا۔“

”جی پاپا۔“

”میں ہنٹر سے بات کرتا ہوں..... ہنٹر کے بارے میں مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ ایک خطرناک اور تیز مزاج کا انسان ہے، لوگوں کی پٹائی کر دینا اس کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے اور ساری بستی اس کے خوف کا شکار ہے، لیکن اس کے باوجود میں یہی چاہتا تھا کہ جس طرح بھی بن پڑے میں ریوینا سے دور ہو جاؤں۔“

ایلی بور مجھے ساتھ لے کر ہنٹر کے پاں گیا تھا اور اس نے میرے سامنے اس سے بات کی تھی۔

”ہیلو ڈاکٹر۔“ ہنٹر نے اپنی مخصوص مکوہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”ہیلو مسٹر ہنٹر۔“

رہی اور اس سلسلے میں وہ میرے ساتھ میرے تجربات میں شریک رہی۔ مثلاً مختلف تجربات، جیسے ایک بار تمہیں رائفل دی گئی..... جسے تم نے بڑی مہارت سے استعمال کر کے دکھایا..... گویا تم اس کا استعمال جانتے تھے، پھر ہم نے مزید کچھ طریقے اختیار کئے جیسے جسمانی ورزش اور جاگنگ بہر حال تم بہت بہتر رہے اور شاید تم اس بات کا یقین نہ کرو کہ میں نے یہ سوچ رکھا تھا کہ جس دن تمہارے ذہن میں اپنے لئے یہ سوال اُبھرا، اس دن کے بعد ہی میں تمہاری زندگی کے لئے نئے دور کا آغاز کروں گا۔“

میں سوچوں میں ڈوبا رہا تھا..... مجھے وہ سب کچھ یاد آ رہا تھا، اپنی ورزش اور محنت اور ڈاکٹر کا اپنے ساتھ لگاؤ، لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ میں ان تمام باتوں کو اس قدر اہمیت نہیں دے سکتا تھا کہ کسی خوف کا شکار ہو جاؤں اور اپنے بارے میں غور کرنے لگوں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ دل کے کچھ گوشوں میں اپنے آپ کو جاننے کا تصور بیدار ہوا تھا..... ریوینا اپنی عادات سے بھلا کہاں باز آ سکتی تھی، اس نے تنہائی میں مجھ سے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور جب تمہیں اس بات کا علم ہو گیا ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان خون کا کوئی رشتہ نہیں ہے تو اب میرا تم پر حق بن گیا ہے۔“

”کیسا حق؟“

”یہی کہ میری اور تمہاری تنہائیاں یکجا ہو جائیں اور تم اپنے آپ کو کوئی ایسی انوکھی چیز نہ سمجھو کہ مجھ سے دور رہو۔“

میں نے اس بارے میں اب سنجیدگی سے سوچا..... کسی بھی قیمت پر میں ریوینا کی ان خواہشوں کی تکمیل نہیں کر سکتا تھا اور بحالت مجبوری مجھے ایک دن ڈاکٹر ایلی بور سے کہنا پڑا۔

”پاپا کچھ کہنا چاہتا ہوں، میں آپ سے۔“ وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا تو میں نے کہا۔

”ریوینا میرے لئے ایک بڑی مشکل بن چکی ہے۔“

ایک پر مشقت نوجوان دیکھنا چاہتا ہوں۔“ ڈاکٹر ایللی بور نے کہا۔
”کل سے اسے پورٹ پر بھیج دو۔“ ہنٹر نے کہا اور بات ختم ہو گئی۔

☆☆☆

میں ہنٹر کی عظیم الشان لائچوں میں سے ایک لائچ پر پہنچ گیا۔ یہ لائچ کیا ایک سمندری جہاز تھا جس پر مچھلیاں پکڑنے کا جدید نظام تھا۔ ہنٹر نے جارج سے کہا۔
”جارج اس نوجوان کو ٹرائی کرو اور مجھے اس کے بارے میں رپورٹ دو۔“
سمندر میں سات دن کی کاوشوں کے بارے میں میری رپورٹ کچھ بہتر نہیں تھی۔
جارج ہنٹر کے غنڈوں میں سے تھا اور لائچ پر اس کا گروہ چھ افراد پر مشتمل تھا جو صرف دوسرے آدمیوں سے کام لیتے تھے اور خود کچھ نہ کرتے تھے۔ جارج نے میرے بارے میں رپورٹ دی۔

”نہیں مسٹر ہنٹر۔۔۔۔۔ یہ بہتر نہیں ہے۔“
”کیوں؟“

”اس لئے کہ یہ ست الوجود ہے اور مچھلیاں پکڑنے کے لئے بالکل ناکارہ ثابت ہوا ہے۔“

”بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ تم کسی کے پاس جاؤ۔ ورنہ ضرورت مند خود تمہارے پاس پہنچتے ہیں۔۔۔۔۔ یعنی وہ مثال ہے کنویں اور پیاسے کی۔“
”مجھے کیا سمجھتے ہو؟“

”کنواں۔“

”کبھی کبھی کنواں بھی پیاسا ہوتا ہے۔“ ڈاکٹر ایللی بور نے مسکرا کر کہا۔
”یعنی۔“

”اس وقت تم میرے لئے کنواں ہو۔“
”یعنی تمہیں کوئی کام ہے؟“

”ہاں۔“

”تو خوشی سے کہو، کیونکہ میں تمہارے کسی کام آ کر خوشی محسوس کروں گا۔“ ہنٹر نے کہا۔

”یہ ویس ہے۔“

”ہاں، میں جانتا ہوں۔“

”اب یہ بالکل تندرست ہے۔“

”نظر آتا ہے۔“

”اور تمہارے سوا کون ہے جو اس کے مستقبل کے لئے کام آ سکتا ہے؟“
”میں نہیں سمجھا۔“

”اسے اپنے پاس کام دے دو۔“

”اوہ۔۔۔۔۔ یہ بات ہے۔۔۔۔۔ لیکن یہ میرے پاس میری لائچ پر کام کر سکتا ہے۔“
”میرا بھی یہی مطلب ہے۔“

”اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن ڈاکٹر میں اصول پسند ہوں۔ اپنے ایک درکر کی حیثیت سے میں اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کر سکوں گا۔“

”میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم اس کے ساتھ کوئی رعایت نہ کرو، کیونکہ میں اسے

”دراصل لانچ کی صفائی، فرش اور باتھ روم دھونا، یہ کام مجھے پسند نہیں تھا..... یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میری تشکیک ہو رہی ہو، لیکن میں ڈاکٹر کو شکایت کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا، چنانچہ پسند نہ ہونے کے باوجود میں نے یہ کام جاری رکھا اور بڑی لانچ کی صفائی کرتا رہا۔

اس وقت لانچ مچھلیوں سے بھری ہوئی تھی اور ہم بستی کی طرف واپس جا رہے تھے کہ جارج نے کہا۔

”ولبس..... تم فرش کی صفائی شروع کر دو۔“

”لیکن مسٹر جارج؟“

”لیکن کیا؟“

”عموماً ہم ساحل پر مچھلیاں اتارنے کے بعد فرش کی صفائی کرتے ہیں۔“

”عموماً ہم کیا کرتے ہیں..... تمہیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہئے۔“ جارج نے

غصے سے کہا۔

”میں جانتا ہوں کہ مچھلیاں اتارتے ہوئے فرش پھر غلیظ ہو جائے گا اور مجھے دوبارہ

ویسی ہی محنت کرنا ہوگی۔“

”بکو اس بند کرو..... جو کہا جاتا ہے وہی کرو۔“ جارج نے آگے بڑھ کر کہا۔

”یہ لہجہ مجھے ناپسند ہے مسٹر جارج۔“

”اٹھتا ہے یا نہیں۔“ جارج نے آگے بڑھ کر مجھے ٹھوکر رسید کی اور فرش صاف

کرنے والا برش اٹھا کر مجھ پر حملہ کر دیا..... میرے ہاتھوں نے اپنا دفاع کیا اور اپنی طرف

بڑھنے والے برش کو پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا..... جارج میری طرف بڑھ آیا تو میں نے برش

کو زور سے پیچھے جھٹکا اور جارج دھڑام سے گر پڑا، لیکن اس نے اٹھنے میں دیر نہیں لگائی اور

پوری قوت سے سر جھکا کر میرے پیٹ پر ٹکڑ مار دی، مگر میں نے برش اس کی گروں پر مار کر

اسے نیچے گرا دیا اور پھر ایک ٹھوکر اسے رسید کر دی..... برش کا ڈنڈا ٹوٹ گیا اور جارج

لڑھک کر فاصلے پر چلا گیا، لیکن ایک بار پھر وہ اٹھ کر آیا..... اس بار میں نے جھک کر اسے

کندھے پر اٹھایا اور فرش پر دے مارا..... اس مار پیٹ کو دیکھ کر میرے آپس پاس موجود لوگ چیخ پڑے اور جارج کا گروہ آگیا..... انہوں نے مجھے اور جارج کو نبرد آزما دیکھا تو کچھ کہے بغیر مجھ پر ٹوٹ پڑے، وہ چھ تھے اور میں تنہا چنانچہ میں نے نزدیک پڑی ہوئی ایک موٹی زنجیر اٹھالی۔

لوہے کی وزنی زنجیر گھمانا آسان نہیں تھا، لیکن میں نے اسے آسان بنا دیا اور ان سب کو اس کی پلیٹ میں لے لیا..... وہ اچھل کر گرے تھے، کچھ زخمی ہوئے..... کچھ بھاگ گئے۔ جارج خود بھی لنگڑاتا ہوا اٹھا اور ایک طرف چلا گیا۔

لانچ کے سفر میں کوئی میرے نزدیک نہیں آیا..... نہ ہی مجھے کچن سے کھانا دیا گیا، لیکن میں نے کسی سے کھانا مانگا بھی نہیں..... ہاں رات کو فلیکس نے مجھے سینڈوچ دیتے ہوئے کہا۔

”میں نے تمہارے لئے خفیہ طور پر بنائے ہیں..... انہیں کھا لو۔ صبح کو ہم ساحل پر پہنچ جائیں گے۔“

”پھر کیا ہوگا؟“

”میں نہیں جانتا لیکن ایک بات بتاؤں۔“

”بتاؤ۔“

”سب تم سے بہت خوش ہیں۔“

”کون سب؟“

”وہ جو جارج کے ہاتھوں پٹ پٹے ہیں۔“

”جارج نے خود مجھ سے بدتمیزی کی تھی۔“

”وہ ایسا ہی کرتا ہے۔“

”دوسری بار..... میں انہیں اس قابل نہیں چھوڑوں گا کہ وہ ایسا کریں۔“ میں نے

کہا۔

میں نے رات سکون سے گزاری تھی..... البتہ اب میرے ذہن میں بار بار یہ خیال

”مجھے اب کیا کرنا ہے؟“
 ”ابھی کچھ نہیں..... میں کچھ وقت ہنٹر کا انتظار کروں گا اور اگر وہ نہ آیا تو خود اس سے بات کروں گا۔“

ریو وینا نے کہا۔ ”جس آدمی کو تم نے مارا ہے اس کی پٹائی کے لئے خوشی ہوئی ہے، کیونکہ اس نے ایک بار میری توہین کی تھی..... وہ خود کو بہت خطرناک سمجھتا ہے۔“

”کب کی بات ہے؟“

”ان دنوں کی جب تم ہمیں دستیاب نہیں ہوئے تھے اور پسو تمہیں لے کر آیا تھا۔“
 ”پسو؟“ میں نے پر خیال لہجے میں کہا۔

”ہاں بعد میں جارج آیا تھا۔“

”ایک بات بتاؤ ریو وینا؟“

”پوچھو۔“

”پسو کے علاوہ کچھ لوگ تھے جو مجھے یہاں لائے تھے۔“

”ہاں بہت سے لوگ تھے مگر تم پسو کو ہی ملے تھے..... بعد میں اس نے دوسروں کو جمع کر لیا تھا، مگر تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟“

”پہلے تو میرے ذہن میں یہ خیال ہی نہیں تھا کہ میں جو کچھ ہوں اس کے علاوہ بھی کچھ اور ہوں، لیکن جب سے یہ بات میرے علم میں آئی ہے میں کچھ الجھ گیا ہوں..... میرے دل میں خود کو جاننے کی خواہش بیدار ہو گئی ہے۔“

”ڈاکٹر بھی یہ جاننا چاہتا ہے۔“

”ہمیں اس کا پتا کیسے چلے؟“

”ایک حل ہے میرے پاس۔“ ریو وینا نے کہا۔

”کیا؟“

”مجھے اپنالو..... اس کے بعد تم جان جاؤ گے کہ تم صرف میرے محبوب ہو اور کچھ نہیں۔“

پیدا ہونے لگا تھا کہ میں کون ہوں..... آخر میں کون ہوں..... ساحل سے مچھلیاں اتاری جانے لگیں، میرا جو کام ہوتا تھا میں نے وہ کرنے کی کوشش کی تو انچارج نے کہا۔

”نہیں مسٹر ویلس..... مسٹر جارج نے اس سے منع کر دیا ہے۔“

میں خاموشی سے پورٹ سے چل پڑا..... میں نہیں جانتا تھا کہ اس واقعے کے بعد میری نوکری قائم رہے گی یا نہیں۔

ڈاکٹر ایلٹی بور نے مجھے دیکھ کر خوشی کا نعرہ لگایا۔ ”ہے محنت کش تمہاری لانچ واپس آگئی؟“

”ہاں۔“

”کتنی دیر کے لئے تمہاری چھٹی ہے؟“

”شاید ہمیشہ کے لئے۔“

”کیا مطلب؟“

”میں نے کچھ لوگوں کی کمر اور پنڈلیاں توڑ دی ہیں۔“

”ہیں..... کون لوگ؟“ ماسک حیرت سے بولا اور میں نے اسے پوری کہانی

سنادی۔

”کیا تم بھی زخمی ہوئے؟“

”نہیں؟“

”ہوں۔“ ڈاکٹر کسی سوچ میں ڈوب گیا..... پھر بولا اس سے بھی تمہاری شخصیت کا

ایک پہلو جھلکتا ہے۔“

”مطلب؟“

”آہ..... تمہیں کیا مطلب بتاؤں..... میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں

کہ تم کون ہو، لیکن میرا خیال ہے یہ ایک خطرناک بات ہوگی۔ جارج اور اس کے ساتھیوں کو ہنٹر کا جنگجو دستہ کہا جاتا ہے اور ہنٹر..... آہ آج مجھے جاننا پڑے گا کہ ہنٹر کا اس

سلسلے میں کیا خیال ہے۔“

”اس لئے کہ جارج اس کے خون کا پیسا سا ہورہا ہے۔“

”اس نے صرف جارج کو ہی نہیں بلکہ اس کے گروہ کے چھ افراد کو بھی مارا ہے۔“

مسٹر ماسکٹ نے کہا۔

”مارا ہے۔“ ہنٹر نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ”تم اسے صرف مار کہہ رہے ہو ڈاکٹر۔“

اس نے انہیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔“

ہنٹر نے کہا۔

”اور تنہا؟“

”ظاہر ہے۔“

”تم اس بات کو نظر انداز کر رہے ہو۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“

”وہ کتنا بہادر اور کتنا طاقتور ہے، جبکہ جارج پر تم ناز کرتے ہو۔ کیا اتنا بہادر شخص تمہارے کام نہیں آسکتا۔ جارج اس کے سامنے آکر اسے اب بھی نہیں مار سکتا، جبکہ وہ ان کی پھر پٹائی کر سکتا ہے۔“

”تم کیا کہنا چاہتے ہو ڈاکٹر؟“

”یہ کہ اسے اپنے خاص آدمیوں میں شامل کرلو۔“

”اور جارج کو اپنا دشمن بنالوں۔“

”اسے سمجھا لو، آخر وہ تمہارا ملازم ہے۔“

”نہیں ڈاکٹر۔۔۔۔۔ وہ بڑا کینہ پرور ہے۔۔۔۔۔ میں نے اسے تمہارے پاس لانے کی کوشش کی تھی، لیکن وہ تم سے اپنی چوٹوں کا علاج کرانے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔“

”کیا کہتا ہے؟“

”صرف ایک بات۔۔۔۔۔ وہ ویس کی موت چاہتا ہے۔“

”تم کیا چاہتے ہو؟“

”اصل میں ڈاکٹر۔۔۔۔۔ ہم بہت عرصے کے ساتھی ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ ہمارے

”ایک اور حل ہے اس کے علاوہ۔۔۔۔۔ وہ یہ کہ میں تمہیں قتل کر دوں۔۔۔۔۔ پھر اپنی تلاش میں نکلوں۔۔۔۔۔ ویسے پسو میری کچھ مدد کر سکتا ہے۔۔۔۔۔ ممکن ہے اس کے پاس کچھ ایسی چیزیں موجود ہوں جو میری شناخت میں مدد دے سکیں۔“

”ایسی کوئی چیز اس نے ڈاکٹر کے حوالے نہیں کی تھی۔“

”ممکن ہے وہ کوئی قیمتی چیز ہو۔“

”تمہارے خیال میں وہ پسو نے رکھ لی ہوگی؟“

”ہاں میرا یہی خیال ہے۔“

”ایسا ممکن ہے۔۔۔۔۔ لیکن آخر تم اپنے بارے میں جان کر کیا کرو گے۔۔۔۔۔ اتنا کافی نہیں ہے کہ تم ویس ہو اور میں تمہیں جانتی ہوں اور۔۔۔۔۔“ ریوینا کو خاموش ہونا پڑا، کیونکہ ہنٹر آگیا تھا۔

”کہاں ہے وہ سورما جس نے اپنی موت کو دعوت دی ہے۔۔۔۔۔ کیا اس کے بعد بھی اسے زندہ رہنے کی خواہش ہے؟“

”میں حاضر ہوں مسٹر ہنٹر۔۔۔۔۔ کیا تم میرے بارے میں ایسا کہہ رہے ہو؟“ ڈاکٹر ایلٹی بور نے پوچھا۔

”نہیں تمہارا وہ شاہکار۔“

”شاید ویس۔“

”کیا اس نے تمہیں کچھ نہیں بتایا؟“

”بتایا ہے یہ کہ شاید تم نے اسے نوکری سے نکال دیا۔“

”نوکری سے تو خیر اسے نکال ہی دوں گا، لیکن مجھے یہ افسوس ہے کہ جارج اس کو دنیا سے بھی نکال دے گا۔“

”تمہارے ہوتے ہوئے؟“

”نہیں مسٹر ماسکٹ۔۔۔۔۔ شاید میں بھی اس سلسلے میں کچھ نہ کر سکوں۔“

”کیوں؟“

کچھ نہ بتانا، میں تمہارا انتظام کر دوں گا۔“

مجھے پسو کی تلاش تھی، اب میں اپنے طور پر یہاں سے چلے جانے کو تیار ہو گیا تھا..... پسو اس شام مجھے تنہا مل گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم بستی کے ہیرو بن گئے ہو، لوگ تمہارے بارے میں بہت اچھی باتیں کر رہے ہیں۔ جارج کو کوئی پسند نہیں کرتا تھا، تم نے نہ صرف اسے بلکہ اس کے پورے گروپ کو فرس نشیں کر دیا، یہ بہت بڑا کام ہے۔“

”اگر تم بھی ایک بڑا کام کر دو تو تمہارا بہت شکر گزار ہوں گا پسو؟“

”میں۔“

”ہاں تم۔“

”بھلا میں کیا کر سکتا ہوں۔“

”ساحل سمندر پر تم نے مجھے دریافت کیا تھا۔“

”ہاں بالکل..... آں..... تمہارا پورا بدن گوشت کا تو تھڑا بنا ہوا تھا۔“

”اس وقت میرے پاس کوئی ایسی چیز ضرور ہوگی جو میری شناخت میں مدد دے سکتی ہے..... کوئی بھی ایسی چیز پسو..... مجھے اس کی ضرورت ہے۔“

”پسو نے بے اختیار اپنا داہنا ہاتھ پیچھے کر لیا، جس پر گھڑی بندھی ہوئی تھی۔ پھر وہ سامنے دیکھ کر بولا۔“اوہ..... شاید کوئی آ رہا ہے۔“

میں نے بے اختیار گردن گھمائی، وہ رچرڈ تھا جو ہماری طرف ہی آ رہا تھا۔ ”وہ رچرڈ ہے، ایک بے ضرر انسان۔“ میں نے گردن گھما کر کہا..... ”لیکن پسو وہاں موجود نہیں تھا۔“



تعلقات خراب ہوں..... تم ہمارے لئے بہت کارآمد شخصیت ہو اور ہمیں تمہاری ضرورت ہے، لیکن یہ بہت بڑا تنازعہ پیدا ہو گیا ہے۔“

”تم کیا چاہتے ہو ہنٹر؟“

”ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں۔“

”کیا۔“

”جس قدر جلد ممکن ہو سکے اسے یہاں سے نکال دو۔ جارج کچھ دن صاحب فراش رہے گا، اس دوران تم اسے خاموشی سے یہاں سے نکال دو..... اگر اس کی زندگی چاہتے ہو۔“

”مگر..... میں اسے کہاں نکال دوں..... تم اس کے بارے میں سب کچھ جانتے ہو۔“

”اگر تم نے ایسا نہ کیا تو..... شاید کوئی بھی اس کی زندگی کی ضمانت نہ لے سکے، میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔“

”کیا مدد کر سکتے ہو؟“

بندرگاہ پر آنے والے جہازوں کے کپتان میرے دوست ہیں..... اسے کسی جہاز پر بٹھا کر یہاں سے نکال دیا جائے، یقین کرو ایسا میں صرف تمہاری وجہ سے کروں گا۔“

مجھے سوچنے کی مہلت دو۔

”جارج کے سنبھلنے سے قبل یہ فیصلہ کر لو تو بہتر ہے، ورنہ مجھ سے کوئی شکایت نہ کرنا۔“

ہنٹر کے چلے جانے کے بعد ایلی بور نے بہت سوچا، پھر اس نے تنہائی میں مجھ سے کہا۔ ”اور تمہیں چاہئے کہ اب تم باہر کی دنیا میں جا کر خود کو تلاش کرو..... یوں گمنامی کی زندگی بھی کوئی زندگی ہے۔“

”میں ایسا چاہتا ہوں پاپا۔“

”یہ بھول جاؤ کہ میں تمہارا باپ ہوں، کیونکہ ایسا نہیں ہے۔“ ڈاکٹر نے کہا..... لیکن اس کا لہجہ بھرایا ہوا تھا۔ ”اور“ اس نے آواز درست کر کے کہا۔ ”ریوینا کو اس بارے میں

علاقے کے ساحل پر نظر آیا تھا تو مجھے دیکھنے والا پسو تھا۔“
 ”ہاں اور وہی تمہاری لاش اٹھا کر ڈاکٹر کے پاس لے گیا تھا۔“
 ”لاش؟“

”اوہ نہیں..... تم تو شاید زندہ ہو..... ہاں ہاں ٹھیک تو ہے..... تمہارے اندر زندگی
 تھی اسی لئے تو وہ تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے گیا تھا اور ڈاکٹر نے اپنا فن تم پر استعمال کیا
 تھا۔“

”طویل گفتگو سے گریز کرو..... میرے پاس یقیناً کچھ نہ کچھ سامان بھی ہوگا۔“
 ”ہاں شاید دل جگرتلی، پھپھرے اور تمہارے ہاتھ پاؤں بھی تمہارے پاس موجود
 تھے۔“

”اوہ اس کے علاوہ۔“

کاش میں اس وقت وہاں موجود ہوتا تو میں یہ ضرور دیکھتا کہ تمہارے پاس کیا کیا
 چیز ہے، مگر میں وہاں موجود ہی نہیں تھا۔“

”میں پسو سے یہ ہی سوال کر رہا تھا کہ کیا تمہیں میرے پاس سے کوئی چیز حاصل
 ہوئی ہے، مجھے کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں تھی، بس میں تو یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کوئی ایسی
 چیز اگر میرے پاس سے برآمد ہوئی ہے تو ہو سکتا ہے اس سے میری شناخت ہو سکتی، میں یہ
 جان سکتا کہ ماضی میں کیا تھا۔“

رچرڈ عالمی انداز میں ہنسا..... پھر اس نے آسمان کی جانب انگلی اٹھا کر کہا۔
 ”زندگی کا پہلا دن اور زندگی کا آخری دن اس تلاش میں گزر جاتا ہے کہ ہم کیا ہیں،
 لیکن کیا ہم میں سے کسی نے اپنے آپ کو پایا ہے..... شاید انسان کے اندر خود کو تلاش
 کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے اور اگر کوئی خود کو پالیتا ہے تو دیوتا، اوتار اور لافانی ہو جاتا
 ہے۔“

”دل تو چاہتا ہے رچرڈ کہ میں تمہاری پیشانی پر ایک زوردار گھونسا رسید کروں اور
 تمہاری کھوپڑی ترخ جائے۔ بکواس کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے.....“

کچھ لمحوں میں رچرڈ میرے پاس آگیا۔ اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی اور وہ خوب
 نشے میں تھا۔

”آبادی کے سب سے دلیر اور سب سے طاقتور آدمی ہو سکتا ہے کچھ عرصہ کے بعد
 تمہیں۔“

”فضول باتوں سے گریز کرو رچرڈ..... میں بہت پریشان ہوں۔“
 میں نے کہا۔

رچرڈ نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اس کے چہرے پر غمگین تاثرات پھیل
 گئے، پھر اس نے کہا۔

”بستی کے ہر شخص کا ایک ہی کہنا ہے اور وہ یہ ہے کہ رچرڈ کسی اہم مشن پر آسمانوں
 سے زمین پر بھیجا گیا ہے، شاید میں خود بھی نہیں جانتا کہ وہ مشن کیا ہے، لیکن ایک بات
 ہمیشہ میرے دل میں رہی ہے، وہ یہ کہ اگر مجھے کوئی پریشان حال آدمی نظر آتا ہے تو میں اس
 کی بھرپور مدد کرتا ہوں..... مجھے بتاؤ میرے دوست تم کیوں پریشان ہو؟“

میں نے نشے میں ڈوبے ہوئے اس شخص کو دیکھا، لیکن اس وقت روداد دل کہنے کے
 لئے اور کوئی موجود بھی نہیں تھا، چنانچہ میں نے مغموم لہجے میں کہا۔

”رچرڈ جب کچھ عرصے قبل میں ایک زخمی انسان کی حیثیت سے تمہارے اس

ہوں۔“

”تم احمق بھی ہو اور بے وقوف بھی، حالانکہ میں ایک خوبصورت عورت ہوں جب میں بستی میں نکلتی ہوں تو بہت سی نگاہیں میرا طواف کرتی ہیں، لیکن تم یقین کرو میں اپنے بدن کو ان نگاہوں سے بھی محفوظ رکھنے کی کوشش کرتی ہوں..... صرف اس لئے کہ تمہاری امانت میں خیانت نہ ہو۔ میں تمہاری ملکیت ہوں۔“

میں خاموش ہو گیا، کیا جواب دیتا اسے جواب دینے کے لئے بہت زیادہ سوچنا پڑتا ہے اور میں کم از کم اپنی ذہنی قوتوں کو ایسی سوچ میں زائل نہیں کرنا چاہتا تھا..... احمق ہے وہ تو، شاید تمام لڑکیاں اسی طرح احمق ہوتی ہوں..... ان کی زندگی میں اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا، بلکہ میں کبھی کبھی یہ محسوس کرتا تھا کہ میری زندگی میں بہت کچھ ہے اور مجھے اس بہت کچھ ہی کی تلاش تھی۔

پھر ایک شام ڈاکٹر ماسک ایلی بور نے مجھے اپنے پاس طلب کر لیا اس کے چہرے پر غم کے تاثرات تھے۔ اپنے کمرے میں مجھے بٹھا کر اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھ کر مجھے بغور دیکھنے لگا۔

میں کسی قدر حیران ہو گیا اور چند لمحات انتظار کرنے کے بعد میں نے کہا۔

”کوئی خاص بات ہے؟“

”ہاں۔“

”کیا بات ہے خیریت؟“

”کل صبح وہ جہاز آنے والا ہے جو تمہیں یہاں سے لے جائے گا۔“

”کل صبح۔“

”ہاں..... صبح اس وقت جب اُجالا آسمان سے زمین پر اترے گا۔“

”اوہ مجھے چلے جانا ہے۔“

”ہاں تمہاری تمام تیاریاں مکمل ہیں..... یہ لباس اور یہ تھوڑی سی رقم، میرے بیٹے بس اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں دے سکوں گا..... میں چاہتا تھا، تمہیں ان تمام

میرا دل چاہا کہ رچرڈ کی پسیلوں پر ایک زوردار ٹھوکر لگاؤں تاکہ وہ واپس اپنی دنیا میں آجائے۔ بد بخت نشے میں اپنی زندگی برباد کر رہا ہے۔

پھر اس کے بعد وہاں رکنا بے کار ہی تھا، چنانچہ میں واپس چل پڑا..... میرا ذہن اُلجھنوں میں ڈوبا ہوا تھا، لیکن اگر کسی چیز کا کوئی حل نہ ہو تو پھر اپنے آپ کو پریشان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

ڈاکٹر ایلی بور اپنے کمرے میں موجود تھا..... ریوینا آج کل مجھ سے ناراض تھی اور یہ بات میرے لئے باعث سکون تھی۔ ویسے بھی اب یہ طے ہو چکا تھا کہ میں یہاں مختصر وقت کا مہمان ہوں اور ماسک ایلی بور بس اس جہاز کا انتظار کر رہا ہے جو یہاں پہنچنے والا ہے..... میری اپنی کیفیات کچھ بھی نہیں تھیں..... بہت زیادہ سوچتا تو دماغ میں درد ہونے لگتا تھا اور اس بات کے لئے ماسک ایلی بور نے مجھے بار بار منع کیا تھا کہ میں اپنے دماغ پر بہت زیادہ زور نہ دیا کروں..... ایک دن ایسا ضرور آجائے گا جب میرا ذہن خود میری شناخت پیش کر دے گا، لیکن اس سے پہلے ذہن پر بوجھ ڈالنا کسی طور مناسب نہیں ہوگا اور پھر جو صورت حال تھی، میں خود بھی اس سے واقف ہو گیا تھا، چنانچہ میں کسی بھی بات پر بہت زیادہ سوچتا نہیں تھا۔

وقت کچھ اور گزر گیا..... میری ذہنی کیفیت معتدل تھی اور میں کسی اُلجھن کا شکار نہیں

تھا..... پسو سے مجھے کچھ نہیں حاصل ہوا تھا، نہ سہی کیا فرق پڑتا ہے، اس سے۔ ریوینا دو تین دن تک تو اس بات کی منتظر رہی کہ میں خود اسے منانے کی کوشش کروں گا، حالانکہ ماضی میں بھی کبھی ایسا نہیں ہوا تھا..... پھر جب اس نے دیکھا کہ وقت زیادہ ہی گزر گیا ہے تو وہ خود میرے پاس آگئی اور شکایتی انداز میں مجھے دیکھ کر بولی۔

”تم جیسا سنگدل انسان میں نے روئے زمین پر دوسرا نہیں دیکھا۔“

”یہ گویا میرے اندر انفرادیت ہے۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”لیکن نہایت ناخوشگوار۔“

”ریوینا یہ زیادہ بہتر ہے کہ ہمارے تمہارے درمیان زیادہ خوشگوار تعلقات نہ پیدا

حس مرچکی ہے جس میں محبتیں جاگزیں ہوتی ہیں، ورنہ میں تمہیں چھوڑتے ہوئے ضرور افسوس محسوس کرتا یا پھر ہو سکتا ہے کہ افسوس مجھے اس وقت ہو جب کئی دن میرا تم سے رابطہ ٹوٹا رہے۔“

”اگر ایسا ہو تو اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرنا۔“

ایلی بور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”ہاں اس کام میں مجھے آسانی ہے..... ایسا میں کر لوں گا۔“

”تو پھر کھانا کھا کر آرام سے سو جاؤ..... میں تمہیں جگا دوں گا، اس کی تم فکر مت کرو

کیونکہ میں خود تمہاری جدائی کے تصور سے رات بھر جاگتا رہوں گا۔“

بستر پر لیٹنے کے بعد میں نے اپنے اس نئے سفر کے بارے میں غور کیا اور غور کرتے

کرتے سو گیا..... یوں لگا تھا جیسے پلک ہی جھپکائی ہو کہ ڈاکٹر ایلی بور نے مجھے جگا دیا۔ وہ

غز وہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔

”اٹھو ڈیز ویس، تمہارا جانے کا وقت ہو گیا ہے..... میں خاموشی سے اٹھ گیا۔

ضروری تیاریاں کرنے کے بعد ماسکٹ ایلی بور مجھے لے کر چل پڑا۔ ساحل پر چند افراد

کھڑے ہوئے تھے جن میں ہنر بھی موجود تھا..... میری جانب سے لا پرواہ نظر آ رہا تھا اور

مجھ سے بات کرنے کے بجائے اس نے ڈاکٹر ماسکٹ ایلی بور سے کہا۔

”ابھی چند لمحوں کے بعد لانچ آنے والی ہے۔ میں نے پوری بات کر لی ہے، اسے

جہاز پر منتقل کر دیا جائے گا۔ باقی سب کچھ تم اس کی تقدیر پر چھوڑ دو۔“

ماسکٹ ایلی بور نے کوئی جواب نہیں دیا..... تب وہ میری جانب رخ کر کے بولا۔

”اور شکر کرو ڈاکٹر ماسکٹ ایلی بور کا کہ تم زندہ سلامت یہاں سے نکل رہے ہو، ورنہ

میں تمہیں ایسی سزا دیتا کہ شاید موت کے بعد بھی تم یاد کرتے یا اگر یہ سزا میں نہ دیتا تو جسے تم

نے نقصان پہنچایا ہے وہ تمہیں کبھی نہ چھوڑتا، کیونکہ وہ ایسا ہی کینہ پرور آدمی ہے اور معافی کا

لفظ اس کی لغت میں نہیں ہے۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا..... خاموشی سے انتظار کرتا رہا۔

جھگڑوں سے آزاد کر کے یہیں اس جگہ رہنے دیتا اپنی نگاہوں کے سامنے کیونکہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے، میں چاہتا تھا تو با آسانی ریوینا سے تمہاری شادی کر کے تم لوگوں کو ایک پرسکون زندگی گزارنے کا موقع دیتا، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ میں ایک دیانتدار آدمی ہوں، وقت نے جو الزامات لگا کر مجھے مجرم بنادیا ہے۔ یہ وقت کا قصور ہے میرا نہیں، لیکن مجھے جہاں بھی موقع ملا ہے میں نے دیانت کا ثبوت دیا ہے اور مجھے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ تمہاری زندگی سے کچھ ایسے اہم راز وابستہ ہیں جن کی جھلکیاں کبھی کبھی دیکھنے کو مل جاتی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہیں دنیا سے چھین کر اس گوشے میں قید کر لوں..... ہو سکتا ہے تمہاری دنیا تمہاری تلاش میں ہو اور ہو سکتا ہے کہ وقت اسے موقع دے کہ وہ تمہیں پالے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہاری یادداشت واپس آجائے اور اس یادداشت میں تمہیں تمہارا ماضی مل جائے۔ پھر تم اپنوں کے درمیان چلے جاؤ اس طرح کسی انسان کی زندگی پر قبضہ کرنے کا جرم اور گناہ میرے سر نہیں ہوگا، لیکن اگر وقت نے تمہاری تقدیر میں یہ لکھ دیا ہے کہ تم بھٹکتے پھرتو تو میں بھی مجبور ہوں..... میں بھلا کہاں تک تمہاری حفاظت کر سکوں گا اور پھر اس وقت جو اتفاقی واقعہ پیش آچکا ہے، اس کے تحت تمہارا یہاں سے نکل جانا ہی بہتر ہوگا..... وہ تو شکر ہے کہ کچھ برے لوگ میری عزت کرتے ہیں، ورنہ جس شخص سے تمہارا جھگڑا ہو گیا ہے، اسے سنبھالنا مشکل ہوگا، خیر میرا خیال ہے میری گفتگو زیادہ طویل ہو گئی ہے۔ خبردار ریوینا کو اپنے جانے کے بارے میں کچھ نہیں بتانا..... رورو کر زندگی ختم کر لے گی اور شاید اس کی آہ و زاری پر تمہیں بھی رحم آجائے اور تم یہاں سے جانے کا ارادہ ترک کر دو، لیکن یہ کسی طور مناسب نہیں ہوگا..... میں دل پر جس طرح پتھر رکھ کر تمہیں یہاں سے جانے کی اجازت دے رہا ہوں اس کے بارے میں بھی میں ہی جانتا ہوں..... تمہیں کسی اور شے کی حاجت ہو، یا کوئی اور ایسی بات ہو جو تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو تو مجھے بتاؤ؟“

”نہیں ڈاکٹر ماسکٹ ایلی بور میں نہیں جانتا کہ مجھے کیا چاہئے اور میں یہ بھی نہیں

جانتا کہ یہاں سے جاتے ہوئے میرے تاثرات کیا ہوں گے..... شاید میرے اندر ایسی

تم پر ذرا بھی اثر انداز ہوئی ہو یا تم نے کسی بھی لمحے میری محبت کو احسان سمجھ کر قبول کیا ہو تو ایک بات یاد رکھنا جہاز پر کسی سے جنگ نہ کرنا اگر کوئی بات مزاج کے خلاف ہو بھی جائے تو اسے برداشت کر لینا مجھے خوشی ہوگی۔

چنانچہ میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ اگر مجھے کسی شخص کا رویہ ناپسند بھی آتا ہے تو یہ میرا فرض ہے کہ اسے برداشت کرتا رہوں اور اس طرح ڈاکٹر ایلی بور کے اس احسان کو اتار سکوں جو اس نے مجھ پر کیا ہے۔

مجھے ایک جگہ جا کر بٹھادیا گیا اور میں احمقوں کی طرح وہاں بیٹھا جہاز کے لوگوں کو کام کرتے دیکھتا رہا۔۔۔۔۔ بہت سے معاملات ہوئے تھے، شاید نیچے کچھ لائیں آئی تھیں اور کرینوں کے ذریعے سامان اوپر اٹھایا گیا تھا۔۔۔۔۔ پتا نہیں جہاز کو بندرگاہ سے کیوں نہیں لگایا گیا تھا، حالانکہ بندرگاہ وہیں تھی اور یہ جہاز بہ آسانی وہاں لنگر انداز ہو سکتا تھا، لیکن یوں لگتا تھا جیسے کھلے سمندر میں اسے عارضی طور پر کھڑا کیا گیا ہو اور جو سامان یہاں سے روانہ ہونے والا ہو وہ لائچوں کے ذریعے جہاز تک پہنچایا جا رہا ہے۔ بہر حال سورج خوب چمکنے لگا تھا اور میں یہاں سے اس زمین کو دیکھ سکتا تھا، جس سے میرا اب رشتہ ختم ہو گیا تھا اور یہ بھی سوچ سکتا تھا کہ ریوینا نے یہ خیال بھی نہیں کیا ہوگا کہ اب میں اس کے پاس نہیں ہوں، بلکہ معمول کے مطابق اس نے یہی سوچا ہوگا کہ میں کہیں سیر سپاٹے کو نکل گیا ہوں، کیونکہ آوارہ گرد انسان ہوں، اگر اسے یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میں اس وقت اس جہاز میں موجود ہوں اور میرے اور اس کے درمیان پانی کا طویل فاصلہ ہے تو وہ ایسی ہی خر دماغ لڑکی تھی کہ سمندر میں کود جاتی اور مجھ تک پہنچنے کی کوشش میں جان دے دیتی، لیکن اب یہ سب کچھ نہیں تھا۔۔۔۔۔ پھر جب سورج سروں پر سے گزرنے لگا تو جہاز پر کچھ افراتفری دیکھی گئی، لنگر اٹھادیئے گئے۔ جہاز نے تین بار وسل دی اور اس کے بعد میں نے اسے ہلتے ہوئے محسوس کیا۔۔۔۔۔ گویا سمندر میں اس نے آگے کا سفر شروع کر دیا تھا۔۔۔۔۔ میں ابھی تک جس جگہ بٹھادیا گیا تھا وہیں بیٹھا ہوا تھا۔۔۔۔۔ گزرنے والوں نے مجھے دیکھا بے شک تھا، لیکن کسی نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا نہ ہی کوئی میری جانب متوجہ ہوا تھا۔

ڈاکٹر ایلی بور نے کہا۔

”کیا جہاز کے کپتان سے تمہاری بات ہو چکی ہے؟“

”تم مطمئن رہو۔۔۔۔۔ میں نے تم سے وعدہ کیا ہے ڈاکٹر باقی سب ٹھیک ہے۔“

ہم نے دور سے لائچ آتی ہوئی دیکھ لی تھی اور اس کے پس منظر میں وہ جہاز بھی جسے شاید یہاں قیام نہیں کرنا تھا، لیکن نجمانے ہنر کا اس سے کیسے رابطہ ہو گیا تھا۔ بہر حال یہ اس کے ذاتی معاملات تھے، میں تو کسی بات پر خاص طور پر غور کر رہی نہیں رہا تھا۔۔۔۔۔ ہاں لائچ میں بیٹھ کر ساحل چھوڑتے ہوئے میں نے ماسکٹ ایلی بور کی آنکھوں میں جو آنسو دیکھے تھے وہ بہت دیر تک مجھے یاد رہے۔۔۔۔۔ میں نے اپنے اندر بھی غم کا ایک ہلکا سا احساس محسوس کیا تھا اور ابھی تو مجھے ریوینا کا خیال نہیں آیا تھا۔۔۔۔۔ ریوینا بلا شک و شبہ مجھے بہت زیادہ چاہتی تھی اور جب اسے یہ احساس ہوگا کہ اب میرا اس سے کبھی کوئی رابطہ نہیں ہوگا تو یقینی طور پر وہ غم کی گہرائیوں میں ڈوب جائے گی اور شاید اپنے آپ کو بہت عرصے تک نہیں سنبھال سکے گی۔

لائچ میں چار افراد تھے۔۔۔۔۔ جن میں سے کسی نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی اور پھر اس جہاز تک کا سفر زیادہ طویل بھی نہیں تھا۔۔۔۔۔ وہ لنگر انداز تھا اور لنگروں کی موٹی زنجیریں نظر آرہی تھیں۔۔۔۔۔ لائچ اس سے بچ کر جہاز کے دوسرے حصے میں پہنچی، اوپر سے کرین لٹکائی گئی۔ نیچے موجود لوگوں نے کرین کے ہک لائچ کے کندوں میں پھنسائے اور ہمیں لائچ سمیت اوپر اٹھالیا گیا۔ اس سے پہلے شاید میں نے کبھی کسی جہاز کا سفر نہیں کیا تھا یا کیا تھا تو ظاہر ہے مجھے ماضی کی کوئی بات یاد نہیں تھی۔ اس لئے مجھے یہ سب کچھ بہت عجیب لگا۔۔۔۔۔ جہاز پر بہت سے افراد اپنے اپنے کاموں میں مصروف نظر آرہے تھے۔۔۔۔۔ میں لائچ سے نیچے اتر آیا تو ایک آدمی نے مجھ سے کہا۔

”چلو ادھر۔“

انداز میں کرختگی تھی، لیکن کم از کم ماسکٹ ایلی بور کے ان احسانوں کو یاد کرتے ہوئے مجھے اس کی ہدایات کا بھی خیال رکھنا تھا جن میں اس نے کہا تھا کہ اگر میری شخصیت

”ہوں۔“ اس شخص نے ایک کارڈ اٹھا کر اس پر میرا نام لکھا اور پھر ایک مہر لگا تا ہوا بولا۔

”جاؤ اگر اس وقت جہاز کے کچن میں کچھ ہوتو حاصل کرلو۔ صبح کا ناشتا، دوپہر کا کھانا، شام کی چائے اور رات کا کھانا تمہیں خود ہی کچن سے حاصل کرنا ہوگا..... کیا تمہیں جہاز کے سفر کے بارے میں تفصیلات بتانی نہیں گئیں۔“

”نہیں جناب اور میرا قیام کہاں ہوگا؟“ میں نے سوال کیا۔
 ”اس کے بارے میں تمہیں بعد میں بتا دیا جائے گا..... وکثر تم اس کی مدد کرنا نیا آدمی ہے، سب کچھ سمجھا دینا اسے۔“

”ٹھیک ہے سر..... وکٹر اس شخص کو کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا، جو مجھے یہاں تک لایا تھا۔ کیبن سے باہر نکل کر وکٹر نے کہا۔

”تم بہت سادہ لوح آدمی معلوم ہوتے ہو۔ آؤ میرے ساتھ، میں تمہیں کچن کا راستہ دکھا دوں۔ ویسے معاف کرنا کیا کوئی مجرم ہو؟“

”اس طرح جہاز پر چڑھے ہو جیسے کوئی جرم کر کے فرار ہو رہے ہو؟“

”نہیں۔“

”ملازمت کے لئے کہیں کسی خاص جگہ جانا چاہتے ہو؟“

”شاید۔“ میں نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے، جیسا تم پسند کرو..... ویسے تمہیں معلوم ہے کہ یہ جہاز کہاں جا رہا ہے؟“

”نہیں۔“

”ارے واہ پھر یونہی قسمت آزمانے نکل پڑے ہو؟“

”یہی سمجھ لو۔“

”اوکے، اوکے، کسی کے ذاتی معاملات کو ٹٹولنا اچھی بات نہیں ہوتی، اس لئے میں تم

میں نہ جانے کب تک لاوارثوں کی طرح وہاں بیٹھا رہا..... مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اب کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے، جہاز رواں دواں تھا، خلاصی اپنے اپنے کام میں مصروف تھے، چونکہ میں ہنر کے ساتھ اس کے جہاز پر سفر کر چکا تھا، اس لئے بعض معاملات کے بارے میں مجھے اندازہ تھا، چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور ٹہلتے ہوئے انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ پھر میں نے ایک خلاصی کو روکا وہ چونک کر میری صورت دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

”میں صبح سے اس جہاز پر ہوں، لیکن مجھے کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں دی گئی ہے، کیا تم مجھے بتانا پسند کرو گے دوست کہ کھانے کے حصول کے لئے مجھے کیا کرنا چاہئے؟“

”ارے تم نے دوپہر کا کھانا نہیں کھایا؟“ وہ حیرت سے بولا۔

”نہیں۔“

”کیا تم نے کارڈ حاصل کیا؟“

“کارڈ؟”

“ہاں۔”

”کہاں سے ملتا ہے کارڈ۔“

”اوہو..... اچھا خیر آؤ میرے ساتھ، میں تمہاری مدد کرتا ہوں آجاؤ..... وہ مجھے لے کر چل پڑا اور پھر ایک کیبن کے سامنے رُک کر اس نے دروازہ کھولا..... یہاں دو افراد بیٹھے ہوئے خوش گپیاں کر رہے تھے، ان کے سامنے میز پر ڈی ہوئی تھی..... خلاصی نے کہا۔

”سر یہ جہاز کا نیا مسافر ہے، وہ جسے یہاں سے اٹھایا گیا ہے۔ اس کا کارڈ نہیں بنا اور یہ صبح سے بھوکا ہے؟“

”کیا نام ہے تمہارا؟“ ان میں سے ایک نے سوال کیا۔

”نویس؟“

” کارڈ کیوں نہیں حاصل کیا؟“

”مجھے اس کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔“

قسم کی کوئی بدعنوانی نہ ہو اور یہاں بدعنوانی کی سزا صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ ہنگامہ کرنے والوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا جاتا ہے، خاص طور سے تم جیسے لوگوں کو اس نے میرے سینے کی جانب انگلی اٹھا کر کہا۔“

میں نے اس بات کا بالکل برائے نہیں مانا بلکہ آہستہ سے کہا۔

”میں کوئی ہنگامہ نہیں کروں گا اور آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔“

جہاز کی پہلی شام جب رات میں تبدیل ہوئی تو میں نے کچن سے اپنا کھانا لیا اور عرشے کے گوشے میں بیٹھ کر کھایا اور پھر اپنے لئے آرام گاہ کی تلاش میں نکل پڑا۔ عرشے کے بہت بڑے حصے پر موٹی رسیوں کے لچھے پڑے ہوئے تھے اور ان کے ڈھیر بہت وسیع تھے، ان کے قریب پہنچ کر میں نے یہ اندازہ لگایا کہ کسی جھٹکے یا کسی طوفانی لہر کے زیر اثر یہ موٹے رے گر کر میرے لئے قبر تو نہیں بنادیں گے، لیکن وہ مضبوط اور کسے ہوئے تھے اور ان کے درمیان بہترین جگہ موجود تھی۔ اتنی جگہ کہ میں آرام سے پاؤں پھیلا کر سو سکوں، چنانچہ میں رسوں کے ڈھیر میں اتر گیا، وہ کیا ہی عمدہ ٹھکانہ تھا۔ میں آرام سے رات بھر سویا اور یوں محسوس ہوا جیسے میں اب اس ماحول کا عادی ہوتا جا رہا ہوں۔

صبح سورج کی کرنوں نے بدن میں گدگدی کر کے اٹھایا اور چند لمحات اس کنویں میں لیٹا ہوا آسمان کو دیکھتا رہا۔ نیلے آسمان پر سفیدی پھیلتی جا رہی تھی۔ واقعات کو یاد کیا۔ بدن ہلکورے لے رہا تھا۔ پہلے تو یہی احساس ہوا کہ پالنے میں پڑانا سمجھ نہا ہوں سے دنیا کو دیکھ رہا ہوں، لیکن بڑا ہی تلخ محسوس ہوتا ہے اس وقت جب یہ پتا چلے کہ ہوش و حواس کی دنیا طاری ہو چکی ہے اور ذمہ داریاں صرف اپنے شانوں پر پڑیں۔ آخر کار سب کچھ یاد آ گیا اور میں رسوں کے ڈھیر سے باہر نکل آیا۔

جہاز کے عرشے پر زندگی رواں دواں ہو چکی تھی، خلاصی جلدی جلدی صفائی کر رہے تھے۔ عملے کے دوسرے افراد ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے۔ کچھ صبح خیزی کے عادی مسافر عرشے پر مڑ گشت کر رہے تھے۔ میں اپنی جگہ سے آگے بڑھا، منہ ہاتھ دھونے کے لئے جگہ تلاش کی اور اس کے بعد اپنا کارڈ لے کر کچن پر پہنچ گیا۔ باقی تمام لوگوں کو سپلائی

سے بہت زیادہ سوالات نہیں کروں گا، ہاں اگر تنہائی محسوس کرو اور کسی مشکل کا احساس کرو تو مجھے تلاش کر لینا میرا نام و کٹر ہے۔“

”تھینک یو مائی ڈیر فرینڈ۔“ میں نے کہا اور وکٹر مجھے لئے ہوئے کچن تک پہنچ گیا۔ کھانا موجود تھا۔ میرا کارڈ دیکھ کر مجھے کھانا دے دیا گیا اور اس کے بعد وکٹر نے مجھے کھانا کھانے کے لئے ایک جگہ بتادی، بہر حال جو کچھ بھی تھا میں کچھ برا نہیں محسوس کر رہا تھا، بلکہ ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ پیٹ بھرنے کے بعد طبیعت پر سکون طاری ہو گیا اور میں نے خود کو تقدیر کے حوالے کر دیا۔ بڑے احترام سے برتن کچن میں واپس کر کے آیا تھا اور کچن کی صفائی کرنے والا خوش ہوا تھا کہ اسے برتن تلاش کرنے کے لئے کہیں چکر نہیں لگانے پڑے۔ پھر میں وہاں سے واپس آیا اور یونہی ٹہلنے کے انداز میں عرشے کی ریلنگ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا کہ وکٹر میرے پاس آ گیا۔

”ہاں بھئی کھانا کھالیا؟ کیا نام ہے تمہارا۔ تم نے مجھے بتایا تھا مگر مجھے یاد نہیں رہا؟“

”ویلس۔“

”ویلس آؤ میں تمہیں متعلقہ افسر کے پاس لے جاتا ہوں۔ وہ تمہیں یہ بتا دے گا کہ تمہیں کہاں قیام کرنا ہے۔“

متعلقہ افسر ایک بد مزاج اور وحشیانہ شکل کا مالک تھا۔ میرا کارڈ دیکھ کر اس نے کہا۔

”ویلس یہیں سے سوار ہوئے ہو؟“

”جی سر۔“ میں نے اٹینشن ہو کر جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ کیا چاہتے ہو؟“

”یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرے قیام کی جگہ کہاں ہے، کون سا کیبن ہے میرا۔“

”دماغ خراب ہوا ہے تمہارا۔ تم کوئی معزز مہمان نہیں ہو کہ تمہارے لئے کیبن مخصوص کیا جائے جہاں جگہ مل جائے سو جایا کرو، سمجھے اور ہوش و حواس قائم رکھنا، خبردار کسی

ہمیں یہاں چوبیس گھنٹے قیام کرنا ہوگا۔ یہ چوبیس گھنٹے تمہیں احتیاط کے ساتھ نیچے ہی گزارنے ہوں گے۔ یہ شخص تمہیں بتادے گا کہ تمہیں کیا کرنا ہوگا۔“ سیکنڈ آفیسر نے ایک خلاصی کی جانب اشارہ کر کے کہا۔

”جی سر۔“

”مجبوری ہے یہاں سخت چیکنگ ہوگی، اس لئے تمہیں نیچے بھیجا جا رہا ہے۔ جب جہاز بندرگاہ سے آگے بڑھ جائے گا تو تم اگر چاہو تو باہر آ سکتے ہو، جب کہ کچھ اور لوگ ہمیشہ نیچے ہی رہتے ہیں، لیکن ان کا نیچے رہنا مناسب ہے، کیونکہ ان کے بارے میں کچھ ہدایات جاری کر دی گئی ہیں، جن کی ہمیں پابندی کرنا ہے۔“

”سر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

”تھینک یو ویری مچ..... جاؤ اسے لے جاؤ..... سیکنڈ آفیسر تھوڑا سا شریف آدمی ہی معلوم ہوتا تھا..... میرے نرم رویے کی بنیاد پر اس نے بھی اپنا رویہ نرم ہی کر لیا تھا۔ بہر حال انڈر گراؤنڈ کا مجھے کچھ علم نہیں تھا، لیکن جو میرا رہنما تھا وہ مجھے ساتھ لئے ہوئے جہاز کے نچلے حصے میں پہنچ گیا اور اس کے بعد اس سے بھی نچلے حصے میں غالباً یہ جہاز کی بالکل تہ تھی جہاں سٹور بنے ہوئے تھے اور ان سٹورز میں خاصا سامان تھا، لیکن مجھے جس پورشن میں لے جایا گیا وہاں غالباً آلہ کی بوریاں لدی ہوئی تھیں، چاروں طرف بوریاں چنی ہوئی تھیں اور ان کے درمیان کچھ افراد بیٹھے ہوئے تھے..... مجھے لانے والے نے کہا۔

”اپنا کارڈ مجھے دے دو تمہارا ناشتہ وغیرہ اور کھانا سب کچھ یہیں پہنچ جایا کرے گا۔ ویسے بھی تمہیں زیادہ عرصے یہاں قیام نہیں کرنا ہوگا..... اگر سیکنڈ آفیسر نے کوئی نئی ہدایت نہ دی۔

میں نے خاموشی سے اپنا کارڈ نکال کر اس کے حوالے کر دیا تھا..... جب وہ چلا گیا تو میں نے یہاں کا ماحول دیکھا..... خاص وسیع جگہ تھی اور آلہ کی لاتعداد بوریاں قطار سے چنی ہوئی تھیں..... یہاں میں نے سات افراد کو دیکھا جو لائن بنائے ہوئے ایک جگہ کھڑے مجھے دیکھ رہے تھے..... مختلف شکلوں اور شاید مختلف نسلوں کے افراد تھے، ان کے

ذمہ داری کے ساتھ ہو رہی تھی..... بہر حال مجھے بھی ایک ٹرے میں صبح کا ناشتا دے دیا گیا اور میں نے ایک گوشہ منتخب کر لیا..... پتا نہیں یہ زندگی مجھے پسند تھی یا بیزاری کا احساس تھا..... میں نے ایسے معاملات میں ذہن پر زور دینا ہی چھوڑ دیا تھا اور صرف اپنے کام سے کام رکھے ہوئے تھا۔ پورا دن رات دوسرا دن دوسری رات، بغیر کسی مشکل کے گزر گئی اور اب میں ذہنی طور پر کافی حد تک مطمئن تھا..... مستقبل کے بارے میں بھی سوچا تھا۔ جہاز کے سفر کا اختتام ہوگا اور مجھے ایک اجنبی دنیا میں اتار دیا جائے گا اور پھر وہاں مجھے اپنے آپ کو تلاش کرنا ہوگا..... دل ہی دل میں ہنسی بھی آ جاتی تھی کہ ایک کھویا ہوا انسان خود اپنی ذات کی تلاش میں سرگرداں ہے..... کیسی احمقانہ بات ہے، لیکن جو حالات میرے علم میں آئے تھے ان سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ میرا ماضی میرے دماغ کے پردوں سے نکل گیا ہے اور مجھے کچھ یاد نہیں ہے..... بہر حال اب جو کچھ بھی ہے جینا تو ہے، جیسے بھی ممکن ہو سکے..... ریوینا، ایلٹی بور یہ تمام کردار آہستہ آہستہ بھلا دینے ہوں گے۔ نئی زندگی، نئی راہیں، نئے لوگ، نجانے کیسے پھر اس سفر کے پانچویں دن ذرا تبدیلی رونما ہوئی۔ خلاصی مجھے تلاش کرتے پھر رہے تھے، انہوں نے مجھے پالیا اور ان میں سے ایک نے کہا۔

”آؤ میرے ساتھ۔“

وہ لوگ مجھے سیکنڈ آفیسر کے پاس لے گئے..... سیکنڈ آفیسر نے مجھے گھورتے ہوئے

کہا۔

”تمہارا نام ویس ہے؟“

”جی سر۔“

”تو پھر تمہیں انڈر گراؤنڈ ہونا چاہئے تھا۔“

”میں نہیں جانتا سر۔“

”کسی نے تمہیں انڈر گراؤنڈ ہونے کے لئے نہیں کہا۔“ سیکنڈ آفیسر نے پوچھا۔

”نہیں سر۔“

”خیر کوئی بات نہیں ہے..... دیکھو جہاز ایک بندرگاہ پر لنگر انداز ہونے والا ہے،

”گویا اتنے کہ یاد نہیں رہے۔“

”آپ لوگ کون ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں۔“

”بھائی، ہم سب بھی سگلی ہو کر جا رہے ہیں۔“

”خوب..... بہر حال آپ لوگوں سے مل کر خوشی ہوئی گویا آپ لوگ یہاں میرے

تھی ہوں گے۔“

”ہاں اگر ہم سے بنا کر رکھو۔“

”کیا مطلب..... بنانے سے کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ ہم پر رعب جمانے کی کوشش مت کرو۔“

میں ہنسنے لگا..... میں نے کہا۔

”نہیں بھائی، میں بھلا کسی پر رعب کیوں جماؤں گا۔“

”تو پھر ہم لوگوں سے تعارف حاصل کر لو۔“

”ضروری ہے..... میں نے تو تمہیں اپنا نام بنا ہی دیا ہے۔“

”تو پھر ملو ہم سے..... میرا نام ریوس ہے یہ ڈلاس ہے، یہ کم جونز ہے، یہ مارکوس

ہے۔“ وہ لوگ اپنے اپنے نام بتانے لگے اور اس کے بعد آخری شخص نے چھت کی جانب اُنکی اُٹھا کر کہا۔

”اور وہ ہشام ہے، مصر کا باشندہ ہے..... یعنی ہشام مصری، اس نے عجیب انداز

میں چھت کی جانب اُنکی اُٹھائی تھی اور میری گردن خود بخود اُوپر اُٹھ گئی تھی اور جو کچھ میں

نے دیکھا وہ ایک ناقابل یقین منظر تھا..... وہ ایک شخص ہی تھا جو چھت سے ہاتھوں اور

بیروں کے بل چپکا ہوا تھا، وہ خاموش نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا..... میری سمجھ میں کچھ

بھی نہیں آیا..... یہ شخص کس طرح چھت سے چپکا ہوا ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا

لیکن وہ مسکرا کر بولا۔

”ہیلو مسٹر ویلس۔“

”ہیلو۔“ میں نے بمشکل تمام کہا۔

ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹیں پھیلی ہوئی تھیں..... غالباً یہ یہیں کے مکین تھے۔ ایسا ہی لگ رہا تھا..... میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا پھر میں آہستہ آہستہ خود ہی ان کی جانب بڑھ گیا، سامنے پہنچ کر میں نے کہا۔

”ہیلو۔“

جواب میں ان لوگوں نے بھی مجھے ہلو کہا تھا..... میں نے ان سے کہا۔

”آپ لوگ جہاز کے عملے کے افراد ہیں؟“

”نہیں..... ہم زبردستی کے افراد ہیں۔“ ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

”مطلب..... میں سمجھا نہیں۔“

”تم کون ہو، یہ بتاؤ؟“

”میرا نام ویلس ہے۔“

”کیسے آنا ہوا؟“

”جہاز کے سیکنڈ آفیسر نے مجھے نیچے بھیجا ہے، کیونکہ اس کے کہنے کے مطابق جہاز

لنگر انداز ہوگا اور سخت چیکنگ کا امکان ہے۔“

”ہوں تو گویا تم بھی سگلی شدہ مال ہو۔“

”کیا مطلب؟“

”کہیں سے جہاز پر چڑھائے گئے ہو یا باقاعدہ ٹکٹ لے کر سفر کر رہے ہو؟“

”نہیں مجھے ایک ایسی جگہ سے جہاز پر سوار کرایا گیا ہے جہاں جہاز سمندر میں لنگر

انداز تھا۔“

”گڈ، گڈ..... گھما پھرا کر بات کرنے کے عادی معلوم ہوتے ہو؟ کتنے قتل کئے

ہیں؟“

”کیا مطلب؟“

”کتنے قتل کئے ہیں؟ اُنچا سنتے ہو؟“

”پتا نہیں۔“

”کیسے مزاج ہیں آپ کے؟“

”ٹھیک ہوں، لیکن آپ وہاں کیا کر رہے ہیں؟“

”بس عادت ہے مجھ سے زمین پر سویا نہیں جاتا اس لئے چھت پر سو رہا ہوں۔“

”مگر کیا آپ کو لٹکا دیا گیا ہے؟“

جواب میں نیچے کے تمام لوگ ہنس پڑے..... وہ بھی مسکرا رہا تھا۔ پھر اچانک ہی

اس نے ہاتھ پاؤں چھوڑ دیئے اور ایک دم سے چھت سے نیچے فرش پر آ رہا..... اس کا مطلب تھا کہ اسے کسی چیز سے باندھ کر لٹکا یا نہیں گیا تھا۔

”اصل میں اس شخص کی پیدائش میں گڑبڑ ہو گئی تھی۔“

ریوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کک کیوں؟“

”مکڑی کے ہاں انسانی شکل میں پیدا ہو گیا تھا..... اپنے آپ کو سپائیڈر مین کہتا

ہے۔“

”میں اب بھی نہیں سمجھا۔“

”سمجھنے کی کوشش بھی مت کرو..... تمہاری سمجھ میں کچھ نہیں آئے گا۔“ ڈلاس بولا اور

میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا..... ریوس اور ڈلاس تقریباً ہم شکل تھے، اس بارے میں میں نے ان سے سوال کر ڈالا۔

”آپ لوگ آپس میں کچھ رشتہ دار ہیں؟“

”ہاں..... ہم دونوں جڑواں بھائی ہیں۔“

”اوہ واقعی؟“

”ہاں بالکل۔“

”ویسے تم سے مل کر خوشی ہوئی، نرم مزاج آدمی ہو..... اچھی شخصیت کے مالک۔“

”لیکن افسوس میں مکڑا ہوں۔“ ہشام مصری نے کہا۔

”ہشام مصری میں واقعی تمہارے بارے میں نہیں سمجھ پایا۔“

”ارے بھائی بس کچھ امراض کا شکار ہو گیا ہوں..... دیکھو ذرا میرا بدن دیکھو اور

میرے ہاتھ پاؤں دیکھو۔“

میں نے غور کیا، واقعی اس کے ہاتھ اور پاؤں بہت پتلے پتلے تھے، جب کہ بدن اچھا خاصا فربہ تھا اور چہرہ بھی بھاری بھر کم ہی معلوم ہوتا تھا، لیکن اپنے ان ڈبلے پتلے ہاتھ پاؤں کے ساتھ وہ بہت پھرتیلا محسوس ہوتا تھا..... میں نے کہا۔

”اب مجھے یہ بتا دو تم چھت سے کیسے چپکے ہوئے تھے؟“

”بس ان ہاتھ پاؤں کی مدد سے میں دیواروں پر بغیر کسی سہارے کے چڑھ سکتا

ہوں۔ چھت سے گھنٹوں چپکا رہ سکتا ہوں..... چھپکلی کی مانند..... یہ میرا اپنا ایک انداز

ہے..... اب میں کیا کہہ سکتا ہوں اس بارے میں۔“

”مجھے یقین نہیں آ رہا۔“

”چھوڑو..... چھوڑو..... اپنے بارے میں اتنے لوگوں سے حیرت کے الفاظ سن چکا

ہوں کہ اب مجھے لفظ حیرت سے بھی نفرت ہو گئی ہے۔“

”معافی چاہتا ہوں..... بہر طور میں تمہیں تمہاری کسی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کرنا

چاہتا۔“

پھر ہم لوگ اچھے دوست بن گئے..... آٹھ افراد تھے جن میں ہشام مصری سب سے

زیادہ پراسرار شخصیت کا مالک تھا..... واقعی اسے دیواروں پر چڑھنے میں کمال حاصل تھا.....

چھپکلی اور مکڑی کا ملغوبہ معلوم ہوتا تھا..... دیواروں سے چپک جانا اس کے لئے کوئی مشکل

کام نہیں تھا۔

پھر جہاز کے انجن بند ہو گئے اور غالباً وہ لنگر انداز ہونے کی تیاریاں کرنے لگا.....

کسی بندرگاہ پر پہنچ گیا تھا..... ریوس نے مجھے بتایا۔

”یہ کچھ ہدایات ہیں، پتا نہیں تمہیں دی گئی ہیں یا نہیں، لیکن میں تمہیں بتائے دیتا

ہوں کہ اگر کچھ افراد یہاں اس طرح داخل ہوں کہ کچھ شبہ ہو جائے تو ہمیں ان آلوؤں کی

بور یوں میں داخل ہو جانا ہے اور اپنے آپ کو روپوش کر لینا ہے، جب تک کہ چیکنگ ہو.....

یہ ہدایت ہمیں پہلے دی گئی تھی، پتا نہیں تمہیں کیوں نہیں بتایا گیا۔“

لیکن ریوس کا یہ خیال غلط نکلا، اس بار جو لوگ ہمیں کھانا دینے آئے انہوں نے ایک بار پھر ہمیں بریف کیا تھا کہ اگر چیکنگ ہوئی تو ہمیں اطلاع دے دی جائے گی اور ہمیں آلوؤں کی بور یوں میں داخل ہونا ہوگا۔

بارہ گھنٹے، چودہ گھنٹے اور پھر چوبیس گھنٹے گزر گئے..... ہمیں کوئی وارننگ نہیں دی گئی تھی، اس کا مطلب تھا کہ وہ لمحات پیدا نہیں ہو سکے تھے جس کا خطرہ جہاز کے عملے کے سرکردہ افراد سے تھا۔ یعنی چیکنگ۔

پھر دوسرے دن صبح جہاز کے انجن دوبارہ سٹارٹ ہوئے اور اس کے بعد وہ جنبش کرنے لگا..... ہم لوگوں نے سکون کی سانس لی تھی..... گویا یہ مرحلہ ٹل گیا تھا اور اس کے بعد ہمیں اس کی اطلاع بھی دے دی گئی تھی، لیکن کسی نے مجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں اس جگہ سے باہر آ جاؤں اور میں جانا بھی نہیں چاہتا تھا..... کم از کم ان لوگوں سے اچھی دوستی اور شناسائی ہو گئی تھی۔

ہشام مصر کا باشندہ تھا..... جرائم پیشہ آدمی تھا..... بڑی بڑی چوریاں اور ڈکیتیاں کرچکا تھا، سزا ہو گئی تھی..... جیل سے نکل کر بھاگا ہوا تھا اور اب یہاں سے کہیں اور جا کر نئی زندگی کا آغاز کرنا چاہتا تھا۔

ریوس اور ڈلاس جڑواں بھائی قاتل تھے..... ایک جذباتی حادثے میں وہ چند افراد کو قتل کر چکے تھے اور اس کے بعد فرار ہو رہے تھے..... اس طرح ہر شخص کی الگ الگ کہانی تھی۔ میرے بارے میں انہوں نے سوال کیا تو میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”بھائی میری زندگی ایک معمولی سی حیثیت کی حامل ہے۔ ایک چھوٹی سی جگہ قیام پذیر تھا..... کچھ لوگوں سے جھگڑا ہو گیا تو میرے ہمدردوں نے مجھ سے کہا کہ میں وہاں سے نکل جاؤں اور مجھے اس جہاز پر چڑھا دیا..... بس اتنی سی داستان ہے میری۔ آگے چل کر یہ داستان کیا شکل اختیار کرتی ہے، مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔“

داستان آگے بڑھتی رہی، اس وقت ہماری زندگی سمندر پر سفر کر رہی تھی..... پھر

ایک تبدیلی اور رونما ہوئی۔ اسے تبدیلی کہا جائے یا واقعہ، اس کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکا تھا لیکن ایسا ہوا کہ اس وقت شام کے تقریباً چار بجے تھے..... گھڑیاں یہی بتاتی تھیں کہ نیچے آنے والے راستے پر آٹھس سائے دیں..... آنے والے چار افراد تھے جن میں ایک کپتان کی وردی پہنے ہوئے تھا..... دوسرا وہی سیکنڈ آفیسر تھا..... دو افراد ذرا اجنبی شکلوں کے مالک تھے اور ان میں سے بھی ایک خصوصاً قابل توجہ، وہ ایک شاندار سوٹ پہنے ہوئے تھا، لیکن اس کے چہرے پر نقاب لگا ہوا تھا..... صرف آنکھوں کی جگہ سوراخ تھے، طاقتور اور توانا بدن کا مالک دراز قامت آدمی تھا..... چال ڈھال سے بے حد پھرتیلا اور لباس کے معاملے میں انتہائی خوش سلیقہ، یہ نہیں پتا کہ اس نے نقاب کیوں لگا رکھا تھا..... کپتان کو بھی میں نے پہلی دفعہ دیکھا تھا..... ایک سمارٹ سا آدمی تھا، جھوٹی داڑھی اور آنکھوں کا رنگ گہرا نیلا..... یہ آنکھیں ذرا عام آنکھوں سے منفرد تھیں..... پہلے میں نے کپتان کو نہیں دیکھا تھا..... بلکہ سیکنڈ آفیسر سے میری ملاقات ہو چکی تھی..... سیکنڈ آفیسر نے سخت لہجے میں کہا۔

”سب لوگ ایک قطار میں کھڑے ہو جاؤ۔“ ہشام مصری بھی اس وقت چھپتے بجائے زمین پر ہی تھا اور مودب انداز میں قطار میں جا کھڑا ہوا تھا..... ان سب کا خیال تھا کہ جہاز کا عملہ چونکہ معاون ہے اور ابھی تک ان کے ساتھ کوئی ایسی حرکت نہیں کی گئی جس سے یہ احساس ہو کہ جہاز کا عملہ ان لوگوں کو اہمیت نہیں دیتا، جو رقم ان سے وصول کی گئی تھی۔ اس کا صحیح بدل دیا جا رہا ہے تو پھر اس عملے کے ساتھ کوئی برائی کرنا مناسب نہیں ہے اور ویسے بھی اصولی طور پر یہ غلط ہے کیونکہ وہ لوگ کہیں بھی کوئی غلط کارروائی کر سکتے ہیں، چنانچہ اس وقت بھی یہی انداز برقرار رکھا گیا اور سب خاموشی سے کھڑے ہو گئے۔ نقاب دار شخص ان سے تھوڑا سا پیچھے تھا اور سیکنڈ آفیسر آگے آ گیا تھا۔ اس نے ایک ایک کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”یہ ہشام مصری ہے، کون ہے کیا ہے، یہ ہمیں نہیں معلوم اور نہ ہی ہم پہلے سے اس بارے میں کوئی تصدیق کرتے ہیں..... ہمارا کام جو کچھ ہے، وہ آپ جانتے ہیں..... یہ

ریوس ہے اور یہ ڈلاس، یہ کم جوز، یہ مارکو، یہ ویلس ہے اور یہ وکٹر لیمب وغیرہ وغیرہ..... نقاب پوش خاموشی سے کھڑا ہم سب کا جائزہ لے رہا تھا..... تھوڑی دیر تک وہ لوگ وہاں رُکے رہے اور اس کے بعد سب واپس چلے گئے..... ہشام مصری گہری نگاہوں سے ان سب کا جائزہ لے رہا تھا..... میں نے بھی اس نقاب پوش شخص کو غور سے دیکھا تھا..... خود خال وغیرہ کا تو کوئی اندازہ نہیں ہو رہا تھا، لیکن ایک چیز پر میں نے غور کیا تھا اور وہ یہ کہ نقاب پوش کے داہنے ہاتھ کی دو انگلیاں آپس میں جڑی ہوئی تھیں..... انگوٹھا اور بعد کی دو انگلیاں فری تھیں، لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی، جس پر توجہ دی جائے..... توجہ تو اس نقاب پر تھی جو اس نے لگائی ہوئی تھی۔ وہ چلے گئے تو ہشام مصری کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے۔

”کیا بات ہے یہ شناختی پریڈکس سلسلے میں تھی۔“

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تو ہشام مصری کہنے لگا۔ ”دوستو نجانے کیوں میری چھٹی حس مجھے یہ احساس دل رہی ہے کہ اب کوئی گڑبڑ شروع ہو گئی ہے۔“

”کک کیا مطلب۔“ کم جوز نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”ہم اب تک جو سفر کرتے رہے ہیں، وہ بے حد پرسکون اور کسی مشکل کے بغیر تھا۔“

لن لوگوں کا فرض بھی یہی ہے کہ جو رقم ہم نے انہیں ادا کی ہے اس کے عوض یہ ہمیں کسی ایسی جگہ پہنچا دیں جہاں سے ہم اپنی نئی زندگی کا آغاز کریں، ان کا کام بس اتنا ہی تھا، کسی ایسے شخص سے ہمارا تعارف جس نے اپنا چہرہ نقاب میں چھپایا ہوا ہو..... مجھے تو لگتا ہے کسی خاص اہمیت کا حامل ہوگا۔“

”مم مگر آپ کے خیال میں مسٹر ہشام مصری وہ کیا بات ہو سکتی ہے جس کے لئے ہمیں ان سے روشناس کرایا گیا ہے؟“

”یہی چیز تو پریشانی کا باعث ہے۔“

”لیکن میں پوچھتا ہوں آخر اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔“ مارکوس نے اُلجھے

ہوئے لہجے میں کہا اور ہشام مصری پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا۔

”اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ ہمیں بات نہیں معلوم۔“

”میرا خیال ہے تم بات سے بات پیدا کر رہے ہو۔“

”اگر تمہارا خیال ہی درست نکلے تو ہمارے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی..... اصل میں ایک بات بتاؤں تمہیں مسٹر مارکوس۔ جو لوگ میری مراد خاص طور سے اس کپتان سے ہے، پیسے لے کر غیر قانونی طریقے سے کسی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا سکتے ہیں۔ یعنی جرم کر سکتے ہیں تو ان سے یہ توقع ہمیشہ رکھنی چاہئے کہ وہ کسی اور سے پیسے لے کر کوئی دوسرا جرم بھی کر سکتے ہیں۔“

”میں پھر تم سے یہی سوال کروں گا کہ کیا مطلب؟“ مارکوس ایک جھکی آدمی معلوم ہوتا تھا اور ہشام مصری مسکرا دیا۔ پھر اس نے کہا۔

”اس کے علاوہ میرا اور کوئی مطلب نہیں ہے۔“

پھر سب بے چینی کا شکار ہو گئے..... شاید میں ان میں شامل نہیں تھا..... میں تن بہ تقدیر تھا جو کچھ بھی ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ میری تو کوئی منزل ہی نہیں ہے، جہاں بھی اتارا جاؤں گا وہاں نئے سرے سے اپنے آپ کو انسانوں سے روشناس کرانا پڑے گا اور وہ انسان کیسے ہوں گے، یہ نہ میں جانتا تھا اور نہ کوئی اور لیکن ہشام مصری کا اندازہ کسی قدر درست ہی تھا۔

جہاز نے مزید تیس پینتیس گھنٹے سفر کیا اور پھر اس کی رفتار سست ہونے لگی۔ اس وقت ہم لوگ سو رہے تھے، اندازہ یہ تھا کہ رات گزر چکی ہے اور صبح ہونے میں کچھ دیر باقی ہے..... جہاز کی سست رفتاری اور اس کی مشینیں بند ہو جانے سے جو سناٹا پھیل گیا تھا، اس نے ہمیں چونکا کر جگا دیا تھا..... کوئی ہدایت نہیں دی گئی تھی اس لئے یہ ہی سوچا جاسکتا تھا کہ کوئی اہم ہی واقعہ ہو گیا ہے۔ اگر کسی بندرگاہ وغیرہ کا معاملہ ہوتا تو یقینی طور پر ہمیں اس سلسلے میں ہوشیار کیا جاتا، لیکن پھر ہوشیار کرنے والے آگئے..... وہ پانچ چھ افراد تھے اور ان میں دو سینڈ آفیسر بھی شامل تھا..... اس نے کہا۔

”تم لوگ آؤ۔“

”لک کیا بات ہے جناب خیریت تو ہے۔“

”ہاں خیریت ہی ہے، کوئی خاص بات نہیں، کپتان صاحب تمہیں بلا رہے ہیں۔“
”کیا کوئی بندرگاہ آگئی ہے۔“

”سوالات مت کرو آجاؤ اور پھر ہم سب کو قطار ہی بنا کر باہر نکال لیا گیا۔ ہمارا اندازہ درست تھا۔ صبح کا مدہم مدہم اُجالا پھوٹنے لگا تھا، لیکن وقت ابھی اتنا ہی ہوا تھا کہ جہاز میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ موسم اور وقت بہت سہانا تھا۔ عرشے پر ایک جگہ چند افراد کھڑے ہوئے تھے، ان میں وہ کپتان بھی تھا جو اس وقت اپنی مخصوص وردی میں نظر آ رہا تھا، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ تاحد نظر سمندر پھیلا ہوا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ جہاز ابھی کسی جگہ نہیں پہنچا تھا، بلکہ سمندر ہی میں ہے۔ سیکنڈ آفسر اور تمام افراد ہمیں لئے ہوئے اس جگہ پہنچ گئے، جہاں بقیہ تمام افراد موجود تھے۔ ان میں سے کچھ نیچے بھی جھانک رہے تھے۔ تعجب ہوا عرصے کی رینگ کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے میں نے بھی نیچے دیکھا تو جہاز کے اس حصے پر مجھے ایک چھوٹی لائچ نظر آئی جو موٹر کے بغیر تھی۔ یعنی ایک ایسی کشتی جسے پتواروں کے ذریعے چلایا جاسکتا تھا۔ بوسیدہ سی کیفیت میں تھی۔ اس سے پہلے جہاز میں نہیں دیکھی تھی، ہو سکتا ہے کسی ایسی جگہ پڑی ہو جہاں ناکارہ سامان پھینک دیا جاتا ہے، لیکن اس وقت وہ پانی پر بچکولے کھا رہی تھی اور اس پر پتوار بھی موجود تھے، نہ جانے کیوں مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ ہشام مصری نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

”مسٹر ویلس صورت حال کچھ بہتر نہیں معلوم ہوتی۔“

میں خاموش ہی رہا اور ہم سب اس جگہ پہنچ گئے جہاں کپتان موجود تھا۔ کپتان نے ایک نگاہ ہم سب پر ڈالی پھر بولا۔

”تم لوگوں کی منزل آگئی ہے۔“

”کیا یہ کھلا سمندر؟“ ہشام مصری نے سوال کیا۔

”نہیں۔۔۔۔۔ وہ دیکھو وہ سامنے اندھیرا ہونے کی وجہ سے شاید تمہیں واضح طور پر نظر

نہ آئے، لیکن غور کرو تم وہ سرمئی لکیر دیکھ رہے ہو۔ ابھی سمندر پر کھر چھائی ہوئی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب سورج بلند ہوگا تو یہ کھر چھٹ جائے گی اور تم وہ خشک جگہ دیکھ لو گے۔ وہ تمہاری منزل ہے۔“

”وہ کیا ہے مسٹر کیپٹن؟“

”آبادی ایک ایسی آبادی جہاں سے تم اپنی نئی زندگی کا آغاز کر سکو گے۔“

”کیا آپ کا مطلب ہے کہ اب ہمیں جہاز سے الگ ہو جانا ہے؟“

”تو تم کیا سمجھتے ہو کیا تم ایک باعزت شہری ہو، تمہارے پاس پاسپورٹ اور کاغذات موجود ہیں۔ کیا تم ایک معزز مسافر کی حیثیت سے سفر کر رہے ہو اور ہم تمہیں بندرگاہ پر باقاعدہ اتاریں گے؟“

”مطلب کیا ہے آپ کا؟“ اس بار مارکوس نے سوال کیا تھا۔

”مطلب صرف یہ ہے کہ آپ لوگ اس سیڑھی کے ذریعے اس کشتی پر اتر جائیے۔

محنت کیجئے اور اس زمین تک پہنچ جائیے جو سامنے نظر آرہی ہے اور وہاں سے اپنی زندگی کا آغاز کیجئے۔ یہی طریقہ کار ہوتا ہے، باقاعدہ بندرگاہوں پر تو نہیں اتارا جاسکتا آپ کو۔“

”لیکن اس کے بارے میں ہمیں پہلے تو نہیں بتایا گیا تھا؟“

مارکوس جھگڑالو آدمی معلوم ہوتا تھا۔

”کیا تم نے جہاز پر سوار ہوتے ہوئے یہ تمام تفصیلات معلوم کی تھیں؟“

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن انسانی نقطہ نظر سے۔“

”انسانی نقطہ نظر ہی سے ہم آپ کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں، کیا نام ہے آپ

کا؟“

”مارکوس۔“

”مسٹر مارکوس۔“

”مم مگر ہم۔۔۔۔۔ ہم اس سمندر میں کہاں جائیں گے۔“

”خشکی تک، وہ جو سامنے نظر آرہی ہے یا پھر اگر آپ نہ جانا چاہیں تو چلئے میں آپ

کشتی ایک دم سے اُپر اُٹھ گئی..... اسے زبردست جھٹکا لگا تھا اور مارکوس اطمینان سے سمندر میں جا پڑا تھا..... اس کی کئی چیخیں اُبھری تھیں۔

یہ کشتی کو بری طرح جھنجھوڑ کر نکل گئی۔ تب ہم نے مارکوس کو دیکھا جو خوف سے آنکھیں پھاڑے ہمیں دیکھ رہا تھا۔

”مارکوس..... آ جاؤ..... ہم کشتی آگے بڑھا رہے ہیں۔“

ہشام چیخا۔

”مجھے تیرا نہیں آتا۔“ مارکوس کی منحنی آواز سنائی دی۔

”آہ..... کھلے سمندر میں کشتی سے اتر کر کون اپنی زندگی کھونا پسند کرے گا۔“

”میں۔“ میں نے کہا اور دوسرے لمحے میں نے پانی میں چھلانگ لگا دی اور برق

رفتاری سے مارکوس کی طرف لپکا..... شاید میں بہت اچھا تیراک تھا، کیونکہ کچھ ہی دیر کے بعد میں مارکوس کو کشتی پر واپس لانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کی حالت بے حد خراب ہو رہی تھی۔ کچھ دیر بعد جب اس کی حالت بہتر ہوئی تو ہشام نے پر مزاح لہجے میں کہلا۔

”آپ پانی میں کیا کرنے گئے تھے مسٹر مارکوس؟“

”بکواس مت کرو..... کیا میں خود گیا تھا۔“ مارکوس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا

اور میں ہنس پڑا۔

”اوہو..... ہم لوگوں کو غلط فہمی ہو گئی تھی۔“

”یہ شخص کبھی آگ میں کود گیا تو بھی میں اس کی مدد کروں گا۔“ مارکوس بولا۔

”اوہ آپ آگ میں تیرنا جانتے ہیں۔“

”ہاں..... میں فائر مین رہ چکا ہوں۔“

ہشام مصری سب سے نفیس آدمی تھا..... ٹھنڈے مزاج کا مالک، ہر مشکل کو قبول کرنے والا۔ اس کی پیشانی بے شکن رہتی تھی..... دوسرے دو بہترین کردار ان جڑواں بھائیوں کے تھے..... کم جوز بھی اچھا آدمی تھا..... مارکوس، شپیر، ہوز اور مارس ذرا مختلف طبیعت کے مالک تھے۔

کو بندرگاہ تک لے چلتا ہوں اور اس کے بعد آپ کو اس ملک کی پولیس کے حوالے کر دیا جائے گا جو آپ کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرے گی۔“

”بات سمجھ میں آتی ہے۔“ ریوس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا..... ہمیں آگے بڑھنا ہے۔ یہ سیرھی ہے آپ لوگ لالچ تک چلے جائیے اور وہاں سے اپنی زندگیاں تلاش کیجئے۔“

ہشام مصری نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔ ”ویسے ہمیں یہ نہیں بتایا گیا تھا۔“

”اب بتایا جا رہا ہے..... آپ سیڑھیوں سے نیچے اترنا پسند کریں گے یا پھر ہم آپ کو اُٹھا کر نیچے پھینک دیں۔“

”نہیں ہم سیرھی سے نیچے اترنا پسند کریں گے۔“ ہشام مصری نے کہا اور سب سے پہلا آدمی وہی تھا جو سیرھی کے ذریعے نیچے اترنے لگا اور چند لمحات کے بعد اس کشتی پر کھڑے ہو کر ہاتھ ہلانے لگا..... باقی لوگ بھی ایک ایک کر کے نیچے اترنے لگے..... صرف دو تین افراد ایسے تھے جنہوں نے اس سلسلے میں خاصی رد و قدح کا مظاہرہ کیا تھا، لیکن بہر حال انہیں کشتی میں آنا پڑا..... کشتی اتنی بڑی ضرورت تھی کہ ہم اُٹھ افراد کو سنبھال سکتی..... ہشام مصری نے سب سے پہلے پتوار سنبھال لئے، اُپر سے کشتی کا رسہ ہٹالیا گیا اور وہ بے سہارا ہو گئی، پھر ہمیں آگے بڑھنے کا اشارہ کیا گیا اور تمام افراد نے مل کر کشتی کو آگے بڑھانا شروع کر دیا..... صرف مارکوس اور شپیر تھے جو منہ پھلائے اس طرح بیٹھے ہوئے تھے جیسے کشتی میں موجود باقی لوگوں نے ان کے ساتھ زیادتی کی ہو، لیکن اتنے دنوں کا ساتھ دشمنی کا نہیں دوستی کا باعث بن گیا تھا اور سب کے سب تیز تیز پتوار کھ کر یہ کوشش کرنے لگے تھے کہ کشتی کو جہاز سے زیادہ سے زیادہ دُور لے جائیں تاکہ جہاز جب آگے بڑھے تو موجیں کشتی کو اُلٹ نہ دیں۔

لیکن چند لوگ تعاون نہیں کر رہے تھے اور اس عمل سے بے تعلق تھے جن میں مارکوس بھی شامل تھا..... وہ کشتی کے آخری کونے پر ناراض بیٹھا ہوا تھا۔

وہی ہوا جس کا خدشہ تھا، جو نہی جہاز آگے بڑھا ایک تیز لہر کشتی کی طرف لپکی اور

نیچے پھینک دیا جائے گا۔“

”اصل میں مجھے تیرا نہیں آتا مسٹر مارس..... اس لئے میں نے سوچا کہ اگر انہوں نے مجھے نیچے پھینک دیا تو میں دوبارہ کشتی پر نہیں آسکوں گا۔“ ہشام نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

مارس خاموش ہو گیا۔

”سوری مسٹر ہشام۔“

”آئندہ انہیں سنبھال کر رکھنا، ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔“ ہشام نے کہا اور ہنس پڑا..... پھر بولا۔ ”ارے بھائی مسٹر مارس مجھ پر ناراض ہو رہے ہو تم سوری کیوں کہہ رہے ہو۔“

مارس بھی شرمندہ ہو گیا تھا..... کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔ ”میں واقعی حماقت کی بات کر رہا تھا، لیکن میں پریشان ہوں۔“

”کوئی بات نہیں مسٹر مارس..... کیا عمدہ بات ہے، اس وقت محاوروں کی اہمیت معلوم ہو رہی ہے..... بھی یہ محاورہ اس وقت کتنا درست ہے کہ ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔“

ہشام مصری نے کہا۔

روشنی ہو گئی..... کشتی ساحل کی کشش میں آگئی تھی اور لہریں اسے ساحل کی طرف دھکیل رہی تھیں..... کم جوز نے کہا۔

”ہمیں خود کو سنبھالنا ہوگا..... تندر لہریں ساحل کی طرف دوڑ رہی ہیں، گو ساحل ابھی دور ہے، لیکن پھر بھی طاقتور لہریں ہمیں اٹھا کر ساحل پر پھینک سکتی ہیں..... اس وقت ہم زخمی ہو سکتے ہیں، اس لئے ایسے حادثے کے لئے تیار رہنا ہوگا۔“ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر بھوری لکیر کے خدو خال مدہم ہونے لگے۔ ریت کے ٹیلے زیادہ بلند نہیں تھے اور ان کے پس منظر میں سرسبز و شاداب درخت نظر آرہے تھے..... بے باک لہریں ہمیں ساحل پر لے جانے کا تہیہ کر چکی تھیں اور ہم سب کشتی کو سنبھالے ہوئے تھے۔ اب ہر چیز بالکل

جہاز اب دُور ہو گیا تھا اور جوں جوں روشنی بڑھتی جا رہی تھی وہ لکیر واضح ہوتی جا رہی تھی۔

”تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ کوئی بہتر جگہ ہوگی؟“ مارس نے ہشام کو گھورتے ہوئے کہا۔

”سر..... میں کوشش کروں گا کہ وہ بہتر ہو۔“ ہشام نے گردن جھکا کر کہا۔

”بھلا اس میں کوشش کیسے کی جاسکتی ہے؟“

”یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔“

”یو آر گرٹ مسٹر ہشام۔“ ریوس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”تم کوئی پیشہ ور مکھن باز معلوم ہوتے ہو۔ کیا گریٹنس نظر آرہی ہے، تمہیں اس شخص میں۔“ مارس نے منہ بنا کر کہا۔

”آپ خود غور کریں تو بہتر ہے جناب۔“

”کیا مطلب؟“

”مسٹر ہشام کون ہیں؟“

”یہ بھی تم ہی بتا دو۔“

”آپ جہاز سے سگل ہوئے تھے..... ٹھیک ہے نا۔“

”بالکل ٹھیک ہے..... پھر۔“

”کیا آپ نے یہ سودا مسٹر ہشام سے کیا تھا؟“

”ایں..... نہیں۔“

”کیا مسٹر ہشام نے ان لوگوں سے فرمائش کی تھی کہ وہ ہم سب کو کشتی میں اتار

دیں؟“

”لیکن کشتی میں اترنے کے لئے یہ سب سے پہلے تیار ہو گیا تھا۔ بعد میں ہمیں بھی

اترنا پڑا۔“

”اوہ..... تو یہ بات ہے لیکن انہوں نے کہا تھا کہ اگر ہم کشتی سے نہ اترے تو ہمیں

واضح ہو گئی تھی۔ ایک سنسان، کلین صاف ستھرا ساحل تھا..... بائیں سمت پہاڑیاں نظر آرہی تھیں، لیکن اس طرف موجوں کی طاقت زیادہ تھی اور کشتی اس طرف جا کر ان ساحلی چٹانوں سے ٹکرا بھی سکتی تھی، اس لئے ہماری جدوجہد یہ تھی کہ کشتی ادھر نہ جانے پائے۔

کچھ دیر کے بعد فیصلہ ہو گیا۔ ساحل کی ریت بھی نظر آئی تھی اور اس ڈھلوان ریت نے کشتی کی رفتار بالکل سست کر دی، پھر وہ رُک گئی اور لہریں اسے آگے نہ لے جا سکیں۔ گویا سمندری شوختم ہو گیا تھا۔

ہشام نیچے کود گیا..... مارکوس نے کمزور لہجے میں کہا۔ ”کیا تم لوگ میری مدد کرو گے؟“

”دل و جان سے مسٹر مارکوس۔“ ہشام نے کہا۔

”مجھے پانی سے بہت خوف محسوس ہوتا ہے، جبکہ ساحل دُور ہے۔“

”ساحل بالکل قریب ہے..... آپ فکر نہ کریں۔“ ہشام نے کہا اور مارکوس کو آگے لے جانے لگا، کچھ دیر کے بعد ہم ساحل پر پہنچ گئے..... ریت پر ہلکی سی گرمی پیدا ہو گئی تھی جو اس وقت بہت خوشگوار لگ رہی تھی۔ میں ریت پر چت لیٹ گیا..... میری دیکھا دیکھی دوسروں نے بھی یہی عمل کیا تھا..... ہشام میرے قریب آ گیا اور پھر وہیں لیٹ گیا۔ پھر اس نے کہا۔

”میرے خیال میں زندگی کا اتنا ہی تحفظ مناسب ہے جتنا ہمارے بس میں ہو۔“

”شاید۔“ میں نے کہا۔

”مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتے؟“ وہ بولا۔

”اوہ..... ایسی بات نہیں ہے مسٹر ہشام۔“

”تب پہلی بات کے جواب میں تحفظ شاید ناکافی ہے۔“

”میں نے غور نہیں کیا تھا۔“

”جیسے یہ وقت! ہم نہیں جانتے کہ یہ کون سی جگہ ہے، لیکن کیا ہم یہاں خود کو محفوظ

سمجھیں۔“

”محفوظ..... ہم کہاں محفوظ ہیں۔“

”جیسے رات کو سوجاتے ہیں..... ہر بات سے بے پروا ہو کر کہ جس بیڈروم میں ہم سو رہے ہیں اس کی چھت بھی گر سکتی ہے۔ ہم اعتماد کرتے ہیں وقت پر۔“

”آپ ٹھیک کہتے ہیں مسٹر ہشام۔“

”مسٹر ویلس..... آپ اپنے آپ میں کھوئے کھوئے رہتے ہیں وجہ؟“

”میں اس کائنات میں کھویا گیا ہوں مسٹر ہشام۔“

”سمجھا نہیں۔“

”جس جگہ میں نے ہوش سنبھالا تھا..... میں وہاں کا انسان نہیں تھا۔“

”اوہ دلچسپ۔“

”ڈاکٹر ایلی بور میرے گمراہ تھے اور ریو دینا میری دوست۔ وہ لوگ کہتے تھے کہ میں ایک کچلے ہوئے گوشت کے ڈھیر کی حیثیت سے یہاں کے ساحل پر آپڑا تھا۔“ میں نے ہشام کو اپنے بارے میں بتایا اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

”تو تمہیں اپنا ماضی یاد نہیں۔“

”ہاں اس طرح میں اس کائنات کا سب سے متلاشی آدمی ہوں، جس کے ماضی کا سرمایہ گم ہو گیا ہے۔“

”تم ماضی کے بارے میں سوچتے ہو؟“

”ہاں نہ جانے میں کون ہوں..... نہ جانے پہلے کیا تھا۔“

”دل چاہتا ہے خود کو تلاش کرنے کے لئے۔“

”اس کے سوا اور کچھ دل نہیں چاہتا۔“

”ایک بات کہوں ڈیئر..... میرا ساتھ قبول کرو گے؟“

”سمجھا نہیں ہشام۔“

”پورٹ سعید کا رہنے والا ہوں..... ماں باپ مر گئے..... تنہا رہ گیا..... ایک سرکس کے مالک نے مجھے پال لیا..... کرتب سکھائے۔ بد صورت تھا، ایک خوبصورت حینہ سے

عشق کیا، مگر بد صورتی آڑے آئی..... اس نے ایک اور مرد سے شادی کر لی..... پھر جب دونوں ایک ہوٹل میں سہاگ رات منا رہے تھے، میں نے انہیں کامیاب نہ ہونے دیا اور جوش میں آکر قتل کر دیا، کیونکہ اس نے وہاں بھی مجھے بد صورتی کا طعنہ دیا تھا..... پھر مصر چھوڑ دیا، مگر ضمیر نے کچوکے دیئے..... یہ تو اس کا حق تھا کہ مجھے ٹھکرا دے۔ میں نے غلط کیا، کوئی کنارہ نہیں تھا..... بس مضطرب زندگی کو گھسیٹ رہا ہوں..... تنہا..... بے سہارا..... چوریاں کرتا ہوں..... وقت قدموں تلے ہے..... سرکس میں جو کھیل دکھاتا تھا وہی ذہن پر رہ گیا۔ اب زندگی میں کچھ نہیں ہے، لیکن کچھ چاہتا ہوں..... کوئی مقصد بنانا چاہتا ہوں۔“

”مثلاً؟“

”تمہارا ساتھ۔“

”میرا ساتھ؟“

”ایک اچھا دوست۔“

”کام چل جائے گا۔“

”ہاں..... میں تمہارے ساتھ مل کر تمہیں تلاش کروں گا..... میری زندگی کا بھی کوئی مصرف نکل آئے گا۔“

”کیا یہ آسان ہوگا؟“

”تم یہ کوشش کرو گے۔“

”ظاہر ہے۔“

”میں تمہارا ساتھ دوں گا۔“ اس نے کہا اور میں سوچ میں ڈوب گیا، پھر میں نے

کہا۔

”میں تمہاری اس محبت کا کیا صلہ دے سکوں گا ہشام؟“

”دے سکتے ہو۔“

”بھلا کیا؟“ میں نے پھینکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

”مجھ سے محبت کرنا..... مجھے دوست سمجھنا..... مجھ پر اعتماد کرنا۔ میرے لئے

مضطرب ہونا۔“ اس نے کہا اور میں اسے دیکھنے لگا..... پھر اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر کہا۔

”میں نہیں جانتا کہ آگے کیا ہو، لیکن تمہاری دوستی میری زندگی ہوگی۔“ اس نے پر جوش انداز میں میرا ہاتھ تھام لیا تھا۔

کافی دیر تک ہم ماحول سے بے پرواہ پڑے رہے..... پھر ہشام اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”ابھی تک کسی کا اس طرف نہ آنا ظاہر کرتا ہے کہ آس پاس کوئی موجود نہیں ہے۔“

”ہاں۔“

”میرا خیال ہے میں ان پہاڑیوں کی طرف جاتا ہوں..... اوپر چڑھ کر دور تک کا نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ پتا تو چلے یہ کیسی جگہ ہے اور آبادی یہاں سے کتنی دور ہے۔“

”میں بھی چلتا ہوں۔“

”ضرور چلو۔“ اس نے کہا اور ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے..... دوسرے لوگ چونک کر ہماری طرف دیکھنے لگے تھے۔ پھر کم جوز نے آواز لگائی۔

”ہے کیا تم جارہے ہو؟“

”کیوں مسٹر تمہارا کیا خیال ہے؟“

”کچھ نہیں..... ظاہر ہے ابھی ہمیں یہاں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔“ کم جوز

نے کہا۔

”یہی معلوم کرنے جارہے ہیں۔“

”اوکے۔“ جوز نے ہاتھ ہلایا اور ہم دونوں آگے بڑھ گئے۔

پہاڑیاں دشوار گزار تھیں، کچھ دیر کے بعد ہم بلندی پر پہنچ گئے..... دُور تک ناہموار درخت بکھرے ہوئے تھے..... ان کے دوسری طرف کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

”ویس..... یوں لگتا ہے جیسے ایک ناہموار جنگل ہو۔ مجھے شبہ ہے کہ یہاں انسانی

آبادی نہیں ہے..... شاید ہم کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں۔“

”آبادی کے نہ ہونے سے؟“ میں نے سوال کیا، لیکن میرے اس سوال کا ہشام

نے کوئی جواب نہیں دیا تھا..... وہ سوچ میں ڈوبا ہوا تھا، پھر اس نے گہری سانس لے کر

رکنے کا اشارہ تھا۔

پھر ہیلی کاپٹر کافی نیچے آگیا اور میگافون سے آواز اُبھری۔
”اپنی جگہ ساکت ہو جاؤ..... ہاتھ سر پر رکھ لو، ورنہ اب یہ گولیاں تمہارے جسموں
میں داخل ہو جائیں گی۔“

اس حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا..... ہیلی کاپٹر نیچے
اُتر گیا اور اس سے چھ آدمی نیچے کود آئے..... یہ سب اسٹین گنوں سے لیس تھے اور انہوں
نے گنیں ہم پر تانی ہوئی تھیں۔

پھر اچانک جنگل سے تین گاڑیاں نمودار ہوئیں، ان میں بھی مسلح افراد تھے..... یہ
سب نیلے رنگ کے لباس پہنے ہوئے تھے۔

”کیا یہ فوجی ہیں؟“ ہشام نے آہستہ سے کہا..... میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔
نتیجہ وہی ہوا جو اس وقت ہونا تھا..... انہوں نے ہمارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال
دیں اور پوری احتیاط سے ہماری تلاشی لے ڈالی..... ان لوگوں کا تعلق یورپی ملک سے تھا،
لیکن چہرے جھلے ہوئے سے تھے..... نہ جانے کون سے ملک کے لوگ تھے۔ بہر حال اس
کے بعد ہمیں مختلف ٹولیوں کی صورت میں گاڑیوں میں بٹھالیا گیا، کچھ دیر کے بعد یہ گاڑیاں
درختوں کے درمیان داخل ہو گئیں..... تب ہمیں اندازہ ہوا کہ درخت گھنے ضرور ہیں، لیکن
ان کے درمیان سے گاڑیاں بہ آسانی گزاری جاسکتی ہیں..... تمام گاڑیاں ایک قطار کی شکل
میں چل رہی تھیں۔

یہ سفر کوئی بیس منٹ جاری رہا..... اس کے بعد درختوں کا سلسلہ ختم ہو گیا..... سامنے
ایک وسیع میدان نظر آ رہا تھا جس میں جگہ جگہ نیلے اُبھرے ہوئے تھے..... کچھ فاصلے پر
ایک پہاڑی دیوار نظر آ رہی تھی جس میں نیچے سے اوپر تک لاتعداد کالے دھبے نظر آ رہے
تھے، یہ کالے دھبے اصل میں غاروں کے دہانے تھے جو اس دیوار میں جا بجا موجود تھے،
لیکن اس پہاڑی دیوار کے دامن میں بھی کچھ نظر آ رہا تھا جو یہاں سے واضح نہیں تھا، لیکن
جوں جوں ہم آگے بڑھتے جا رہے تھے، یہ جگہ نمایاں ہوتی جا رہی تھی..... ایک انتہائی وسیع و

کہا۔

”لیکن کیا فرق پڑتا ہے..... یہ دُنیا سے دُور جگہ تو نہیں ہے۔ کہیں نہ کہیں تو کسی جگہ
یہ جنگل ختم ہوگا۔ بس کسی نئی جگہ کے تصور سے جو پریشانی ہوتی ہے صرف اس کا خیال ہے
اور کچھ نہیں..... آؤ چلیں۔“

ہم پہاڑی سے اُتر آئے..... دوسرے لوگوں کی طرف واپس آتے ہوئے میں نے
کہا۔ ”ویسے جہاز والوں نے ہمارے ساتھ براسلوک کیا ہے۔“
”اور کیا کرتے..... یہی ان کا احسان ہے کہ انہوں نے ہمیں سمندر میں نہیں پھینک
دیا۔“

”ہمیں ساحل تک پہنچانا ان کی ذمہ داری تھی۔“ میں نے کہا..... لیکن ہشام ہنس کر
خاموش ہو گیا..... ہم ان لوگوں کے قریب پہنچے تو شہر نے کہا۔
”ہم لوگ آگے بڑھنے کا ارادہ رکھتے ہیں کیا، تم ہمارا ساتھ دینا پسند کرو گے۔“
”تم نے بلند یوں سے کیا دیکھا؟“ کم جونز نے پوچھا۔
”جہاں تک نظر جاتی ہے جنگل ہی جنگل ہے۔“

”پھر بھی ہم ساحل پر تو نہیں پڑے رہ سکتے..... آگے جانا ہے۔ اگر تم ہمارا ساتھ دینا
چاہو تو ٹھیک ہے..... ہمارا خیال ہے کسی ایک شخص کو پارٹی لیڈر بنالیا جائے اور ابھی اس
سے زیادہ بات نہیں ہوئی تھی کہ فضا میں ہیلی کاپٹر کے انجن کی آواز سنائی دی اور ہم اُچھل
پڑے..... ہیلی کاپٹر درختوں کے عقب سے نمودار ہوا تھا۔“

”بھاگو۔“ ہشام نے کہا اور ہم دوڑ پڑے، لیکن دوسرے لوگ شاید ہماری طرح
فیصلہ نہیں کر سکے تھے..... ہیلی کاپٹر طوفانی رفتار سے اس طرف آیا تھا اور پھر گولیوں کی
ترتڑاہٹ اُبھری تھی۔ ساحل سے درختوں کا فاصلہ بھی بہت زیادہ تھا۔

اس کے علاوہ چڑھائی تھی..... ہم آدھا فاصلہ بھی عبور نہیں کر پائے تھے کہ ہمارے
آس پاس گولیاں ریت میں پیوست ہونے لگیں..... ہمیں رُکنا پڑا تھا..... ہیلی کاپٹر نے
ہمارے گرد دائرہ بنالیا اور ہمارے چاروں طرف گولیاں برسائی جانے لگیں..... یہ ہمیں

عریض علاقے میں خاردار تاروں کی باڑھیں لگا کر احاطے بنائے گئے تھے اور اس احاطے میں، پہاڑی ٹیلوں کے اندر نجانے کیا کچھ تھا..... خاردار تاروں کی دیوار کے اس احاطے میں ایک لکڑی کا بڑا سا گیٹ بھی لگا ہوا تھا اور اس گیٹ کے دوسری جانب کپڑوں سے ڈھکے ہوئے ٹینک اور گاڑیاں نظر آرہی تھیں..... یہ کوئی باقاعدہ چھاؤنی معلوم ہوتی تھی، لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ کس ملک کی ملکیت ہے، ہمارے دلوں کو بڑا عجیب سا احساس ہو رہا تھا، کسی کی زبان سے کوئی لفظ نہیں نکلا تھا..... آخر کار ہمیں گرفتار کر کے لانے والے اس گیٹ کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں بے شمار افراد نظر آرہے تھے..... کہیں فوجی مشینیں ہو رہی تھیں، کہیں چاند ماری اور نجانے کیا کیا..... اب یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی کہ یہ کوئی باقاعدہ فوجی کیمپ ہے..... ہمیں ایک گوشے میں اتار دیا گیا اور اس کے بعد مسلح افراد ہمیں لئے ہوئے ایک پہاڑی کے پاس پہنچ گئے..... بڑا سا قدرتی ٹیلہ تھا، لیکن اندر سے قطعی غیر قدرتی، دہانے سے اندر داخل ہونے کے بعد ہمیں اندازہ ہوا کہ پورا ٹیلہ اندر سے کھوکھلا ہے اور غار میں تھوڑا سا آگے چل کر ایک دروازہ لگایا گیا ہے، اس دروازے سے ہمیں اندر داخل کیا گیا تھا..... اندر ننگے فرش اور قدرتی کھردری دیواروں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا، جن میں جا بجا نوکیں ابھری ہوئی تھیں اور ان سے سر پھوڑ کر آسانی سے خودکشی کی جاسکتی تھی، لیکن اس دروازے کے علاوہ باہر نکلنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا..... وہ لوگ ہمیں اندر دھکیل کر وہاں سے چلے گئے اور دروازہ بند کر دیا گیا..... جسے کھولنا ہمارے بس کی بات نہیں تھی اور ظاہر ہے ہمیں قیدیوں کی طرح یہاں لایا گیا تھا، اس لئے دروازے کے باہر پہرہ بھی ضرور لگا ہوگا۔ اندر پہنچنے کے بعد میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک گوشے میں پہنچا اور دیوار کے ساتھ لیٹ گیا، جبکہ دوسرے لوگ آپس میں کچھ بھنبھنا رہے تھے۔ باتیں کر رہے تھے..... ہشام مصری بھی انہی میں شامل تھا..... کچھ دیر کے بعد اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر میرے پاس آکر بیٹھ گیا۔

”بے وقوف ہیں یہ تمام لوگ۔“

”کیوں کیا ہوا؟“

”تم بہت عمدہ انسان ہو..... کم از کم ہر طرح کے حالات میں اپنے آپ کو پرسکون رکھنا جانتے ہو۔ اب بھلا غور کرو کون ان تمام فضولیات کا ذمے دار ہے، لیکن وہ لوگ نجانے کیا کیا بے نیکی باتیں کر رہے تھے..... کچھ تو ان میں بالکل ہی پاگل ہیں۔“

”شاید۔“ میں نے کہا۔

”تم یہ لفظ بہت زیادہ استعمال کرتے ہو۔“

”ہاں ہشام! جن چیزوں کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں ہوتا، بھلا میں ان پر کیا تبصرہ کروں گا۔“

”تو یہ ایک قید خانہ ہے، لیکن کیا یہ لوگ ہمیں اپنا دشمن سمجھ رہے ہیں؟“

”صورت حال خاصی سنگین ہے اور میرا خیال ہے ہمیں یہاں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔“

”ہمارے درمیان تو ایک معاہدہ ہو چکا ہے۔“

”وہ معاہدہ اپنی جگہ مستحکم ہے مسٹر ہشام۔“

”بس تو پھر باقی اور کیا رہ جاتا ہے۔“

”لیکن ہمیں ان میں سے کسی کی زندگی کے نقصان کا افسوس ہوگا۔“

”افسوس کے علاوہ اور کیا بھی جاسکتا ہے، لیکن اب ذرا غور کرو کہ یہ سب ہوا کیا ہے؟“

”شاید کچھ بھی نہیں..... میرا مطلب ہے کہ جہاز والوں نے ہمارے ساتھ برائی کی ہے۔“

”میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کیا جان بوجھ کر انہوں نے ہمیں اس علاقے میں اتارا ہے۔ کیا وہ اس بارے میں نہیں جانتے ہوں گے کہ یہاں کوئی چھاؤنی ہے۔“

”میرا خیال ہے وہ نہیں جانتے ہوں گے۔“

”مگر ایسا کیسے ممکن ہے، وہ ہمیں سمگل کر کے لائے تھے اور ہم لوگوں نے انہیں

مناسب معاوضہ دیا ہے، اس کا..... ایسی حالت میں ان پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ کم از کم

اور انہوں نے ہمیں باہر آنے کے لئے کہا..... ہم گرتے پڑتے باہر نکل آئے تو وہ لوگ ہمیں ایک قطار بنا کر باہر لے چلے۔ باہر وہی معمولات جاری تھے، جو ہم پہلے دن دیکھ چکے تھے۔ ایک جگہ کچھ افراد ایک چھوٹی سی میز لگائے ہوئے بیٹھے تھے جو سوکھی اور بوسیدہ تھی..... ایسی ہی لکڑی کی ٹوٹی پھوٹی کرسیاں یہاں پڑی ہوئی تھیں..... ان پر بھی چند افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ میز کے پیچھے جو شخص بیٹھا ہوا تھا اس کے کاندھوں پر کوئی نشان تو نہیں تھا اور نہ ہی اس کی وردی پر کوئی ایسا اور نشان جس سے یہ اندازہ ہو کہ یہ کس ملک کے فوجی ہیں، بس ان کے جسموں پر یہ خاص قسم کی نیلی وردیاں موجود تھیں..... وہ شخص پھولے ہوئے گالوں والا اور انتہائی کرخت چہرے کا مالک تھا..... آنکھوں سے سفاکی نکلتی تھی۔ گول مول سے بدن کا تھا..... ہمیں اسی کے سامنے پیش کیا گیا اور اس نے سامنے کھڑے ہوئے کم جونز کو دیکھا۔ پھر انگلی کے اشارے سے اسے آگے بلایا اور ایک کاغذ سامنے سرکالیا۔

”نام؟“

”کم جونز۔“

”تعلق؟“

”پیرو سے ہے۔“

”کیا کرتے تھے؟“

”آوارہ گردی۔“

”ہوں..... ہٹ جاؤ! اس کے بعد دوسرے لوگوں سے بھی یہی سوالات کئے گئے۔

میری اور ہشام کی باری بھی آئی۔ میں ہشام سے زیادہ جرات مند نہیں ثابت ہو سکا..... اس

نے ہشام سے پوچھا۔

”نام؟“

”ہشام مصری۔“

”کہاں کے باشندے ہو؟“

”مصر کا۔“

کسی ایسی جگہ تو اتارتے جہاں ہم زندگی بچانے کی مناسب جدوجہد کر سکتے، حالانکہ ہماری تمام شخصیت ہی مشکوک ہے، جہاں بھی جاتے اگر پولیس کے ہاتھ لگ جاتے تو سزائیں بھگتنا ہی پڑتیں اور اس کے بعد نجانے کیا کیا ہوتا..... خیر میں تو یہ بات اچھی طرح جانتا تھا، پتا نہیں ان لوگوں کے ذہن میں یہ سب کچھ تھا یا نہیں۔“

”میرا خیال ہے ہشام بجائے اس کے کہ ہم سوچنے میں اپنی دماغی قوتیں ضائع کریں آرام سے بیٹھو اور وقت کے فیصلے کا انتظار کرو۔“

”ایسے حالات میں یہی مناسب ہوتا ہے۔“

ہم لوگ یہاں نجانے کتنے وقت قید رہے۔ ایک رات بھی گزر گئی تھی..... کھانے پینے کے لئے کسی کم بخت نے نہیں پوچھا تھا..... شدید بھوک لگ رہی تھی، لیکن کسی نے بھی ایک دوسرے سے اس بھوک کی شکایت نہیں کی، کیونکہ سبھی جانتے تھے کہ کچھ کہنا بے کار ہے۔ نہ ہی ہم نے اپنے یہاں بند ہونے پر کوئی احتجاج کیا تھا۔ اب جو کچھ بھی کریں گے وہ لوگ خود ہی کریں گے اور چونکہ اس خونخوار ماحول کا ہمیں اندازہ ہو چکا تھا اس لئے کوئی توقع رکھنا تو بے کار ہی کی بات تھی۔ ہم اپنے برے وقت کا انتظار کرنے لگے۔ برا وقت تو یہ بھی تھا بہر حال صبح کا اُجالا نمودار ہو گیا..... تمام لوگ اوندھے سیدھے فرش پر پڑے ہوئے تھے اور کسی کا کسی سے بات کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا..... میں بھی ان ہی لوگوں میں شامل تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ اگر ڈاکٹر ایلی بور کو اس صورت حال کا احساس ہوتا تو وہ نیک انسان کسی بھی قیمت پر مجھے اس خجال میں پھنسانے پر آمادہ نہ ہوتا، لیکن وہ بھی دھوکا کھا گیا تھا..... اب کسی بارے میں سوچنا حماقت تھی۔

دن کے تقریباً دس بجے ہوں گے، اندازہ یہی تھا..... ہمیں چائے اور سوکھی ڈبل روٹیاں دی گئیں جو اس وقت ہمارے لئے دنیا کی سب سے قیمتی چیز تھیں..... سوکھی ہوئی ڈبل روٹیوں کو چائے میں بھگو کر معدے میں اتارنے سے بدن کو تقویت ملی تھی۔ اس سے زیادہ یہ لوگ شاید اپنے قیدیوں کی ضیافت نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ چائے ختم کر کے ہم فارغ ہی ہوئے تھے کہ بہت سی نیلی وردی والے غار کے دہانے پر پہنچ گئے..... دروازہ کھلا

”کیا کرتے تھے؟“

”چوریاں۔“ اس کے جواب پر اس شخص نے نگاہیں اٹھا کر ہشام کو دیکھا، پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

”ہنو۔“ آخری آدمی کے انٹرویو کے بعد اس نے وہ کاغذ سامنے رکھا، ایک نگاہ اس پر دوڑائی اور اس کے بعد اپنے بائیں جانب بیٹھے ہوئے شخص سے بولا۔

”بیکار ہے ہم لوگ ان کی زندگی کا تحفظ نہیں کر سکتے، انہیں گولی مار دو۔“ اس نے یہ الفاظ اتنے اطمینان سے کہے تھے کہ کانوں کو یقین نہ آئے، مارکوس گڑگڑاتے ہوئے بولا۔

”نہیں سر ہم..... ہم سر آپ کی خدمت کریں گے، سر ہم آپ کا ہر کام کریں گے..... یہاں بہت گندگی ہے آپ دیکھ لیجئے ہم اس علاقے کو پورا صاف کر دیں گے۔“

”تم نے سنا نہیں۔“ پھولے ہوئے گالوں والے شخص نے اپنے برابر بیٹھے ہوئے آدمی سے کہا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا، اس کے بعد وہ فوجی جو ہمیں یہاں تک لائے تھے ہمیں ایک جانب لے جانے لگے..... ہشام مصری کا چہرہ ایک دم دھواں دھواں سا ہو گیا تھا..... اس نے کہا۔

”یہ تو کوئی موقع ہی نہیں دے رہے۔“

میرے منہ سے کوئی جواب نہیں نکل سکا، ذہن ماؤف سا ہوا جا رہا تھا..... میں نے ایک نگاہ چاروں طرف ڈالی، اگر یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی جاتی تو وہ بھی ایک حماقت ہی ہوتی، جتنے افراد موجود تھے اور جتنا علاقہ عبور کرنا پڑتا اس کو دیکھ کر یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ بھاگنا بے سود ہے، ہاں صرف اتنا ہی کہا جاسکتا تھا کہ یہاں موجود دو چار افراد کو قتل کر دیا جائے اور اس کے بعد خود بھی زندگی سے ہار مان لی جائے، لیکن اس فیصلے کو بھی عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکا اور وہ ہمیں ایک پہاڑی دیوار کے پاس لے گئے جہاں شاید چاند ماری کی جاتی تھی، کیونکہ دیوار میں جا بجا گولیوں کے نشانات نظر آرہے تھے اور پتھروں کی کرجیاں اُدھڑی ہوئی تھیں۔ ایسے لمحات میں اگر کوئی یہ کہے کہ اس کے دل میں خوف کا بسیرا نہیں تھا تو پھر یا تو وہ پاگل ہی ہو سکتا ہے یا جھوٹا..... ہم سب ہی شدید خوف میں مبتلا

تھے، صورت حال سے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اب بچت کا کوئی راستہ نہیں ہے، وہاں جو لوگ موجود تھے انہوں نے ہمیں بغور دیکھا، پھر شپیر، مارکوس اور مارس کو ایک دیوار کے ساتھ کھڑا کیا گیا اور دونوں فوجی خاص قسم کی کلاشن کوفیں لئے ہوئے ان سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو گئے۔ ان تینوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور زندگی کے لئے کسی معجزے ہی کے منتظر تھے، لیکن معجزہ نہ ہوا..... کلاشن کوفوں سے برسٹ چلے اور اتنی صفائی سے چلے کہ ان کے جسم دو دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئے اور وہ خون اُگلتے ہوئے زمین بوس ہو گئے، باقی لوگوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں جن میں، میں بھی شامل تھا۔ فوجی آپس میں کچھ گفتگو کر رہے تھے، لیکن چند ہی لمحوں کے بعد کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی اور ایک فوجی جیب ہمارے پاس آ کر رُک گئی۔

”ٹھہرو۔“ ان میں سے ایک شخص نے کہا اور نیچے اُتر گیا..... وہ ایک طویل قامت اور انتہائی مکروہ چہرے والا آدمی تھا، جس کی آنکھیں گہری نیلی نظر آرہی تھیں، اس نے ہمارے قریب آ کر ہمیں بغور دیکھا اور پھر قریب کھڑے ہوئے ایک افسر سے بات کرنے لگا، نہ جانے اس نے اس سے کیا گفتگو کی کہ اس افسر نے گردن ہلا دی، پھر آنے والے شخص نے ہم لوگوں کو چٹکی بجا کر اشارہ کیا اور یوں محسوس ہوا جیسے زندگی اچانک ہی موت کے قریب سے نکل گئی ہو، اس اشارے پر یقین نہیں آ رہا تھا، لیکن نہ جانے کس طرح اپنے جسموں کو گھسیٹتے ہوئے گاڑی کی جانب بڑھ گئے..... ہمیں گاڑی میں سوار ہونے کی ہدایت کی گئی اور اس کے بعد گاڑی چل پڑی۔ وہ شخص بھی ہمارے ساتھ موجود تھا اڈر آگے کی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا..... پیچھے بھی ایک گاڑی آرہی تھی جس میں وہی لوگ بھرے ہوئے تھے، اس بار ہمیں پھر ایک ویسے ہی غار میں پہنچایا گیا جیسے غار میں ہم پہلے وقت گزار چکے تھے..... یہ بھی قید خانہ ہی تھا اور بالکل پہلے کی مانند کوئی خاص تبدیلی نہیں تھی۔ یہاں بدن کا لہو خشک ہو رہا تھا..... حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے، اپنے تین ساتھیوں کی موت برداشت نہیں کر پار ہے تھے، ریوس، ڈلاس، کم جوز سب کے سب سکتے کے عالم میں تھے، جب وہ لوگ ہمیں غار میں بند کر کے چلے گئے تو ہم دیواروں کے ساتھ پشت لگا کر بیٹھ گئے..... ہم

پر ایک سوگوار کیفیت طاری تھی، اسے سوگوار بھی کہا جاسکتا تھا اور خوف بھی، کون کہہ سکتا تھا کہ عارضی طور پر جو یہ زندگی ملی ہے اس کا وقفہ کتنا ہے، لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

پھر مزید کچھ وقت گزرا اور شاید دوپہر کے کھانے کا وقت ہو گیا اور اس وقت ہمیں جو کھانا دیا گیا تھا وہ بھرپور تھا..... ہر چیز موجود تھی، گوشت کے ٹکڑے، روٹیاں جو خاص قسم کی بنی ہوئیں تھیں اور سبزی وغیرہ، تھوڑے سے پھل بھی اس میں شامل تھے، لیکن اس کھانے کو دیکھ کر بھی ذہن میں کھانے کا کوئی تصور نہیں ابھرا، وہ لوگ کھانا رکھ کر چلے گئے اور ہم خاموشی سے بیٹھے اونگھتے رہے، پھر ہشام نے ہی کہا۔

”اور یہ کھانا نہ کھانا بھی ہمارے لئے مشکل کا باعث بن سکتا ہے، دوستو! میں چاہتا ہوں کہ کھانا کھالیا جائے۔“ ہشام کی آواز پر حیرت ہوئی تھی، ہمیں تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہمارے بولنے کی قوت ہی ختم ہو گئی ہو، لیکن ہشام کی آواز نے ایک دم سے زندگی کا احساس دلایا اور ہم مستعد ہو گئے..... پھر سب ہی نے ہشام کے کہنے پر عمل کیا تھا..... کھانا کھالیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد برتن خالی ہو گئے..... غمار گندم نے اثر دکھایا، جسموں میں کہولت پیدا ہو گئی، اندر کی کیفیت بے حد خراب تھی، لیکن بہر حال جب تک زندگی ہوتی ہے انسان اپنے معمولات سے الگ نہیں رہ سکتا، کھانے کے بعد کھردری زمین پر دراز ہو گئے، کوئی احساس ہی نہیں ہو رہا تھا کہ کہاں ہیں، کیا ہیں، بس نگاہوں میں ان تینوں کے دو حصوں میں تقسیم بدن گھوم رہے تھے، جن سے خون کے فوارے بلند ہو رہے تھے..... مارس، مارکوس اور شپیر، اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ تینوں ہی عجیب سی فطرت کے مالک تھے، لیکن بہر حال انسان تھے اور ان کی موت کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا..... ہشام معمول کے مطابق میرے قریب ہی لیٹا تھا، سرگوشی کے انداز میں بولا۔

”کیا تم پر بھی وہی کیفیت طاری ہے جو باقی لوگوں پر ہے۔“

”کیا میں انسان نہیں ہوں۔“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں، انسان ہو۔“

”تو پھر ظاہر ہے ان لوگوں کا ہمارا کئی دن ساتھ رہا ہے اور کچھ بھی نہ ہوتا تب بھی وہ

انسان تھے۔“

”میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔“

”کہو ہشام..... اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم باہمت انسان ہو، شاید مجھ سے

زیادہ۔“

”نہیں..... میرے اندر صرف ایک خاص بات ہے اور وہ یہ کہ میں حالات کو قبول

کر لیتا ہوں، اگر ہمارے لئے یہاں سے فرار کا ایک فیصد موقع بھی ہوتا تو میرا خیال ہے میں اس طرح مرنا پسند نہ کرتا، لیکن میں جانتا تھا کہ کوئی بھی کوشش موت کے سوا اور کچھ نہیں

ہوگی۔“

”کیا یہی کہنا چاہتے تھے تم؟“

”نہیں۔“

”پھر۔“

”ایک خاص بات کی طرف تمہاری توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔“ میں نے چونک

کر ہشام کو دیکھا، تو کیا اس کے دل میں بھی وہی خیال ہے جو میرے ذہن میں اچانک ابھرا تھا اور اس نے مجھے مضطرب کر کے رکھ دیا تھا، لیکن ٹوٹی ہوئی ہمت کے ساتھ میں ہشام کو وہ بات بتانے کی جرات نہیں کر سکا تھا۔ پھر بھی میں نے خاموشی ہی اختیار کی اور ہشام کو دیکھنے لگا۔

”وہ شخص جس نے اچانک ہی ہمیں زندگی کا پیغام دیا تھا، کیا تمہیں یہ محسوس ہوا کہ

اس میں کوئی خاص بات ہے۔“ میں ہشام کی جانب دیکھنے لگا، پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

”ہاں۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ شاید میں نے ہی اس کو محسوس کیا ہے، لیکن تم بھی وہی

کہہ رہے ہو جو میرے دل میں ہے۔“

”تو پھر بتاؤ کیا محسوس کیا تم نے؟“

”ہشام اس کے داہنے ہاتھ کی دو انگلیاں آپس میں جڑی ہوئی ہیں، انگوٹھا اور باقی

دو انگلیاں ایک دوسرے سے الگ ہیں، یہ ایک اہم پہچان ہے اس کی۔“

اس شخص سے اس کا کوئی تعلق قائم ہو گیا ہوگا۔“
”مگر کیا تعلق۔“

”یقین کرو اس بارے میں کوئی بھی بات پورے وثوق سے نہیں کہہ سکتا، لیکن ایک نقاب پوش شخص کا ہمارے پاس آنا۔ اوہ..... میرے خدا اور بھی بہت سی باتوں پر غور کر رہا ہوں میں..... ذرا تم بھی میرا ساتھ دو۔“
”ہاں بتاؤ۔“

”اس کے ساتھ دو افراد اور بھی تھے جن کے چہرے بے نقاب تھے۔“
”ہاں۔“

”اور انہوں نے ہمیں قریب آ کر غور سے دیکھا تھا۔“
”بالکل دیکھا تھا مجھے یاد ہے۔“

”وہ کچھ ٹھٹھکے بھی تھے اور انہوں نے مارس، مارکوس اور شیپر کو سرسری سی نگاہوں سے دیکھا تھا، اب اس وقت جب حالات نے ایک عجیب کروٹ بدلی ہے، میں چشم تصور سے ان کا انداز دیکھ رہا ہوں..... ان کے چہروں سے یوں محسوس ہوا تھا جیسے انہوں نے ان تینوں کو ناپسند کیا ہو۔“

”شاید۔“ مگر میں نے اتنی گہری نگاہوں سے ان تینوں کو نہیں دیکھا تھا۔“

”اور اس کے بعد میری جان ذرا غور کرو فارنگ سکوڈ موجود تھا اور دیوار کشادہ، وہ ہم سب کو دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے گولی مار سکتے تھے، لیکن انہوں نے پہلے انہی تینوں کو ایک جگہ کھڑا کیا کیوں..... آخر کیوں؟“

میں نے حیران نگاہوں سے ہشام کو دیکھا..... یہ شخص تو خاصا ذہین ثابت ہو رہا تھا، میں نے بچوں کی طرح سوال کیا۔

”تم کیا کہنا چاہتے ہو، انہوں نے ایسا کیوں کیا تھا؟“

ہشام پھر گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا..... میں اسے دیکھتا رہا، ہشام اچھی سوچ رکھتا تھا اور اس کا ذہن ایسے معاملات میں خاصا کارآمد تھا، وہ بہت دیر تک سوچوں میں ڈوبا رہا،

”آہ..... کیا مطلب۔“

”تمہیں یاد ہوگا جہاز میں کپتان کے ساتھ تین افراد اس وقت آئے تھے جب ہم انڈر گراؤنڈ تھے۔“

”اوہ..... میرے خدا اس کا مطلب ہے کہ تم بالکل صحیح راستے پر پہنچے ہو، لیکن میری اور تمہاری شناخت الگ الگ ہے، تم نے اس کے ہاتھ پر شاید خصوصی توجہ دی ہوگی، جبکہ میں۔“

”غالباً تم نے اس کی نیلی آنکھوں پر توجہ دی ہوگی۔“

”خدا کی قسم بالکل وہی، اس کی آنکھیں عام لوگوں سے بالکل مختلف ہیں، حالانکہ آنکھوں میں نیلا نہیں ہوتی ہیں، لیکن اتنی گہری نیلی نہیں..... وہ آنکھیں ایک خاص قسم کی نیلی تھیں اور اس وقت ہر چند کہ اس کا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا، لیکن آنکھوں پر چشمہ وغیرہ نہیں تھا اور نمایاں تھیں اور میں نے ان آنکھوں پر غور کیا تھا۔“
”بالکل تمہارا کہنا بالکل درست ہے..... یہ وہی شخص تھا۔“
”لیکن، لیکن کیوں..... آخر کیوں۔“

”اصل میں ہشام ان تینوں کی موت نے ذہنوں پر جو اثر ڈالا ہے وہ ایسا ہے کہ دوسری باتیں سوچنے کو دل نہیں چاہتا۔“

”بھلانا پڑے گا، بھلانا پڑے گا، یہ بات معمولی نہیں ہے، ہمیں اس پر غور کرنا چاہئے۔“

”تمہارے ذہن میں کیا تصور آتا ہے ہشام۔“ میں نے سوال کیا اور ہشام گہری سوچ میں ڈوب گیا، چند لمحات اسی طرح سوچتا رہا پھر بولا۔

”وثوق سے تو کوئی بات نہیں کہی جاسکتی لیکن اگر ہم دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ یہ وہی شخص تھا جو جہاز میں ملا تھا تو پھر شبہات ذہن میں جھانکتے ہیں۔“

”مثلاً۔“

”مثلاً یہ کہ جہاز کے کپتان نے جان بوجھ کر ہمیں اس علاقے میں اتارا ہے کیونکہ

جاسکتا ہے۔“ ڈلاس نے کہا اور میں بغور ڈلاس کی صورت دیکھنے لگا۔ ویسے یہ دونوں جڑواں بھائی اچھی خاصی شخصیت کے مالک تھے اور ان پر بھروسہ کیا جاسکتا تھا..... کم جونز بھی مستعد آدمی تھا اور شاید یہ چستی اور مستعدی ہمارے اندر بھی دیکھی گئی تھی، ہم سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور پھر سرگوٹیوں میں دیر تک گفتگو کرتے رہے..... بہر حال بعد کے واقعات ہمارے اس خیال کی تصدیق کر رہے تھے، دوسرے دن صبح کا ناشتہ بھی بہترین تھا..... دوپہر کا کھانا اور رات کا کھانا بھی، شام کو چائے بھی دی گئی تھی، گویا ہمیں بس یہی دقت تھی کہ آرام کے لئے مناسب جگہ نہیں تھی اور نہ ہی ایسی چیزیں دی گئی تھیں جن سے رات کی نیند پرسکون ہو جاتی، لیکن اس کے باوجود ہم گہری نیند سویا کرتے تھے اور ہم نے ان حالات کو نگاہوں میں رکھ کر اپنے آپ کو خاصی حد تک مطمئن کر لیا تھا۔ ان تینوں کی موت کے اثرات بھی ذہن سے اب خاصی حد تک کم ہو گئے تھے اور اب صرف ہلکا سا افسوس ہی باقی رہ گیا تھا، پھر غالباً ہماری اس قید کو پانچواں دن تھا کہ ہمیں وہاں سے نکال لیا گیا، اس بار ہمیں جس غار میں پہنچایا گیا وہ ہر طرح کے فرنیچر سے آراستہ تھا، گویا فرنیچر قیمتی نہیں تھا اور بہت ہی عارضی قسم کا بنایا گیا تھا، لیکن بہر حال بیٹھنے کے انتظامات بھی تھے اور یہاں وہی شخص موجود تھا جس کے بارے میں ہم اب تک گفت و شنید کرتے رہے تھے۔

ہم لوگ ایک لائن سے کھڑے ہو گئے اور وہ ہمارا جائزہ لیتا رہا پھر اس نے کہا۔
 ”میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو، کس مقصد کے تحت کہاں جا رہے تھے، تمہاری منزل کیا تھی، یہ مجھے بالکل نہیں معلوم، لیکن اس وقت میں اس جہاز میں موجود تھا اور اس کے کیپٹن سے تمہارے بارے میں، میں نے مکمل معلومات حاصل کی تھیں اور ان سے مجھے یہ ضرور معلوم ہو گیا تھا کہ تم جرائم پیشہ لوگ ہو اور سنگل ہو کر ایسی جگہوں پر جا رہے ہو جہاں تم پولیس سے یا اپنے ان دشمنوں سے جن سے تمہاری دشمنی چل رہی تھی، بچ سکو..... میں نے کیپٹن سے کہا کہ مجھے ان لوگوں کی ضرورت ہے اور کیپٹن نے ایک بھاری معاوضہ لے کر تمہیں اس علاقے میں اتار دیا جس کے بعد تمہیں اس جگہ پہنچنا تھا، یوں سمجھ لو کہ یہ ایک منصوبہ تھا جس کی مجھے تکمیل کرنی تھی، لیکن اس منصوبے میں ایک بات بالکل نمایاں ہے اور

پھر اس نے کہا۔

”اندازہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ہمیں زندہ رکھنا چاہتے تھے اور یہ سب کچھ ایک منصوبے کے تحت ہوا ہے اور یہ منصوبہ غالباً اسی نقاب پوش کا تھا، جواب بے نقاب ہو چکا ہے، ہمیں پیچھے رکھا گیا اور ان تینوں کو قتل کر دیا گیا..... غالباً ہم پر یہ اثر ڈالنے کے لئے کہ اگر وہ چاہیں تو ہمیں بھی قتل کر سکتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ یہ کام ان کے لئے مشکل نہیں ہے..... تم دیکھو نا اچانک ہی وہ گاڑی وہاں پہنچ گئی تھی اور ان احکامات کو مسترد کر دیا گیا تھا۔

”تمہارا کیا خیال ہے اس کے پس پردہ ان کے ذہن میں کیا نظریہ ہو سکتا ہے؟“
 ”اب اس قدر بھی میں نہیں بتا سکتا لیکن اگر میرے تمام اندازے درست ہیں تو پھر یوں سمجھ لو کہ وہ ہمیں زندہ رکھنا چاہتے ہیں اور ممکن ہے ہم سے کوئی کام لینے کے خواہش مند ہوں۔“

میرا ذہن اب ان معاملات میں کام نہیں کرتا تھا، بلکہ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ ذہن پر زیادہ زور دینا میرے حق میں مفید نہیں رہے گا، لیکن سوچنے کے لئے ہشام موجود تھا اور مسلسل ٹکڑے لگا رہا تھا۔

”اور پھر یہ کھانا، جو میرا خیال ہے ایسے لوگوں کو دیا جاتا ہے جنہیں زندہ رکھنا مقصود ہو، اچانک ہی ڈلاس نے ہماری طرف رخ کر کے کہا۔“

”ہر چند کہ تم سرگوٹیوں میں گفتگو کر رہے ہو، لیکن میں تمہاری باتیں سن رہا ہوں۔ اگر تم نہیں پسند کرتے تو مجھے اپنی اس گفتگو میں بے شک شامل نہ کرو، لیکن میرے دل میں یہ خواہش ہے۔“

”اوہ نہیں ڈلاس ایسی کوئی بات نہیں ہے..... ہم تو یہ سوچ کر تیز آواز میں گفتگو نہیں کر رہے کہ ہماری یہ باتیں کہیں باہر نہ سن لی جائیں اور ہم نے تمہیں اس گفتگو میں دعوت کی شرکت اس لئے بھی نہیں دی کہ ممکن ہے تم ہماری ان باتوں کو ناپسند کرو۔“

”نہیں بے شک تم لوگ جو باتیں کر رہے ہو، وہ وزن دار ہیں اور ان پر غور کیا

آسائش مہیا کرتے..... اس آرام کے بعد کم از کم تمہارے اس سمندری سفر کی تکلیف دور ہوگئی ہوگی اور اب تم اس کام کے لئے با آسانی تیار ہو سکتے ہو، ہم بھی تمہیں زیادہ وقت نہیں دے سکتے، اگر تم ہمارے کام آسکتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ اس کے بعد کیا ہوگا، اس کے بارے میں تمہیں بتانا مناسب نہیں سمجھتا۔“

”لیکن اگر ہم آپ کے کام کے لئے آمادہ ہو جائیں گے تو کیا آپ ہم پر بھروسہ کر لیں گے۔“

وہ شخص کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”ہاں میں تم پر بھروسہ کر لوں گا۔“

”لیکن کیوں جبکہ آپ ہمارے بارے میں جانتے بھی نہیں ہیں۔“

”ایسے بے تکلے سوالات کا میں جواب نہیں دیتا، میں اپنے طور پر جو فیصلہ کرتا ہوں

اس پر کاربند رہتا ہوں۔“

”ہم آپ کو کس نام سے پکاریں؟“

ایک لمحے کے لئے اس نے پھر سوچا اور آہستہ سے بولا۔

”تم مجھے جرماں کہہ سکتے ہو۔“

”صرف جرماں؟“ ہشام نے پوچھا۔

”ہاں صرف جرماں۔“ وہ کرخت لہجے میں بولا۔

”مسٹر جرماں آپ ہم سے جو بھی کام لینا چاہتے ہیں، ہم خلوص دل سے اپنے آپ کو آپ کے اس کام کے لئے پیش کرتے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ ہم کسی بھی طور پیچھے رہنے والوں میں نہیں ہیں، لیکن کیا اس کے بعد ہمیں ضمانت دی جاسکتی ہے کہ ہمیں آزادی مل جائے گی۔“

”ہاں میرے دوست ایسا ہی ہوگا، کاش میں تمہیں تمام تفصیلات بتا سکتا لیکن یوں سمجھ لو کہ یہ میرے لئے ممکن نہیں ہے، کیونکہ مجھے بھی کچھ دوسری جگہوں پر جواب دہی کرنا ہوتی ہے، لیکن یہ وعدہ میں تم سے ضرور کر سکتا ہوں کہ ہم وعدہ خلافی نہیں کریں گے۔ اصل

آخری ہے وہ یہ کہ اگر تم لوگ ذہنی اور جسمانی طور پر فٹ ہو کر ہمارے کام آؤ تو یوں سمجھ لو کہ مستقبل بہت اچھا ہو سکتا ہے، تم میں سے ہر شخص جہاں بھی جانا چاہے گا ہم اسے وہاں جانے کی اجازت دے دیں گے، لیکن اس کے لئے تمہیں ایک طویل عرصہ ہمارے ساتھ کام کرنا ہوگا..... دوسری صورت میں اس بات کو نہ تو دھمکی سمجھنا اور نہ ہی کوئی بے تکی بکواس کہ تمہیں بھی تمہارے ان تینوں ساتھیوں کے پاس پہنچا دیا جائے گا جن کی موت تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔“

میں نے ہشام کی طرف دیکھا اور پھر کہا۔

”آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں مسٹر..... میرا لہجہ اس قدر دہنگ تھا کہ وہ شخص بھی چونک پڑا اور ہشام کے چہرے پر کسی قدر خوف کے آثار نظر آنے لگے، لیکن میں نے پھر اچانک اس شخص کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھی اس نے کہا۔

”بے باک اور جرات مند لوگ مجھے پسند ہیں اور میرا اندازہ شاید کبھی غلط نہیں ثابت ہوتا..... تم لوگوں کے چہروں کی بناوٹ اور آنکھوں میں تڑپتی ہوئی بجلیاں یہ بتاتی ہیں کہ تم شاندار لوگ ہو اور اگر تمہیں مناسب موقع دیا جائے تو اپنی زندگی میں شاندار کارنامے سرانجام دے سکتے ہو اور اسی لئے میں نے تمہارا انتخاب کیا تھا۔“

”کیا اس طریقے سے کوئی کسی کے کام آسکتا ہے۔“ میں نے پھر کہا اور وہ شخص مجھے گھورنے لگا پھر بولا۔

”طریقوں کی بات مت کرو..... ہم لوگوں کے بارے میں تم نہیں جانتے، ہم جن حالات سے گزر رہے ہیں اور ہمارا جوشن ہے اس میں کہیں بھی طریقے کی کوئی بات نہیں ہے، یوں سمجھ لو ہم بھی اپنے دشمنوں سے نبرد آزما ہیں اور اس وقت ہر اس شخص کے دشمن ہیں جو ہم سے انحراف کرے..... سمجھ رہے ہونا میری بات؟“

”ہاں سمجھ رہے ہیں۔“

”تو اب بولو اور آخری فیصلہ کرو۔“ میرا خیال ہے ان چار پانچ دنوں میں تم نے خوب آرام کر لیا ہوگا اور ویسے بھی ہمارے پاس وسائل کم ہیں، ورنہ ہم تمہیں مزید آرام اور

منصوبے کے تحت باہر کے لوگوں سے کام لینے کا فیصلہ کیا ہے، اس کی بھی کچھ وجوہ ہیں جو میں تمہیں نہیں بتا سکتا، یوں سمجھ لو کہ ہم اپنے دشمن کے خلاف جنگ کر رہے ہیں، لیکن یہ گوریلا جنگ ہے اور یہ جگہ بھی ایک پوشیدہ علاقے میں ہے اور ہم نے وہ انتظامات کر رکھے ہیں کہ اگر ہمارے دشمنوں کو ہمارے بارے میں علم ہو جائے تو ہم اسے محفوظ رکھ سکیں..... تمہیں یہ بتادینا ضروری ہے کہ تم لوگوں کو ایک شخص آرمر آرن کے ساتھ روانہ ہونا ہوگا اور آرمر آرن تمہیں تربیت دے گا، لیکن ایک بات اور ذہن میں رکھنا، جس علاقے میں تمہیں تربیت دی جائے گی وہ ہماری تحویل میں نہیں ہے، لیکن یوں سمجھ لو کہ وہ ایک آزاد علاقہ ہے اور وہاں ہم ہر طرح کی کارروائی کر سکتے ہیں، یعنی ہمارے آدمی وہاں مختلف شکلوں میں پوشیدہ ہیں اور اپنے اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں..... تم پانچ افراد ہو..... پانچ افراد پر مشتمل یہ چھوٹا سا دستہ ٹائیگرزتھری کے نام سے پکارا جائے گا اور تمہیں خود کو ٹائیگر ہی ثابت کرنا ہے..... سمجھ رہے ہونا میری بات؟“

میں دلچسپی سے اس کی باتیں سن رہا تھا اور میرے ذہن میں نجانے کیا کیا خیالات آرہے تھے..... وہ بہت کچھ کہتا رہا اور دوسرے لوگ سنتے رہے، لیکن میں اپنے خیالات میں ڈوبا رہا تھا، کیونکہ اس نے براہ راست مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا، اس لئے مجھے اپنے طور پر سوچنے کی آزادی حاصل تھی اور ہشام شاید اس کی تمام شرائط قبول کرتا جا رہا تھا..... یہاں تک کہ اس شخص نے کھڑے ہو کر ہم پانچوں سے ہاتھ ملایا اور بولا۔

”میں چاہتا ہوں کہ بغیر کسی ریا و فریب کے میرے ساتھ تعاون کرو، میں کوئی وعدہ نہیں کرتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس مشن کی کامیابی کے بعد تمہیں بہترین زندگی دی جائے گی اور ان لمحات کا معاوضہ بھی جو تم ہمارے لئے صرف کرو گے میں تمہاری کامیابی کا خواہش مند ہوں۔“

پھر ہمیں آرمر آرن سے ملایا گیا، وہ بھی کمال کی شخصیت تھی، چیتے کی طرح چالاک و چست اور طاقتور آدمی جس کی آنکھوں کی چمک دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ دنیا کی ہر شے کو تسخیر کر سکتا ہے۔

میں ہم اپنے دشمنوں کے خلاف نبرد آزما ہیں، یہ ہماری بقاء کا معاملہ بھی ہے، میں تمہیں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ ہم گوریلے ہیں اور ایک خطرناک ملک کے خلاف جنگ کر رہے ہیں، یہ جنگ ہماری زندگی اور موت کی جنگ ہے اور اگر ہم اس جنگ میں کامیاب نہ ہو سکے تو ایک بہت بڑی آبادی کو زندگی سے ہاتھ دھونا پڑیں گے..... بس یوں سمجھ لو کہ ہم اپنی بقاء کے لئے سرگرداں ہیں اور جب بات ایسی ہوتی ہے تو پھر یہ کوشش کی جاتی ہے کہ جس قدر ممکن ہو سکے ہم اپنے لئے ہمدرد پیدا کر سکیں..... حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ جن حالات میں تمہیں یہاں لایا گیا ہے ان میں تم ہمارے ہمدرد کبھی نہیں ہو سکتے، لیکن یہی کہا جائے گا کہ مجبوری ہے اور ہم یہ سب کچھ کرنے پر مجبور ہیں۔“

”سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ کے ذہن میں یہ تصور ہے تو ہم پر بھروسہ کیسے کیا جائے گا؟“ ہشام نے پھر کہا۔

اب وہ شخص خاصا نرم ہو گیا تھا، اس نے کہا۔
”تمہارے یہ سوالات ہر چند کہ مجھے مضطرب کر رہے ہیں، لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کے جواب دینا بھی ہم پر فرض ہے۔“

”اس لئے مسٹر جرماس کہ ہم خلوص دل سے آپ کے لئے کام کرنے پر آمادہ ہیں اور اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہمیں آپ سے عشق ہو گیا ہے، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ایک مطمئن اور اطمینان بخش زندگی چاہتے ہیں..... میں اپنے بارے میں تو خاص طور سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ بہت کچھ کیا ہے میں نے زندگی میں اور ابھی کرنا چاہتا ہوں اور میرا خیال ہے میرے دوستوں کا بھی یہی تصور ہوگا..... تاہم اگر ان میں سے کوئی منحرف بھی ہو تو آپ اطمینان رکھیں میں انہیں صحیح راستے پر لگا لوں گا۔“

”تمہارا نام ہشام ہے؟“

”جی سر۔“

”تمہاری باتیں نجانے کیوں مجھے اطمینان دلاتی ہیں، اصل میں ہم لوگوں کے سپرد کچھ ذمہ داریاں کی گئی ہیں اور میں نے ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے

کے میدان بکھرے ہوئے تھے جن سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ کوئی بالکل ہی اجنبی علاقہ ہے۔

بہر حال تربیت کا آغاز ہو گیا، ہمیں ہتھیار دیئے گئے، انہیں چلانا سکھایا گیا اور کچھ ہی دنوں میں متفقہ طور پر یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ میں ان لوگوں کا لیڈر بننے کے لائق ہوں، کیونکہ تمام ہتھیار مجھے چلانا آتے تھے اور میں ان کے ان تمام کاموں میں ان کا بہترین معاون ثابت ہوتا تھا جن میں زندگیاں خطرے میں ڈالی جاسکتی تھیں..... ہشام نے کئی بار مجھ سے کہا تھا۔

”اگر تم یہ کہتے ہو کہ تم ذہنی طور پر غیر حاضر ہو تو میں اس بات کی تردید بے شک نہیں کرتا، لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اپنے ماضی میں تم کوئی اتنی خطرناک شخصیت ضرور رہے ہو گے کہ آج اس ماضی کا عکس تمہاری اس غیر حاضر شخصیت سے بھی جھلکتا ہے۔“

”آہ..... آہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسا کلیو مجھے مل جائے جس سے میں اپنے ماضی سے واقف ہو سکوں۔“

بہر حال تربیت بھی کمال کی تھی، ہمیں سخت جسمانی مشقت سے گزارا جاتا تھا اور یہ مشقت ایسی تھی کہ بار بار ہمیں شدت سے ان تمام چیزوں سے نفرت محسوس ہوتی تھی، اس مشقت سے دانتوں پسینہ آ جاتا تھا، کئی بار ہشام نے کہا۔

”یہ بلا وجہ کی باتیں ہیں ویس، آخر انہیں ایسے کون سے کارنامے سرانجام دینے ہیں جن کے لئے ہمیں یہ تربیت دی جا رہی ہے۔“

ہمیں ایسی جگہوں پر چھوڑ دیا جاتا تھا، جہاں شیر تو نہیں لیکن شیر کی نسل کے دوسرے جانور مل جایا کرتے تھے..... کئی بار ریحچوں سے واسطہ پڑا تھا، لیکن یہاں قیام کرنے کے لئے ہمیں صرف ایک چاقو دیا گیا تھا اور انہی چاقوؤں سے ہمیں اپنی حفاظت بھی کرنی پڑتی تھی..... چنانچہ کئی بار ہشام زخمی ہوا، کئی بار مجھے چر کے لگے، ہم وحشی جانوروں کو بھی اسی چاقو سے ہلاک کرتے تھے..... ایک بار تو کم جوز کی زندگی ہی خطرے میں پڑ گئی۔ ایک وحشی بھیڑیے نے اس کے شانے کا گوشت چبا ڈالا تھا وہ تو شکر تھا کہ میں قریب موجود

آرمر آرسن نے ہم لوگوں سے ہاتھ ملایا اور اس کے بعد ہمیں وہاں سے واپس کر دیا گیا۔ یہ کہا گیا تھا کہ پورا منصوبہ ہمیں بعد میں بتا دیا جائے گا۔

اس بار ہمیں ایک نئی جگہ لایا گیا، یہاں ہماری آسائش کے لئے ہر بندوبست موجود تھا۔ گویا اب ہم ان لوگوں کے درمیان ایک معزز حیثیت اختیار کر چکے تھے..... ہشام نے تمام ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد کہا۔

”تمہیں ان باتوں سے اختلاف تو نہیں ہے، مائی ڈیر ویس جو میں نے اس سے کی ہیں۔“ حالانکہ مجھے بہت سی باتیں معلوم نہیں تھیں، لیکن میں نے رواداری سے کہا۔ ”اگر میں ان باتوں سے اختلاف کرتا تو ظاہر ہے میرے پاس اس کا اور کوئی حل نہیں تھا۔“

”بالکل..... میں نے بھی یہی سوچا ہے، ہمیں زندگی بچانے کے لئے ان کی ہدایت پر عمل کرنا ہوگا۔“

”مگر تمہارا کیا خیال ہے ہشام، یہ کون لوگ ہیں؟“

”افسوس انہوں نے ہمیں اپنی قومیت نہیں بتائی، لیکن بہر حال آگے چل کر کچھ نہ کچھ معلوم ہو ہی جائے گا، ویسے مجھے خود بھی شبہ ہے کہ یہ لوگ اپنے ملک کے خلاف گور یلا جنگ لڑ رہے ہیں یا پھر ممکن ہے کسی ایسے دشمن سے جو ان کی سرحدوں کے آس پاس ہو، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں ان کے لئے اب کام کرنا ہی ہوگا۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

تقریباً دس دن ہمیں یہاں گزارنے پڑے اور گیارہویں دن آرمر آرسن ہمیں لے کر چل پڑا ایک طویل ترین سفر طے کیا گیا تھا اور اس کے بعد ہم جس جگہ پہنچے تھے وہ بھی ایک خوفناک علاقہ تھا..... عظیم الشان صحرا جہاں ریتلے میدان بھی بکھرے ہوئے تھے اور کہیں کہیں نخلستان بھی، پہاڑی سلسلوں میں غار بھی نظر آرہے تھے اور انہی غاروں کے پاس ہمارا مسکن بنایا گیا۔ آرمر آرسن کے ساتھ تقریباً پندرہ آدمی اور بھی تھے..... یہ سب کے سب تربیت یافتہ تھے، انہی غاروں میں ہمیں فروکش کر دیا گیا..... کمال کی جگہ تھی..... یہ دن میں شدید گرمی ہوتی تھی اور راتیں خوب ٹھنڈی ہو جاتی تھیں..... اطراف میں ریت

اس دوران ہمیں بہت سی ایسی باتیں بھی معلوم ہو چکی تھیں، جن کا ماضی میں ہمیں کوئی علم نہیں تھا، لیکن اب یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ کس کے خلاف جنگ کر رہے ہیں اور ہمیں ان کی مدد کے لئے کس کے خلاف نبرد آزما ہونا پڑے گا۔ ہشام کو اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا، میں بھی ان حالات سے بے پروا اپنے کاموں میں مشغول تھا اور یہ حقیقت ہے کہ میرے ذہن میں ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ میں ان لوگوں سے منحرف ہو جاؤں، لیکن اس رات کم جوز نے کہا۔

”دوستو اگر میں یہ نہ جانتا کہ تم براہ راست ان معاملات میں ملوث نہیں ہو تو شاید میں تم سے کبھی یہ الفاظ کہنے کی کوشش نہ کرتا، لیکن بہت غور و خوض کے بعد میرے دل نے کہا ہے کہ میں تمہیں وہ بتا دوں جو میرے سینے میں چھپا ہوا ہے، بے شک ان لوگوں نے ہماری بہترین پذیرائی کی ہے، بے شک انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ہماری اس کامیابی کے بعد وہ ہمیں بہترین انعامات سے نوازیں گے اور ہمارے مستقبل کے لئے بہت سے شاندار انتظامات کر دیں گے، لیکن اگر اپنی اس مختصر سی دوستی کے واسطے سے میں تم سے کچھ کہوں تو شاید تم میرے بارے میں ہمدردی سے غور کرو۔۔۔۔۔ میں وہ نہیں چاہتا جو میرے دل میں ہے، کیونکہ مجھے تم لوگوں سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔“

کم جوز کے اس سنجیدہ لہجے پر ہم سب ہی کو حیرت ہوئی تھی۔ ریوس اور ڈلاس اس کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔ کم جوز کا چہرہ اس وقت اس مشعل کی روشنی میں آگ کی طرح سرخ نظر آ رہا تھا، جو اس غار کے ایک گوشے میں دیوار میں نصب تھی، جہاں ہم لوگ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ قرب و جوار میں کوئی موجد نہیں تھا، ہمارے نگراں اب ہم پر مکمل اعتماد کرتے تھے۔ بے شک وہ یہاں موجود تھے، لیکن ایسا نہیں تھا کہ وہ ہم پر نگاہ رکھتے ہوں گے۔

آرمز آرسن ہم سے بے پناہ خوش تھا، وہ ہمارے خلاف ایک بات بھی نہیں کہتا تھا اور ان لوگوں نے اس دوران ہمیں بہترین تعاون دیا تھا۔ کم جوز نے کہا: ”میں تم سے اپنے دل کی بات کہہ سکتا ہوں۔“

تھا۔۔۔۔۔ میں نے وحشی بھیڑیے کو درمیان سے کاٹ کر پھینک دیا اور اس طرح کم جوز کی زندگی بچ سکی، لیکن پھر بھی اس کے علاج میں کئی دن صرف ہو گئے تھے۔

ہم آہستہ آہستہ باہر ہوتے جا رہے تھے اور بے دھڑک کسی بھی وحشی درندے کو اپنے چاقو سے ہلاک کر دیتے، جب یہ سلسلہ ختم ہوا تو اس تربیتی کورس کا دوسرا دور شروع ہوا اور اس کورس میں ہمیں ایک ایک ہفتے بھوکا پیاسا رکھ کر سخت محنت مشقت کا کام لیا گیا۔ کئی بار میں اور میرے ساتھی بیمار بھی پڑے، لیکن علاج کے بعد ہمیں اپنے کورس کی مدت پوری کرنی پڑتی تھی۔۔۔۔۔ پھر کچھ دن ہمیں سونے بھی نہیں دیا گیا اور اس کے بعد بھوکے رہنے کا دور شروع ہوا۔۔۔۔۔ ہمیں چار چار دن تک بھوکا رکھا جاتا تھا اور اس کے بعد ان پہاڑوں اور صحراؤں میں آباد خونخوار اور وحشی قبائل کے علاقوں سے مرغیاں اور بھیڑیں چرا کر پیٹ کی آگ بجھانے کی ہدایت ملتی تھی، یہ کام بھی بے حد خوفناک تھا اور کئی بار ان وحشی قبایلوں سے ہمارا مقابلہ ہوا تھا اور اس مقابلے میں زندگی بار بار موت کے قریب سے گزری تھی، لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ ہمارے وجود فولاد ہوتے جا رہے تھے۔۔۔۔۔ پتے پتے ہوئے صحراؤں میں ہمیں لے جایا جاتا اور وہاں اتارنے کے بعد اپنے ٹھکانے پر واپس آنے کی ہدایت کی جاتی۔

یہ کام انسانی بس کے نہیں تھے، لیکن اس کی تکمیل کے بعد ہم لوگ نجانے کیا سے کیا بن گئے تھے۔۔۔۔۔ ہشام کہتا تھا کہ اب اسے اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ اس کی زندگی کی حفاظت کس طرح ہوگی اور آنے والے وقت میں وہ اپنے لئے کیا وسائل تلاش کرے گا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اگر ہم پانچ افراد ایک گروہ کی شکل میں کسی مہذب آبادی تک نکل جائیں تو یقین کرو کہ وہ آبادی خالی کر کے رکھ دیں گے۔“

آرمز آرسن ہماری اس مشقت سے بالکل مطمئن تھا اور اکثر ہمیں مبارک باد دیتا رہتا تھا۔۔۔۔۔ خود اس کا بھی یہی خیال تھا کہ پانچ آدمیوں کی اس فوج نے وہ قوتیں حاصل کر لی ہیں کہ اگر وہ پانچ سو آدمیوں کے درمیان پھنس جائیں تو با آسانی نکل سکتے ہیں۔

بھیا نک منصوبے جنم لے رہے تھے۔“

”بھیا نک منصوبے؟“ ریوس نے چونک کر کہا اور کم جوز کی آنکھوں میں ایک عجیب

سی چمک پیدا ہو گئی، اس نے جواب دیا۔

”ہاں میں نے یہی سوچا تھا کہ میں خودکشی کر لوں، ایک اجتماعی خودکشی، یعنی آرسن

کے بیان کے مطابق جو طیارہ ہمیں لے کر جائے گا اور اس جگہ پہنچ جائے گا جہاں ہمیں اترنا

ہے تو میں نے یہ بھی سوچا تھا کہ دوران سفر اس طیارے کو تباہ کر دوں اور اس طرح میں اپنے

عزیزوں سے وفاداری کا ثبوت دوں..... یہ فیصلہ اٹل تھا میرا، لیکن یہ وقت جو ہمیں مل گیا

ہے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ شاید تم اس کے لئے میرا ساتھ نہ دو، کوئی ایسی تدبیر، کوئی

ایسی تجویز جو ہمیں اس بھیا نک کام سے باز رکھ سکے..... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جب ہم

یہ کام سرانجام نہیں دے پائیں گے تو ان لوگوں کے قابل نہیں رہ پائیں گے اور ان لوگوں

نے ہم پر بے شک بھروسہ کر لیا ہے اور بظاہر وہ ہم سے مخلص بھی نظر آتے ہیں، لیکن جب

اتنے بڑے اہم کام ہوا کرتے ہیں تو اس میں بہت سی رازداریاں بھی برتی جاتی ہیں، ہو سکتا

ہے وہ ہمیں اس کام کی انجام دہی کے بعد اعزازات سے نوازیں اور اس کے بعد گولیوں

سے اُڑادیں۔ ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ اتنے بڑے بڑے کاموں میں رازداروں کو ختم کر دیا

جاتا ہے۔“

یہ الفاظ تمام لوگوں کے لئے لمحہ فکر یہ تھے تمام کے چہرے لٹک گئے تھے، لیکن پھر

ڈلاس نے مردانہ وار کہا۔

”ان میں سے کوئی بات ہمارے سوچنے کے لئے نہیں ہے، ہم تو صرف یہ جانتے

ہیں کہ ہمارا دوست کم جوز اس مقصد سے متفق نہیں ہے اور اپنی زندگی دینے پر آمادہ ہے،

دولت تو ہم زندہ رہ کر ساری زندگی کمائیں گے، لیکن کم جوز ہمارے لئے ہر دولت سے

زیادہ قیمتی ہے۔“

”ڈلاس..... تم سینے سے لگانے کے قابل ہو، تم نے ہماری آنکھوں سے پردے

ہٹا دیے ہیں، اگر ہم وہ بند تباہ کر دیں تو بے شک باغی گولیوں کو کچھ مفادات حاصل

ہشام جو ایک نفیس انسان تھا کم جوز کے قریب پہنچ کر اس کا شانہ تھپ تھپاتے

ہوئے بولا۔

”بلاشبہ ہماری دوستی بے حد مختصر ہے، لیکن جو لوگ زندگی اور موت کے ساتھی ہوتے

ہیں ان کے درمیان خود بخود ایک رشتہ قائم ہو جاتا ہے اور ہمارا یہ رشتہ تم سے قائم ہے کم

جوز۔“

”میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ملکوں کی سیاستیں اور پالیسیاں جو کچھ بھی ہوں ہم ان میں

مداخلت نہیں کر سکتے، لیکن جو کارروائی کی جا رہی ہے اور جن لوگوں کے خلاف کی جا رہی ہے

اور جس کی معمولی سی بھٹک ہمارے کانوں تک پہنچ چکی ہے، وہ ایک ایسے علاقے کے خلاف

ہے جہاں میری ماں نے جنم لیا تھا اور جس علاقے میں میرے باپ کا پورا خاندان آباد

ہے۔ گو میرے ماں باپ اب اس دنیا میں موجود نہیں ہیں، لیکن تم لوگ یقین کرو اس

سرزمین سے مجھے آج بھی بے پناہ محبت ہے..... یہ بے ضرر اور معصوم لوگ جو صرف دو

فریقوں کی آپس کی دشمنی کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں، اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں زندگی سے

محروم کر دیا جائے۔“

”کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جو بند ہمیں تباہ کرنا ہے اس کے نقصانات ان لوگوں کو

پہنچیں گے جن کا تعلق تمہاری ماں سے ہے؟“

”ہاں..... جب آرمر آرسن نے ہمیں اس منصوبے کی تفصیل بتائی تھی تو ہم نے یہ

سمجھ لیا تھا کہ ہم اس کی تکمیل کر ڈالیں گے، لیکن جب اس نے اس جگہ کا نام لیا تو یقین کرو

میرے دل پر اتنے گھونے پڑے ہیں کہ میں ہی جانتا ہوں کہ میں نے یہ کس طرح

برداشت کیا اور اس وقت سے اب تک میں اس سرزمین کی محبت میں ٹپ رہا ہوں جس

کے خلاف یہ عمل کیا جا رہا ہے..... میں جانتا ہوں کہ میری کوئی حیثیت نہیں ہے اور میں ان

لوگوں کی کارروائیوں کو نہیں روک سکوں گا، لیکن میرا دل نہیں چاہتا کہ میں اپنی ماں کے اس

وطن کے خلاف کام کروں، اپنے بزرگوں کی روجوں کو صدمہ پہنچاؤں..... میں نے بہت غور

کرنے کے بعد یہ بات تم لوگوں کے سامنے پیش کر دی ہے، جبکہ میرے دل میں بہت سے

ہو جائیں گے، لیکن اس سے کتنے بے گناہ ہلاک ہوں گے..... ہم اسے بھول گئے تھے، ہم ایسا نہیں کریں گے ڈیر جوز..... ہم ایسا نہیں کریں گے۔“

جوز دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا تھا..... اس کے آنسو اور سکلیاں ہمیں شدید متاثر کر رہی تھیں..... ذہن پر جی ہوئی گرد ایک دم ہٹ گئی تھی اور ہم یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ جن لوگوں کے منصوبے پر ہم نے کام کرنے کا فیصلہ کیا ہے، ان سے ہمارا کیا تعلق ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے ہم پر اعتماد کیا تھا اور ہم بھی اپنی زندگی بچانے کے لئے ان سے تعاون پر آمادہ ہو گئے تھے، لیکن اس تعاون کا مقصد یہ تو نہیں تھا کہ ہم لاتعداد انسانوں کی زندگیوں سے کھیلنا شروع کر دیں، وہ بھی ایک بے مقصد کام کے لئے ہمارا تو ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں تھا..... ہشام نے متحیرانہ انداز میں مجھ سے کہا۔

”ہم ذہنی طور پر ہمیں قدر معطل ہو گئے ہیں کہ دوسروں کے آلہ کار خوشی سے بنے ہوئے ہیں..... مصلحت ایک الگ چیز ہے، لیکن تمہارا کیا خیال ہے، اس نیلی آنکھوں والے جرماں کا منصوبہ، وہ تو صرف اپنے مقصد کے لئے کام کر رہا ہے، ان لوگوں کی گور یلا جنگ کا مقصد موجودہ حکومت کو ہٹانا اور اپنا اقتدار قائم کرنا ہے یا پھر اگر وہ عوامی اختلاف بھی رکھتے ہیں، تب بھی کم از کم ہم پر یہ ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ ہم ان کے دست و بازو بنیں..... تمہارا کیا خیال ہے آرمر آرسن کا منصوبہ کیا بے شمار انسانوں کی ہلاکت کا منصوبہ نہیں ہے؟“

”ہم نے اس بارے میں کبھی سوچا ہی نہیں۔“

”اصل میں اتنے دنوں کی تربیت نے ہمیں جسمانی طور پر تو طاقتور کر دیا ہے، لیکن ذہنی طور پر معطل کر دیا ہے..... تم خود سوچو آرمر آرسن کہتا ہے۔ وہ بند جوان لوگوں نے تعمیر کیا ہے، ایک مخصوص علاقے کو سیراب کرتا ہے، جبکہ اس بند کے ذریعے ہمارے علاقے خشک سالی کا شکار ہو جاتے ہیں..... دوستو تمہیں غیر جانب دارانہ انداز میں وہ بند تباہ کرنا ہے، اصل میں اس کے سلسلے میں کچھ ایسے شواہد اور ثبوت اقوام متحدہ کو پیش کئے گئے ہیں

جن میں یہ الزام لگایا گیا ہے کہ ہم ان کے مقاصد کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں..... ہم یہ ثابت کرنے کے خواہش مند ہیں کہ وہ ہم نہیں ہیں، جنہوں نے یہ بند تباہ کیا ہے بلکہ کچھ اور ہی لوگ ہیں..... اگر تم میں سے کوئی ایک آدھ گرفتار بھی ہو جائے تو وہ یہ ثابت نہیں کر سکیں گے کہ تم ہم میں سے کوئی ہو اور یہ ہماری ذمہ داری ہوگی کہ تمہیں اس گرفتاری سے نجات دلا کر فرار کرا دیں۔“

آرمر آرسن کے اس منصوبے پر ہم تیار ہو گئے تھے اور اس شدید ترین تربیت کے نتیجے میں ہم سے یہی کام لیا جانا تھا، لیکن کم جوز نے ایک دم ہمارا نظریہ تبدیل کر دیا تھا..... ہشام مصری نے کم جوز کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

”نہیں میرے دوست جس کام کے لئے تم اس قدر دلبرداشتہ ہو، وہ کبھی نہیں کریں گے، ہمارا تم سے وعدہ ہے۔“ کم جوز نے اپنے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا۔

”سوری..... میں جذباتی ہو گیا تھا۔“

”نہیں کم جوز ہم بھی تمہارے ساتھ اتنے ہی جذباتی ہو گئے ہیں، لیکن خبردار آرمر آرسن کو اس بارے میں ذرا بھی شبہ نہیں ہونا چاہئے، سمجھ رہے ہوتا تم۔“ اور اس کے بعد ہم سب ذہنی طور پر اس کام کے لئے متفق ہو گئے کہ اب ان لوگوں کی دسترس سے نکل جایا جائے..... آرمر آرسن نے ہم سے ملاقات کر کے جو فائل منصوبہ پیش کیا وہ یوں تھا کہ ہمیں تمام ضروریات سے مسلح کر کے ایک صحرا میں اتار دیا جائے گا، ایک جہاز اس صحرا پر سے گزرے گا اور اس کی رفتار تیز ہوگی، ہمیں مہارت کے ساتھ پیرا شوٹس کے ذریعے نیچے چھلانگیں لگانی ہیں اور اس کے بعد صحرا میں یکجا ہو جانا ہے، پھر ہمارا بند کو اڑانے کا عمل شروع ہوگا..... اس ڈیم کے لئے ہمیں مکمل نقشے فراہم کئے گئے، ایک ایک چیز سے روشناس کرایا گیا۔ وہ تمام اشیاء مہیا کی گئیں جو ڈیم کو اڑانے کے لئے ہمیں استعمال کرنی تھیں، ان کا طریقہ استعمال بتایا گیا اور آخر کار وہ رات آگئی جب ہمیں اس صحرا میں اتارا جانے والا تھا، پہاڑیوں کے دوسری جانب کے مخصوص اور چھوٹے سے ہوائی اڈے سے وہ طیارہ فضا میں بلند ہوا جس میں ہم تمام لوگ سوار تھے..... طیارے کے پائلٹ کا ہم سے

وجود نہ ہو۔ میرے ساتھی مجھ سے اتنے فاصلے پر پہنچ گئے تھے کہ اب مجھے ان کا نام و نشان تک نظر نہیں آ رہا تھا..... زمین قریب آتی جا رہی تھی اور زمین تک پہنچنے کا انداز ایسا تھا کہ محسوس ہی نہ ہو بڑے پرسکون انداز میں، میں نیچے اتر رہا تھا اور اب ذہنی طور پر اس تمام کام کے لئے تیار ہو گیا تھا جو نیچے پہنچنے کے بعد مجھے کرنا تھا۔

ہوش و حواس قائم ہونے کے بعد ذہنی صلاحیتیں بھی بیدار ہو گئی تھیں اور وہ پوری مشق یاد آگئی تھی جو اس سلسلے میں ہم نے کی تھی۔ بہر حال زمین آہستہ آہستہ قریب آتی گئی اور کچھ دیر کے بعد میرے پیروں نے ریت کے ان پہاڑوں کو چھو لیا جو ٹھنڈے اور نرم و نازک تھے..... عجیب احساس، عجیب تجربہ، حدنگاہ تک سفید صحرا بے داغ تھا، کوئی دھبہ نظر نہیں آ رہا تھا اور یہ حسین منظر بہت ہی خوبصورت لگ رہا تھا، لیکن اس کے بعد مجھے باعمل ہو جانا تھا، میں نے جلدی جلدی پیراشوٹ کی چھتری کو لپیٹا اور وہیں سے کچھ فاصلے پر ایک ٹیلے کے نزدیک پہنچ گیا..... ریت کے ٹیلے کے دامن میں ایک گڑھا بتالینا کوئی مشکل کام نہیں ثابت ہوا اور میرے ہاتھوں نے پھرتی سے پیراشوٹ کو اوپر سے ریت ڈال کر پوری طرح ڈھک دیا۔ ریت کے اسی ٹیلے میں، میں نے اپنا دوسرا بھاری سامان بھی دفن کر دیا، کم از کم یہ ضروری تھا کیونکہ اگر ہمیں اس صحرا میں اترتے ہوئے کسی نے دیکھ لیا ہے تو پھر ہماری جانب رخ ضرور کیا جائے گا اور ایسی صورت میں میرے پاس اس سامان کا ملنا ایک خطرناک امر ہو سکتا تھا، جبکہ میرے جسم پر ایک عام ہی لباس تھا اور اس لباس کا انتخاب بھی خصوصی طور پر کیا گیا تھا، جس کے بارے میں آرمر آرسن نے بتایا تھا کہ یہ اسی علاقے کے لوگوں کا لباس ہے۔

بہر حال اب یہاں سے ہٹ جانا بے حد ضروری تھا، چنانچہ میں تیز رفتاری سے آگے بڑھ گیا..... کچھ فاصلے پر ایک بہت اونچا پہاڑی ٹیلا نظر آ رہا تھا، یہاں پہنچ کر بلند یوں کا سفر کر کے دُور دُور تک نگاہ دوڑائی جاسکتی ہے، اس طرح ہشام، ریوس، ڈلاس اور کم جونز وغیرہ میں سے کوئی نہ کوئی مجھے نظر آ جائے گا..... تیز رفتاری سے ریت کے اس پہاڑ کی جانب بڑھنے کے بعد میں آخر کار دوسری جانب پہنچ گیا..... ریت کا ٹیلا خاصا بلند تھا،

رابطہ تھا اور وہ ہمیں مکمل ہدایت دیتا جا رہا تھا، اس پر اسرار مشن کے لئے ہم سب نجانے کیا کیا تصورات رکھتے تھے، جبکہ ہمارے سر پرست ہم سے کچھ اور توقعات رکھتے تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے ان کی بیشتر توقعات پوری کر دی تھیں اور وہ ہم پر اعتماد کرنے لگے تھے، لیکن جب مسئلہ ایسی زندگیوں کا آ جاتا ہے جو بے گناہ ہوں تو پھر اگر انسانی ضمیر زندہ ہے تو بہت سے ایسے فیصلے کرنے پڑتے ہیں جنہیں دل و دماغ قبول نہ کرے اور ہم ایسا ہی فیصلہ کر چکے تھے۔

طیارے کا سفر جاری تھا اور اس کے بعد اچانک ہی اس کی رفتار میں تیزی آگئی تھی، پائلٹ نے ہمیں آگاہ کیا کہ ہم اپنی منزل پر پہنچ چکے ہیں اور وہ چند لمحوں کے لئے وہ طریقہ کار اختیار کرے گا جس کے ذریعے ہم فضا سے زمین کی طرف سفر کا آغاز کر سکیں..... پھر کتنی شروع ہو گئی، ایک ایک کر کے ہم میں سے تمام افراد طیارے سے نیچے کود پڑے، اب سب کا ایک دوسرے سے رابطہ منقطع ہو گیا تھا اور ہم فضا سے زمین کی جانب آ رہے تھے..... کون کہاں تھا، کس کا کس سے کتنا فاصلہ تھا اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا، کچھ لمحوں کے لئے تو آنکھیں بند ہی ہو گئی تھیں..... ہوا کی تیز رگڑ لگ رہی تھی، پیراشوٹ ابھی کھلا نہیں تھا اور آسمان سے زمین تک آتے ہوئے جن کیفیات کا ذہن سے گزرنا ہوتا ہے وہ اس وقت مجھ پر گزر رہی تھیں اور میں ان کیفیات کا تجزیہ بھی نہیں کر پار رہا تھا، مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ان بلندیوں کا اختتام موت کی پستیوں پر ہوگا..... کون جانے زندگی باقی بھی رہے گی یا نہیں۔ نیچے کیا تھا اس کا اندازہ لگانے کا موقع بھی نہیں تھا، لیکن پھر آہستہ آہستہ یوں محسوس ہوا کہ جیسے فضا میں ٹھہراؤ قائم ہو گیا ہو..... پیراشوٹ کی چھتری کھل چکی تھی اور میرا وزن اس نے سنبھال لیا تھا۔ وزن سنبھالنے کے ساتھ ساتھ ہی ذہن بھی سنبھل گیا اور ہوش و حواس بیدار ہو گئے، تب میں نے نیچے تاحد نظر پھیلے ہوئے صحرا کو دیکھا جس میں چاندنی کا کھیت تھا، بھوری ٹھنڈی ریت چاند کی روشنی میں چمک رہی تھی اور ٹیلوں کے سائے بہت ہی حسین محسوس ہو رہے تھے..... زمین سے فاصلہ بھی کم سے کم رہ گیا تھا..... ادھر ادھر دیکھا تو یوں محسوس ہوا جیسے اس خاموش کائنات میں میرے علاوہ کسی اور انسان کا

میں دفن کر دیا تھا..... یقیناً دوسرے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا ہوگا۔ میں نے ٹرانسمیٹر نکال لیا اور پھر اسے آن کر کے ہشام کو کال کیا..... ٹرانسمیٹر پر لہروں کے شور کے سوا اور کوئی آواز نہیں ابھری تھی۔ بہت دیر کوشش کے بعد میں نے جوز، ریوس اور ڈلاس سے رابطے کی کوشش کی، لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات کہاں مر گئے یہ سب..... کیا ہو گیا انہیں..... ایک بات جو سمجھ میں آرہی ہو۔

”اب صبر نہیں ہو رہا تھا..... ایک عجیب سا خفقان ذہن پر طاری ہو گیا۔ میں ریت کے ٹیلے سے اتر آیا اور پھر ایک سمت اختیار کر کے چل پڑا..... اب کچھ سوچنا بے کار تھا، اگر ان لوگوں کی طرف سے کوئی تحریک ہوتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ..... اور اس ورنہ کے آگے ریت کا سنان ویرانہ تھا، خالی..... بے احساس۔

پھر بہت سارا راستہ طے کر لیا..... ریت پر سفرویے بھی سست رفتار ہوتا ہے۔ پھر بھی حیرت انگیز طور پر میں نے کافی فاصلہ طے کر لیا تھا..... اس کا اندازہ اس طرح ہوا کہ اب کچھ جھاڑ جھکاں نظر آرہے تھے، جبکہ ٹیلے کی بلندی سے میں نے شفاف ریت کے میدانوں کے سوا کچھ نہیں دیکھا تھا..... اس کے علاوہ تھکن بھی یہ احساس دلاری تھی۔ اب مزید چلنے کی سکت نہیں تھی، اس لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے لگا، مناسب جگہ بھلا کون سی ہو سکتی تھی، اسی لئے ایک ٹیلا منتخب کر کے بیٹھ گیا..... یہی شکر تھا کہ رات کا وقت تھا، ورنہ ریگستانوں میں سردی نہیں ہوتی۔

تھکن اور بے زاری نے نڈھال کر دیا تھا..... آنکھیں خود بخود بند ہونے لگیں، یہ نیند نہیں صرف تھکن تھی..... ذہن جاگ رہا تھا اور سماعت نے ہلکی سی آہٹ سن کر فوراً ذہن کو ہوشیار کیا تھا، لیکن سماعت میں کچھ دیر ہو گئی تھی..... میں کسی کی موجودگی کو محسوس کر کے سانپ ہی کی طرح بیٹھا رہا، لیکن وہ چاروں میرے قریب آچکے تھے، میں اٹھنے کی کوشش کرتا تو ان سے ٹکرا جاتا۔

وہ قوی ہیکل تھے..... ریڈ انڈینوں کی مانند لمبے کوٹ اور پاجامے پہنے ہوئے تھے..... ان کے بال لمبے اور پیشانیوں سے پٹیاں بندھی ہوئی تھیں..... لمبے کوٹ میں

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اوپر پہنچ گیا اور اوپر پہنچنے کے بعد میں نے تاحد نظر دیکھا، لیکن خاموشی سنا۔ تب اچانک مجھے احساس ہوا کہ ہمارے یہ لباس جس رنگ کے بنائے گئے ہیں، اس میں دور تک انہیں دیکھا نہیں جاسکتا..... اگر ریت کے سفید سمندر پر نگاہ دوڑائی جائے اور کسی چیز کو دیکھا جائے تو کم از کم یہ لباس دور سے نظر نہیں آسکتا تھا..... بہر حال کافی دیر تک میں وہیں کھڑا دیکھتا رہا، ہلکے لباس میں چاقو، پستول، دور بین اور ٹرانسمیٹر میرے پاس موجود تھے..... کم از کم یہ چیزیں اپنے آپ سے جدا نہیں کی جاسکتی تھیں۔

بہت دیر گزر گئی اور اس کے بعد ایک گہری سانس لے کر میں ریت کے اسی ٹیلے پر بیٹھ گیا۔ اب یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ اس صحرا میں دور دور تک کوئی نہیں ہے، یعنی وہ جو ہمیں دیکھ لیں اور ہمارے خلاف کوئی کارروائی کر سکیں، اس کا مطلب ہے کہ آرمر آرسن کا یہ منصوبہ پہلے مرحلے پر بالکل کامیاب رہا ہے، لیکن یہ لوگ کہاں تھے..... ٹرانسمیٹر پر اب ایک دوسرے سے رابطہ نہیں قائم کیا جاسکتا تھا..... یہ طے ہو گیا تھا کہ اس رابطے کے لئے کم از کم دو یا ڈھائی گھنٹے کا وقت دیا جائے گا، تاکہ یہ احساس ہو جائے کہ کوئی کسی مشکل میں پڑ گیا ہے، ہاں اگر پانچوں ایک دوسرے سے رابطے میں کامیاب ہو جائیں تو پھر کوئی پریشانی کی بات نہیں تھی، لیکن ڈھائی سے تین گھنٹے کا وقت اس لئے دیا گیا تھا کہ فوری طور پر کوئی ہمارے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہ کر سکے۔

وقت گزرتا رہا..... اب میرے دل میں کسی قدر بے چینی پیدا ہونے لگی تھی، کوئی تو نظر آتا، کہیں کوئی تحریک تو ہوتی..... نہ جانے انہیں کیا حادثہ پیش آیا تھا..... یوں لگتا تھا جیسے انہیں ریت کا سمندر نکل گیا ہو، حالانکہ ابھی مجھے زیادہ دیر نہیں گزری تھی لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے یہ رات کائنات کی سب سے طویل رات ہو اور صبح کبھی نمودار نہ ہوگی۔ تب میں نے جھنجھلا کر فیصلہ کیا کہ اب ٹرانسمیٹر استعمال کر لیا جائے..... اس احتیاط کی ضرورت بھی کیا ہے، وہ کام سرانجام تو دینا نہیں ہے، جس کے لئے ہمیں یہاں بھیجا گیا ہے۔ یہ تو ہمارے درمیان پہلے ہی طے ہو گیا تھا کہ صحرا میں اترتے ہی ہم اس تباہ کن سامان سے نجات حاصل کر لیں گے جو ڈیم کو تباہ کرنے کے لئے ہمیں دیا گیا ہے، چنانچہ میں نے تو اس کو ریت

آستین نہیں تھی اور طاقتور بازو کھلے ہوئے تھے۔ ان کے پاس لوہے کے ڈنڈے اور چاقو موجود تھے۔

میں نے زمین پر لوٹ لگا کر پستول نکالنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہو گیا، لیکن ایک وحشی کابلی کی سی چیخ کے ساتھ لوہے کا ایک سرامیرے پستول پر پڑا اور اس قدر زور سے پڑا کہ پستول ہی میرے ہاتھ سے نکل گیا اور اس کے ساتھ ہی وہ فولادی، ڈنڈے میرے بدن کے مختلف حصوں سے آنکے اور ان سے اس قدر دباؤ میرے بدن پر پڑا کہ مجھے لیٹنا پڑا، لیکن وحشی بلی کی چیخ سے میری سماعت ابھی تک جھنجھنارہی تھی..... کیا یہ لڑکیاں ہیں..... میں نے سوچا، کیونکہ چیخ نسوانی تھی، لیکن مونچھوں والی لڑکیاں میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں، ہاں جو مجھ پر جھکی تھی اور جس نے میرے سینے پر گھٹنا رکھ کر خنجر کی نوک میری گردن پر ٹکائی وہ لڑکی ہی تھی۔

قدرت نے دنیا کے ہر خطے میں عورت کو انوکھے حسن سے نوازا ہے..... اس کے بدن کی خوشبو اور لطافت ہی منفرد ہوتی ہے۔ یہ لڑکی بھی ان قدرتی خزانوں سے مالا مال تھی، حسین نقوش، حسین تراش کے ہونٹ، جوانی کی یہ تحریر جاذب نگاہ..... صنف کا تعین کرنے والی اضافت کا بوجھ جو اس وقت میرے سینے پر آٹکا تھا..... چہرے اور آنکھوں میں بے جی تھی، لیکن یہ بھی اس کے حسن میں اضافہ کر رہی تھی۔

”کوئی اور جنبش کی تو گردن الگ کر دوں گی۔“

ان حشر خیز لمحات میں بھی حسن ظرافت کا پھڑک اٹھنا جو کہ میرے لئے بھی باعث حیرت تھا..... میرے منہ سے غیر ارادی طور پر نکلا۔

”کوئی اور جنبش کرنے کو کس بد بخت کا دل چاہے گا، بشرطیکہ تم بھی کوئی جنبش نہ کرو۔“

لڑکی نے میرا چہرہ دیکھا، خود پر غور کیا اور پھر یہ بے جی حیرت میں بدل گئی۔ اسے اپنی کیفیت کا احساس ہوا اور اس نے جلدی سے اپنا بدن چرا لیا..... اس کے سینے کا بوجھ میرے سینے سے ہٹ گیا، لیکن پھر مجھ پر سے ہٹ کر اس نے میرا گریبان پکڑ کر طاقت

صرف کی اور مجھے کھڑا کر دیا..... وہ دراز قامت اور تندرست تھی..... مجھے کھڑا کرنے کے بعد اس نے اپنا خنجر دانتوں سے پکڑا اور میری دونوں کلائیاں ٹٹولنے لگی، لیکن اب وہ اس قدر طاقتور بھی نہ تھی۔

”ہاتھ پیچھے کر لوں؟“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”اے سنبھالو۔“ وہ غرائی اور پھر ان میں سے ایک نے میرا پستول اٹھا کر میری پیشانی سے لگا دیا۔

”قوت آزمائی مت کرو۔“

میں نے دونوں ہاتھ پشت پر کئے اور انہوں نے انہیں رسی سے کس دیا..... بڑی پھر آگے بڑھی اور اس نے میرے لباس سے بقیہ سامان نکال لیا..... پھر اس کے منہ سے نکلا۔

”ٹرانسمیٹر۔“

”یہ خطرناک ہے لاسکا۔“ ایک شخص نے کہا۔

”کیا کروں؟“

”لاؤ مجھے دو۔“ مرد نے ٹرانسمیٹر کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

”پلیز..... اسے کوئی نقصان نہ پہنچانا..... یہ میرے لئے ضروری ہے۔“ میں نے عاجزی سے کہا۔

”بکواس بند کرو۔“ ٹرانسمیٹر لینے والے نے جوش میں آ کر میرے منہ پر گھونسا رسید کر دیا اور میرے منہ میں نمک گھل گیا..... اس نے ٹرانسمیٹر زمین پر ڈال کر زور زور سے اس پر پاؤں مارے اور اسے ریزہ ریزہ کر دیا۔

مجھے ٹرانسمیٹر کے تباہ ہونے کا بہت افسوس ہوا تھا..... اس طرح تو ان بقیہ لوگوں سے میرا رابطہ ٹوٹ گیا تھا، لیکن میرے مد مقابل بھی کمزور نہیں تھے۔

”کیا اسے زندہ رکھنا ہے؟“ مرد نے پوچھا۔

”کیا کرو گے؟“ لڑکی بولی۔

”میرے خیال میں اسے ختم کر کے یہیں دبا دو..... زندہ رکھنے سے کیا فائدہ۔“

”مطمئن رہو ڈیر پیرک..... میں نہ زندگی لینے کی کوشش کروں گا نہ زندگی دینا

چاہوں گا۔“

”ہاں یہ بہتر ہے۔“ اس نے کہا۔ پھر بھی وہ مجھے بڑے محتاط انداز میں ایک غار میں لایا تھا جو بے حد وسیع تھا اور خالی تھا۔ ”بیٹھ جاؤ۔“ اس نے اشارہ کیا اور میں ننگے فرش پر بیٹھ گیا۔ ”کوئی ضرورت محسوس کرتے ہو؟“

”ہاں۔“ میں نے جواب دیا۔

”یہ تمہارا پستول ہے۔“ اس نے میرا پستول سامنے کرتے ہوئے کہا۔

”شاید۔“

”اپنے ہی پستول کی گولیوں سے مرنا تم پسند نہ کرو گے۔“

”بالکل نہیں۔“

”تب میں تمہارے ہاتھ کھول رہا ہوں، لیکن پستول کا رخ تمہاری طرف رہے گا جاؤ۔ وہ سوراخ ہے اس کے دوسری طرف تمہارے لئے بہتر جگہ ہے، مگر واپسی جلد ہونی چاہئے۔“

سوراخ کے دوسری طرف ایک اور چھوٹا سا غار تھا..... جہاں ککڑی کے ڈرم میں پانی بھی رکھا ہوا تھا..... رات کی بے آرامی ٹھنڈے پانی سے دُور کر کے میں غار سے باہر نکلا تو یہاں کچھ اور لوگوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔

”صرف پاؤں باندھ دو۔“ پیرک نے کہا اور میرے پاؤں باندھ دیئے گئے، پھر مجھے موٹی موٹی دو روٹیاں دی گئیں، جو کسی نئے اناج سے بنائی گئی تھیں۔ ”ناشتہ کرو..... ہم مہذب دنیا کے لوگ ہیں، لیکن تم نے ہمیں اس حال کو پہنچا دیا ہے کہ اب ہم یہ سب کھا کر جینے پر مجبور ہیں۔“ پیرک نے تلخ لہجے میں کہا اور میں اسے دیکھنے لگا، پھر میں نے بسکٹ جیسی روٹیوں کے ٹکڑے اس قبوے میں ڈبو کر کھائے..... اسی وقت رات والی لڑکی اندر داخل ہو گئی، دن کی روشنی میں وہ اور حسین نظر آرہی تھی۔

”مہمان بخیریت ہے۔“ وہ مسکرا کر بولی۔

”نہیں پیرک..... یہ بہت سے انکشافات کرے گا۔“ لڑکی نے کہا اور پیرک نے گردن ہلا دی۔

”چلیں!“

”ہاں..... دو آدمی یہاں چھوڑ دو ممکن ہے اس کے ساتھ دوسرے بھی ہوں۔“

”ٹھیک..... میک، بال..... تم دونوں یہاں ہوشیار رہو اور تم چلو۔“ اس نے پستول کو جنبش دے کر کہا۔ میرے لئے قدم آگے بڑھانے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا، چنانچہ میں چل پڑا..... پھر کوئی بیس منٹ سفر کرنا پڑا تھا..... اس کے بعد پختہ زمین شروع ہو گئی۔ یہ پہاڑی جگہ تھی اور پہاڑی چٹانوں میں سوراخ بنے ہوئے تھے جن کے بارے میں مکمل اندازہ نہیں ہو سکا، لیکن بہر حال وہ غار تھے..... مجھے اس خطے کی جغرافیائی پوزیشن بالکل نہیں معلوم تھی۔ یہاں آکر یہ اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ یہاں ان کی پوری آبادی ہے اور یہ آبادی شاید غاروں میں رہتی ہے۔“

لیکن مجھے کسی غار میں نہیں لے جایا گیا تھا، بلکہ ایک غار کے پاس جانوروں کی طرح باندھ دیا گیا..... یہاں لاکر انہوں نے میرے پاؤں بھی کس دیئے تھے اور کمر میں ایک لمبا رسہ باندھ کر اس کا دوسرا سر اُغار کے اندر کسی مضبوط چیز سے باندھ دیا تھا۔

باقی رات اسی جگہ بیٹھے بیٹھے گزارنی پڑی تھی..... روشنی ہو گئی اور اسی دوران میں نے یہاں کی آبادی کو جاگتے ہوئے دیکھا تھا..... جگہ جگہ آگ روشن ہو گئی تھی اور وہاں کے باشندے اپنے لئے خوراک تیار کرنے لگے تھے..... عورتیں، مرد، بچے۔ جاگ جاگ کر غاروں سے باہر نکل رہے تھے۔

لیکن پوری طرح روشنی پھیلنے سے پہلے پیرک دو نئے آدمیوں کے ساتھ میرے پاس آیا اور میری کمر اور پیروں کی رسیاں کھول دی گئیں، پھر اس نے کرخت لہجے میں کہا۔

”زندگی کو تم لوگوں نے ہمارے لئے اس قدر مشکل بنا دیا ہے کہ اب ہمیں زندگی لینے اور زندگی دینے کا کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا..... اس لئے بہتر ہوگا کہ خود کو قابو میں رکھنا۔“

پیرک کے اشارے پر دوسرے لوگ چلے گئے..... وہ میرے سامنے بیٹھ گئے تھے،
 پھر لڑکی نے کہا۔ ”تم ایریز ہو؟“
 ”میں جانتا بھی نہیں ایریز کیا ہوتے ہیں۔“
 ”اسکینس ہو؟“
 ”نہیں۔“

”جھوٹ بولتے ہو۔“ پیرک غرایا۔

”تم سچ تلاش کرو۔“

”ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔“ پیرک نے اسی انداز میں کہا۔

”پھر مجھے کیا کرنا چاہئے۔“

”سچ بول دو۔“

”تم تسلیم نہیں کرو گے۔“

”لاسا وقت برباد کرنے سے کوئی فائدہ نہیں..... میں نے رات کو کہا تھا کہ اسے
 ہلاک کر کے ریت میں دبا دو..... اب ہم رحم دلی نہیں برت سکتے۔“
 ”میرے خیال میں اس کی بات سنو..... یہ کیا کہتا ہے..... ویسے یہ واقعی نہ ایکسین
 لگتا ہے نہ ایریز۔“

”یہاں بہت کچھ ہو رہا ہے، کون جانے یہ کس کے لئے کام کر رہا ہے..... ہم اس
 کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برت سکتے..... قصہ ختم کر دینا ضروری ہے۔“ پیرک جھلا کر بولا۔
 ”تم جانتے ہو پیرک نہ ہم تشدد پسند ہیں نہ اذیت رساں انسان سے گریز نہیں کیا
 جاسکتا۔“

”ہونہہ..... انسانیت..... نفرت ہو گئی ہے، اس لفظ سے۔“

پیرک نے اذیت سے کہا..... پھر پستول سیدھا کر کے بولا۔ ”بس ہمیں اس سے
 کچھ نہیں پوچھنا اسے ختم کر دو۔“

”مسٹر اپرس نے کچھ ذمے داریاں مجھے بھی سونپی ہیں، کیا تم انہیں تسلیم کرو گے؟“

”ہاں۔“

”سرکشی تو نہیں کی اس نے؟“

”ابھی تو بیٹھی ملی بنا ہوا ہے۔“

”شیطان کے بچے ہوتے ہیں۔ یہ ایریز..... میں انہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔“

”ایریز نہیں معلوم ہوتا لاسکا۔“

”اسکینس ہے؟“

”وہ بھی نہیں ہے۔“ پیرک نے کہا اور لڑکی میرے قریب آگئی، میں نے مسکرا کر
 لڑکی کو وہ روٹی پیش کرتے ہوئے کہا۔

”ناشتہ؟“

وہ کچھ نہ بولی اور غور سے مجھے دیکھتی رہی..... پھر کہنے لگی۔

”واقعی تم ٹھیک کہتے ہو پھر یہ کون ہے؟“

”پیٹ بھر لینے دو خود بتائے گا۔“ پیرک نے کہا۔

”پیٹ بھر چکا ہے، شکریہ۔“ میں نے بقیہ روٹی انہیں واپس کرتے ہوئے کہا.....

پیرک نے وہ روٹی لی اور عجیب سے لہجے میں بولا۔

”ہم اسے پھینکیں گے نہیں کیونکہ یہ ہماری ضرورت ہے۔“

”مجھے افسوس ہے۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”باقی لوگوں کو واپس کر دو۔“ لاسکا نے پیرک سے کہا..... پھر چونک کر بولی۔

”لیکن کیا تم نے اسے مضبوطی سے کس دیا ہے۔“

”ہاں۔“ پیرک بولا پھر کہنے لگا۔ ”کیا پروگرام ہے؟“

”اس سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔“

”کیا مسٹر اپرس کا انتظار نہیں کرو گی؟“

”ان کی واپسی میں بہت وقت ہے اور ہم کسی مہمان کو نہیں پال سکتے۔“ لڑکی کا چہرہ

اُداس ہو گیا، مجھے ان کے یہ انداز بہت عجیب لگے تھے۔

”میں رات کو بھی اتنا بے بس نہیں تھا..... چاہو تو اپنے ساتھیوں کو آواز دے سکتی ہو۔ اب میں تمہیں چیلنج کر رہا ہوں..... بلاؤ انہیں اور اگر یہ سمجھتی ہو کہ یہ الفاظ میں پستول لے کر کہہ رہا ہوں تو یہ لو اسے سنبھالو..... میں نے پستول اس کی طرف اُچھال دیا اور اب وہ میرے سحر میں گرفتار نظر آرہی تھی..... میرے چہرے پر اس نے نہ جانے کیا دیکھا کہ ساکت کھڑی رہ گئی۔ ”میں تمہارا دشمن نہیں ہوں اور نہ ہی میں ایریزیا اسکینسن ہوں۔“

وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی رہی، پھر میں زمین پر دوبارہ بیٹھ گیا۔

”اب تم میرے پاؤں دوبارہ باندھ دو۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہیں اپنے ساتھیوں میں ذلیل ہونا پڑے..... چلو میرے پاؤں باندھ دو۔“ وہ پھر بھی نہ بلی تو میں نے خود رسی اٹھا کر اپنے پاؤں باندھ لئے پھر بولا۔

”میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنے بارے میں سچ بتاؤں اور تم اسے سچ جانو۔“ وہ بیٹھ گئی..... کچھ لمحے گردن جھکائے بیٹھی رہی۔ پھر نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا اور میں نے کہا۔ ”میرا نام ویلس ہے، ایک جہاز سے سفر کر رہا تھا۔“

میں نے پوری تفصیل سے اسے اپنی کہانی سنائی اور آخر تک ایک ایک لفظ اسے بتادیا۔ اس نے اب خود کو سنبھال لیا تھا، پھر وہ آہستہ سے بولی۔

”اور وہ کہاں ہیں؟“

”انہی صحراؤں میں بھٹک رہے ہوں گے..... اگر تم ٹرانسمیٹر نہ توڑتے تو ہم سب یکجا ہوتے۔“

”ہم اتنے مجبور ہیں تم ہمارے بارے میں نہیں جانتے۔“ وہ آہستہ سے بولی۔

”دل چاہے تو اپنے بارے میں بتا دو۔“

”میرا نام لاسکا ہے..... ہم اسکینسن ہیں۔ ان حالات میں تو لگتا ہے کہ تمہیں یہاں کے حالات بھی نہیں معلوم ہوں گے..... طویل عرصہ سے آرمین لینڈ میں بغاوت چل رہی ہے۔ ایریز اور اسکینسن ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ ہر شخص تو سیاست

لڑکی کی آواز ترش ہو گئی اور پیرک اسے گھورنے لگا..... پھر پستول اس کی طرف پھینک کر بولا۔

”ٹھیک ہے..... تم ذمے داری پوری کرو۔“ پھر وہ بھاری قدموں سے باہر نکل گیا۔ لاسکا اسے دیکھتی رہی تھی، پھر اس نے مجھے گھورتے ہوئے نفرت سے کہا۔

”تم نے ہمیں اس حال کو پہنچا دیا ہے۔“

”تمہارا نام لاسکا ہے۔“ میں نے سنجیدگی سے کہا۔

”ہاں۔“

”میں ویلس ہوں اور یہ بھی سن لو کہ میں اتنا بے بس نہیں ہوں جتنا تم لوگ سمجھ رہے ہو..... میں یہ پستول تم سے چھین سکتا ہوں، تمہیں اس حال میں بھی بے بس کر سکتا ہوں اور یہاں سے فرار ہونے کی کوشش میں دو چار کو ختم کر سکتا ہوں..... خواہ بعد میں مجھے مرنا پڑے، لیکن میں یہ سب نہیں چاہتا۔“

”شاید..... یہ تمہارے لئے اس قدر آسان نہ ہو۔“ اس نے کہا اس وقت میں نے اپنی جگہ سے جنبش کی اور اس پر جا پڑا۔ وہ میرے پورے بدن کے نیچے دب گئی اور میں نے پستول اس کے ہاتھ سے چھین کر اس کی پیشانی سے لگا دیا..... وہ پستول کو نظر انداز کر کے مجھے خود پر سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی، لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکی، پھر وہ بے بس ہو گئی اور شکست خوردہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگی..... میں اس پر چھایا ہوا تھا۔

جب وہ ہر کوشش میں ناکام ہو گئی تو میں نے اس سے کہا۔

”اب تم میرے پاؤں کھول دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو۔“

میرے حلق سے غراہٹ نکلی اور وہ آہستہ سے بولی۔

”مجھ پر سے ہٹو۔“

”خیال رکھنا۔“ میں نے کہا۔

”ہاں..... میں مرنا نہیں چاہتی۔“ وہ آہستہ سے بولی..... پھر اس نے میرے پاؤں کھول دیئے۔

دان نہیں ہوتا..... اقتدار کے بھوکے بے گناہ انسانوں کو بھی اپنی پلیٹ میں لے لیتے ہیں اور ہم سرحدوں کے شہروں میں رہنے والے خاص طور سے پتے ہیں..... ہم اسکسین ہیں اور ایریز ہماری جان کے گاہک ہیں..... ہمارے شہر تاراج کر دیئے گئے ہیں، حالانکہ ہم اس بغاوت میں شریک نہیں ہیں، لیکن دو پاٹوں کے بیچ پس رہے ہیں، ہماری معیشت ختم ہو گئی ہے..... ہم قحط کے شکار ہیں اور دیوانوں کی دیوانگی کی بھیشت چڑھ رہے ہیں..... وہ ایک دوسرے کو ختم کر رہے ہیں، اپنے ہی وطن کے دشمن ہو گئے ہیں۔ اپنوں کو دشمنوں کی طرح مار رہے ہیں..... صرف اقتدار کے لئے، شہری آبادیاں کھنڈر بن گئیں تو ہم نے یہ صحرا اپنا لئے اور جو زندگی گزار رہے ہیں تم دیکھ رہے ہو۔ جو لوگ یہاں آگئے ہیں وہ خونخوار ہوتے جا رہے ہیں، ان کے پاس زندگی گزارنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اقتدار کی ہوس کے شکار دیوانے دوسروں کی پریشانیاں بھول گئے ہیں، ہم تو اس جنگ میں شریک نہیں ہیں اور یہ جھلائے ہوئے لوگ فیصلہ کر چکے ہیں کہ جو ہاتھ لگے اسے ختم کر دو..... ان میں دیوانگی پھیلتی جا رہی ہے۔“

میں خاموشی سے یہ داستان سن رہا تھا..... کم جواز بھی شاید اسکسین تھا، بہر حال میرا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں تھا..... میں نے کچھ دیر کے بعد کہا۔ ”میں تمہاری اس داستان سے افسردہ ہوں..... بہر حال میں تمہیں حقیقت بتا چکا ہوں۔“ وہ دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے لئے کیا کروں؟“

”میری فراہم کی ہوئی اطلاع ان تک پہنچا دو..... شاید میں اس جگہ تک تمہاری رہنمائی کر سکوں، جہاں میں نے ڈیم کے خلاف تخریب کاری کا اپنے حصے کا سامان چھپایا ہے، وہ لوگ خود بھی اس منصوبے پر عمل کریں گے، جن کے لئے انہیں تربیت دے کر یہاں بھیجا گیا ہے، لیکن اگر تم چاہو تو انہیں اس صحرا میں تلاش کر سکتی ہو۔“

”ایں۔“ وہ چونک پڑی..... کچھ لمحے غور کرتی رہی، پھر کہنے لگی۔ ”شاید..... اسی طرح کچھ کام بن جائے۔“

”کس طرح؟“

”ایک درخواست کر سکتی ہوں تم سے؟“

”کیا؟“

”کوئی ایسا عمل نہ کرنا جس سے میرا منصوبہ خاک میں مل جائے۔ یہ لوگ اپنے حالات سے دیوانے ہو رہے ہیں..... میں نے تمہاری باتوں پر یقین کر لیا ہے مگر..... میری آرزو ہے کہ تم کچھ وقت بسر کر لو..... میں تمہیں یہاں سے شارلن سٹی نکال دوں گی، تم وہاں سے جہاں چاہو چلے جانا..... مان لو گے میری بات؟“

”مان لی۔“ میں نے مسکرا کر کہا اور وہ مجھے غور سے دیکھنے لگی..... اس کی آنکھوں سے عورت کی پسند جھانک رہی تھی..... میں نے یہی سب کچھ ریوینا کی آنکھوں میں دیکھا تھا لیکن۔

وہ اٹھ کر جانے لگی تو میں نے کہا۔

”کھلے ہوئے ہاتھوں سے میں با آسانی اپنے پاؤں کھول سکتا ہوں، کیا تم میرے ہاتھ نہیں باندھو گی؟“

وہ ایک لمحے مجھے دیکھتی رہی، پھر اپنی جگہ سے اٹھی..... رسی کا ایک ٹکڑا لے کر میرے ہاتھ باندھ دیئے..... پھر اچانک جھک کر میرے ہونٹ چومے اور باہر نکل گئی۔

میں نے گہری سانس لے کر دیوار سے پشت نکالی اور اب میرے ذہن میں دوسرے خیالات آنے لگے..... کیا ان سب باتوں کا تعلق میری زندگی سے ہے..... میں تو اپنی تلاش میں سرگرداں ہوں..... میں تو خود اس کائنات میں بھٹکتا ہوا ایک پرندہ ہوں، مجھے اپنے گھونسلے کی تلاش ہے..... میں بھلا ان کے لئے کیا کر سکتا ہوں، پھر مجھے ان لوگوں کا خیال آیا۔ پتا نہیں ان پر کیا گزری..... لیکن اب پتا بھی نہیں چل سکتا تھا..... کوئی ذریعہ نہیں تھا..... شاید یہی لوگ انہیں تلاش کر لیں..... اس وقت کوئی مشترکہ منصوبہ ان کے کام آسکے، لیکن یہ سب کچھ صرف ایک خیال تھا۔

دوپہر گزر گئی، شام کے چار بج رہے تھے..... جب پیرک دو آدمیوں کے ساتھ آیا۔

گہری تاریکی میں کسی کو دیکھے جانا تو ممکن نہیں تھا لیکن حیات عجیب کا رنارے دکھاتی ہیں۔ قدموں کی نرم چاپ اور ایک عجیب خوشبو نے مجھے بتا دیا کہ کوئی عورت ہے۔ یہ خوشبو کسی پرفیوم کی نہیں ہوتی۔ ہم اسے صرف عورت کی خوشبو کہہ سکتے ہیں لیکن عورت.....
 ”ویس۔“ رات کی سرگوشی ابھری۔ دن اور رات کی سرگوشی الگ الگ ہوتی ہے۔
 تنہا غار میں جب کوئی سویا ہوتا ہے اور شناسا سرگوشی سنائی دیتی ہے تو آواز میں لرزش ہوتی ہے اور اس لرزش کی داستان الگ ہے۔ اسے بہ آسانی شناخت بھی کیا جاسکتا ہے۔ لاسکا ہی تھی۔

”سور ہے ہو؟“ آواز پھر ابھری۔

”سور ہاتھا۔“ میری آواز میں شوخی پیدا ہوگئی۔

”ادہ سوری میں نے تمہیں جگا دیا۔“ اس کے ہاتھ بھٹکنے لگے۔ میں جانتا ہوں کہ اگر کوئی شخص ہوش و حواس کے عالم میں کسی اندھیری جگہ داخل ہو اور وہ جگہ اس کی مکمل شناسا ہو تو اپنا مقصد یا مرکز تلاش کرنے میں اسے دقت نہیں ہوتی اس کی آنکھیں تاریکی کی عادی ہو چکی ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود اگر وہ تاریکی کا سہارا تلاش کرے اور سیدھا اپنے مرکز کو نشانہ بنائے تو یہ ایک جانا بوجھا عمل ہوتا ہے اور لاسکا نے بھی ایک جانا بوجھا عمل کیا تھا۔

اس کا رویہ بدلا ہوا تھا..... اس نے کچھ مانا نوس پھل مجھے پیش کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”اس وقت کی خوراک..... کل صبح تک کے لئے..... تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کیسے میزبان ملے تھے..... کیا واقعی تم اس جگہ کی نشاندہی کر سکتے ہو، جہاں تم نے وہ سامان دفن کیا ہے۔“

”ہاں..... شاید تمہیں میری کہانی سنا دی گئی ہے، مگر کیا تم نے اس پر یقین کر لیا؟“

”کل صبح اس کی تصدیق ہو جائے گی۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ پھل زہریلے تو نہیں ہیں۔“ میں نے کہا۔

”نہیں.....“ وہ افسردگی سے بولا۔ ”کاش ہمیں کچھ زہریلے پھل ہی مل جائیں!“

رات ہوگئی..... میں زمین پر دراز ہو گیا..... پھر خوب گہری تاریکی پھیل گئی۔ میری

آنکھیں بوجھل ہو گئی تھیں کہ اچانک مجھے کچھ سرسراہٹیں سنائی دیں..... کوئی احتیاط سے غار

میں داخل ہوا تھا..... میں تاریکی میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ یہ کون ہو سکتا ہے..... میں نے

سوچا!!!



”نہیں تم ایک ذہن لڑکی ہو۔“

”میری آواز تمہیں ناگوار گزری ہے؟“

”یقین کرو میں نہیں کہہ سکتا کیونکہ میں تو سو رہا تھا۔ نہ تمہاری آمد کی توقع رکھتا تھا اور نہ ہی اتنی قربت کی۔“

”اس کی وجہ میں تمہیں بتا چکی ہوں۔ ہم لوگ زندگی کے جن مشکل حالات سے گزر رہے ہیں۔ اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کب کسی وقت چلائی جانے والی گولی ہماری زندگی کا خاتمہ کر دے یوں سمجھو ہم آدھے مر چکے ہیں بلکہ شاید آدھے سے بھی زیادہ، زندہ رہنے کے لئے ہمیں جو کچھ کرنا پڑ رہا ہے وہ زندہ انسانوں کا کام تو نہیں ہوتا۔ ہم پر زمین تنگ ہو گئی ہے اور نجانے کب موت چپکے سے ہمارے پاس آجائے اور ہم اس کے قدموں کی چاپ بھی نہ سن سکیں۔ محرومیوں کے کون کون سے کھنڈر برداشت کریں ہم؟ بولو، جواب دو، دل اگر کبھی کسی کی خواہش کرے تو کیا اس خواہش کا اظہار کر دینا غیر مناسب بات ہے؟“

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ بڑی مضبوط گرفت کی تھی اس نے الفاظ کی، میں نے کہا۔

”لا اسکا میں نہیں جانتا کہ تمہاری ان باتوں کے جواب میں مجھے کیا کہنا چاہیے۔“

”جب ذہن فیصلہ نہ کر پائے تو خاموشی ہی بہتر ہوتی ہے۔“

”تو ٹھیک ہے میں خاموش ہو جاتا ہوں۔“ میں خاموش ہو گیا اور وہ سمجھ آگے بڑھی۔ پھر اس نے میری خاموشی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ میں نہیں جانتا کہ میری ذہنی کیفیت کیا تھی لیکن بہر حال غار کی تنہائیوں میں خاموش سرگوشیاں گونجتی رہی اور پھر بقیہ وقت اس نے میرے ساتھ ہی گزارا۔ ہم دونوں ہی خاموش تھے لیکن صرف زبانوں کی حد تک۔

پھر جب صبح کی روشنی کی کرنیں غار کو منور کرنے لگیں تو وہ رخ بدل کر خاموشی سے باہر نکل گئی اور میں گزری رات پر غور کرنے لگا۔ پتا نہیں ٹھیک تھا یا غلط کیا کہا جاسکتا ہے لیکن یہ ایک حقیقت تھی کہ میں اس کے لیے دیوانہ نہیں ہوا تھا۔ حالانکہ ایسا ہوتا ہے مگر وہ

میں نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔ وہ پھر بولی۔ ”میں نے تمہیں جگا دیا۔“ اس کی سانسیں بھاری ہو رہی تھیں۔

”کوئی مشکل پیش آگئی ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں، بس ایسے ہی ادھر نکل آئی تھی۔“

”کیا یہ غار راہ گزر ہے؟“

”میں سمجھی نہیں۔“

”مطلب یہ کہ کچھ جگہیں تو ایسی ہوتی ہیں جہاں انسان ٹپکتے ہوئے نکل جاتا ہے

کچھ جگہوں تک پہنچنے کے لیے ذہن کو حاضر رکھنا پڑتا ہے۔“

”پتا نہیں کیا کیا کہہ رہے ہو میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا“

”تو پھر بتاؤ کیا کہوں جو تمہاری سمجھ میں آجائے؟“

”میری آمد تمہیں ناگوار گزری ہے؟“

”پتا نہیں اس کا اندازہ بھی ابھی نہیں لگا سکا۔“ میں نے کہا۔

”اوہ شاید تم ناراض ہو گئے؟“

”شاید۔“

”سوری میں چلتی ہوں۔“ اس نے کہا۔

”اب آگئی ہو تو بیٹھو، میں جاگ تو چکا ہوں۔“ میں نے جواب دیا اور وہ میرے

اور قریب کھسک آئی، کچھ لمحے خاموش رہی پھر اس نے کہا۔

”شاید میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں۔“

”شاید کا معاملہ ہے، تمہیں ابھی غور کرنا چاہیے۔“

”میں تمہیں پسند کر چکی ہوں۔“ اس نے کسی قدر جھنجھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

”کیا میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں؟“

”مسلل میرا مذاق اڑائے جارہے ہو تم کیا سمجھتے ہو کیا میں تمہارے الفاظ سمجھ نہیں

رہی۔“

شاید اس کی توقع رکھتی تھی، دوسرے دن اس کے اندر زیادہ یگانگت پائی تھی۔ میرا خیال بھی رکھ رہی تھی البتہ پیرک نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ آج وہ اپنی اس مہم کو سرانجام دے لے گا اس نے مجھ سے کہا۔

”میرے دوست پتا نہیں کیوں تم پر اعتبار کرنے کو جی چاہتا ہے مگر بہتر یہی ہے اپنے کہے کا ثبوت پیش کر دو۔“

”نہ میں نے پہلے منع کیا تھا اور نہ اب منع کر رہا ہوں۔۔۔ میں تمہیں وہ سب کچھ بتانے کو تیار ہوں، جو بتا چکا ہوں اور تمہیں صرف ثبوت درکار ہیں۔“

”ثبوت نہیں۔ یہ سمجھ لو ہم اپنی بقا چاہتے ہیں۔“

”میں اس کے لئے تمہارے ساتھ ہوں کیونکہ مجھے تمہاری زندگی کو نقصان پہنچانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

”پھر یوں ہوا کہ میں اسے تین افراد کے ساتھ لے کر چل پڑا اور بغیر کسی حادثے کے اس جگہ تک پہنچ گیا جہاں میرا اچھا بھلا ہوا سامان موجود تھا۔ وہ سب کچھ میں نے پیرک کے حوالے کیا تو پیرک کی آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”آہ کیا ہی عجیب بات ہے ہم اپنی زندگی کے کس بدترین دور سے گزر رہے ہیں۔ کاش ہمیں کسی جانب سے کوئی سہارا مل جائے، کاش کوئی یہ سوچ لے کہ ہم کیسی زندگی گزار رہے ہیں۔

”پھر ہم واپس آ گئے۔ پیرک نے تجویز پیش کی وہ کہنے لگا۔

”چونکہ اب ہم ایک نئی مہم کی تیاریاں کریں گے۔ ہمیں اس ڈیم کو بچانا ضروری ہے اور اس کے لیے ہم دیکھیں گے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں کیونکہ اگر وہ ڈیم تباہ ہو گیا تو یوں سمجھ لو کہ ہماری نسل مٹ جائے گی اور وہ دشمن جنہوں نے ہمیں درمیان کی گھاس سمجھ رکھا ہے ہماری موت پر ماتم بھی نہیں کریں گے لیکن اب ہم براہ راست اس معاملے میں مداخلت کریں گے اور اس کے لیے منصوبہ بندیاں ہو رہی ہیں، کچھ پیغامات ہمارے پاس پہنچنے

والے ہیں لیکن میرے دوست مائی ڈیرویلز کیا تمہارا یہاں رہنا مناسب ہوگا؟“

”ہرگز نہیں۔“ میں نے جواب دیا اور لاسکا چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”کیا تمہارے جذبات ہمارے لیے بیدار نہیں ہوئے؟“

”میں نہیں سمجھا لاسکا۔“

”کیا تم اس مشن میں ہمارا ساتھ نہیں دے سکتے؟“

”نہیں۔“ میں نے دو ٹوک جواب دیا اور وہ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگی، پیرک کہنے لگا۔

”ہم نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں یہاں سے بخیر و خوبی شارلن سٹی نکال دیں گے، تمہیں وہاں تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے اور اس کے بعد تم اپنی ذمہ داری خود قبول کرنا۔“

”ظاہر ہے میں تم لوگوں کے لیے نہیں آیا۔“

”ٹھیک ہے تو یہ کام بھی آج ہی کیوں نہ کر لیا جائے کیونکہ اس کے بعد ہم اپنے مشن کی تیاریاں کریں گے۔“

”مجھے ان کے مشن سے کوئی دلچسپی نہیں تھی البتہ لاسکا نے غمزدہ لہجے میں کہا“

”تم عجیب انسان ہو ویس، لوگ جب کسی کی محبت میں گرفتار ہوتے ہیں تو دنیا کا ہر مشغلہ ترک کر دیتے ہیں مگر تم نے یہ کوشش بھی نہ کی کہ چند روز یہاں رک جاؤ۔“

”میں کسی کی محبت میں گرفتار نہیں ہوا، لاسکا۔“

”کیا..... کیا کہہ رہے ہو ویس؟“

”وہی کہہ رہا ہوں جو میرے دل میں ہے۔“

”نہیں ایسا مت کہو، ویس، میں۔ میں تمہاری محبت میں گرفتار ہو گئی ہوں۔“

”بہتر ہے تم اپنے مشن سے محبت کرو، چند لمحوں کی یہ رفاقت بھول جاؤ کیونکہ اجنبی کبھی رفیق نہیں ہوتے۔“

”یہ تمہاری اپنی اختراع ہے ورنہ کبھی کبھی اجنبی اس طرح کیجا ہوتے ہیں جیسے وہ

ہے جو اس بات کی آرزو رکھتا ہو کہ میں اسے مل جاؤں۔ آہ کوئی ایسا ضرور ہے نہ ہوتا تو یہ خلش جو میرے سینے میں چھپی رہتی ہے کیوں ہوتی، لیکن اب یہ تصور ایک حسرت بن کر رہ گیا تھا۔ شارلن سٹی میں بے یارو مددگار تھا۔ فلک بوس عمارتیں، بھری پڑی سڑکیں زندگی سے بھرپور لوگ اپنے اپنوں کے ساتھ سیروسیاحت میں مصروف ہوٹلوں اور کلبوں میں گھسے ہوئے۔ بس ایک میں تھا جو ان تمام چیزوں سے محروم تھا اور ہاتھ پاؤں اور بدن کے بوجھ کو گھٹیتا پھر رہا تھا۔ کیا اس بوجھ کو کہیں ٹھکانے لگا دوں۔ کیا کروں کیا کرنا چاہیے مجھے؟ پھر چہل قدمی کرتا ہوا ایک ایسے علاقے میں جا نکلا جہاں ایک دریا بہہ رہا تھا۔ دریا شہر کے درمیان سے گزرتا تھا۔ یہ شاید کوئی مضافاتی علاقہ تھا۔ چھوٹے چھوٹے سفید مکانات بکھرے ہوئے تھے ان کے درمیانی حصے میں انتہائی خوبصورتی سے ترشی ہوئی گھاس، جگہ جگہ پھلوں کے کج، دولت مندوں کا کوئی علاقہ تھا جو دریا کے کنارے زندگی کا لطف اٹھا رہے تھے۔ یہاں آباد تھے۔ میں حسرت بھری نگاہوں سے ان چھوٹے چھوٹے حسین مکانات کو دیکھتا ہوا آگے بڑھنے لگا کہیں بیٹھنے کی خواہش دل میں چل رہی تھی، بیٹھوں اور اپنے مستقبل کے بارے میں سوچوں۔ میں ایسی کوئی حسین جگہ تلاش کرنے میں مصروف ہو گیا۔ منتخب کرنا بھی ممکن نہیں تھا کیونکہ سارے کا سارا علاقہ حسین تھا۔ آخر کار میں ایک جگہ بیٹھ گیا اور دریا کی لہروں پر نگاہیں جمائے سوچوں میں گم ہو گیا۔ نجانے کونسی جگہ ہے، شارلن سٹی کے صرف نام سے ہی واقف تھا اور اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا بہر حال تقدیر نے یہاں تک پہنچا دیا تھا۔ ماضی کے وہ واقعات یاد تھے جن میں ڈاکٹر ریوینا اس کے بعد جہاز پھر ایک بھیاںک دور، پھر وہاں سے اس دور کا آغاز جس میں وہ حسین لڑکی ملتی تھی مجھے جو اپنے مقصد کے لئے سرگرم عمل تھی اور جس نے مجھے یہاں تک پہنچا دیا تھا یہ سب کچھ ایک انوکھے خواب کی مانند، سارے کا سارا قصہ دلچسپ لیکن اس میں غیر دلچسپ تصویر یہی تھا کہ میں اپنے آپ کو نہیں جانتا، پھر میں نے دل میں سوچا کہ یہ جہود تو مجھے ہلاک کر دے گا یہی سوچتا رہوں گا کہ میں کون ہوں، کیا ہوں، دل تڑپتا رہے گا اور اس کے بعد میں ہلاک ہو جاؤں گا، اپنے اسی آزار کے ہاتھوں، اس سے چھٹکارا پانا چاہیے کچھ

ازل سے ایک دوسرے کے ساتھ ہوں۔“

”بہر حال میں واپسی چاہتا ہوں۔“ میرا لہجہ سرد تھا۔

پیرک نے میرے شارلن سٹی پہنچانے کا انتظام کر دیا۔ لاسکا رخصت ہوتے وقت میرے سامنے موجود نہیں تھی، احق لڑکی، زندگی ہی مشکل ہو رہی تھی اس کے لیے لیکن محبتوں کا کھیل کھیلنے جا رہی تھی جبکہ میرا مسئلہ بالکل ہی مختلف تھا میں تو ایک بھٹکے ہوئے ذہن کا انسان تھا اور میرے دل میں ایسا کوئی تصور نہیں تھا جسے محبت کا تصور کہا جاسکے۔ شاید سب سے زیادہ محبت اپنی ذات سے ہوتی ہے، انسان جو کچھ بھی چاہتا ہے اپنے ہی لیے چاہتا ہے اور جو شخص اپنی ذات کی شناخت ہی کھو بیٹھا ہو وہ دوسرے معاملات میں کیا دلچسپی لے گا۔ میرا سب سے اہم مسئلہ تو یہ تھا کہ اپنے آپ کو پہچان لوں، میرے دل میں بار بار یہ خواہش ابھرتی تھی کہ آہ کاش کوئی مجھے میرا پتا دیدے۔

شارلن سٹی پہنچ گیا۔ ایک آباد بستی تھی اس جگہ سے بالکل مختلف جہاں سے میں گزر کر آیا تھا۔ یہاں لوگ مطمئن اور مسرور نظر آ رہے تھے۔ کسی کے چہرے پر تردد کی کوئی پرچھائیں نہیں تھی۔ سب اپنے اپنے معاملات میں مصروف اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ وہ لوگ بھی ہیں جو پہاڑوں اور ریگستان میں ایسی زندگی گزار رہے ہیں کہ موت بھی ان کے لیے سخت ہوگئی ہے کیا عجیب دنیا ہے۔ ان میں میرا کون ہے جو یہ کہے کہ ہاں میں تمہیں جانتا ہوں ویس۔ میں تمہیں پہچانتا ہوں، تم میرے اپنے ہو۔ ویس میرے اور تمہارے درمیان خون کا رشتہ ہے لیکن یہ لوگ جو شارلن سٹی میں اپنے اپنے مشاغل میں سرگرداں تھے ان سے میرا کوئی خون کا رشتہ نہیں تھا۔ میں ان سب کے لیے اجنبی تھا۔ ساری دنیا کے لیے اجنبی تھا وہ شخص بھلا کیا کسی کا شناسا ہو سکتا ہے جو خود اپنے آپ سے اجنبی ہو۔

دل میں لاکھوں خواہشات چھپی ہوئی تھیں سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ کوئی راہ چلتے مجھے روکے اور حیرت سے کہے کہ ارے تم..... تم کہاں وہ مجھے میرے نام سے پکارے، میں اس سے پوچھوں کہ کیا یہی میرا نام ہے؟ پھر میں اس سے پوچھوں کہ میرے دوست میرا ماضی کیا ہے، کون مجھ سے منسلک تھا کون مجھ سے منسلک ہے کیا کوئی ایسا بھی

ایسا کرنا چاہیے جو باعث تقویت ہو اور جس سے میں اپنا مستقبل بنا سکوں۔ ماضی میں گم ہو گیا تھا حال بے حال تھا تو مستقبل کو بھی تباہ کر لوں، نہ سہی ماضی، حال سے فائدہ کھانا نہ اٹھایا جائے، زندہ رہنا میرا دل چاہا کہ میرے پاس آئینہ ہو اپنا عکس اس میں دیکھوں اپنے آپ سے محبت کروں اور جینے کی راہ تلاش کروں۔ انہی سوچوں میں گم تھا کہ ایک لمحے کے بھونکنے کی آواز سنائی دی اور اس کے بعد وہ کتا میری جانب لپکا، نگاہ اس طرف اٹھ گئی تھی وہ کسی خطرناک نسل کا اور کسی قدر چھوٹے قد کا کتا تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ اسے بہت چھوٹا کہا جاسکے، البتہ اس کے جڑے، اس کی خونخوار آنکھیں اور اس کے جسم کی بناوٹ اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ یہ ایک خطرناک کتا ہے میری ہی جانب لپک رہا تھا، میں غیر فطری طور پر اٹھ کھڑا ہوا، کتا میرے بالکل قریب آ گیا تھا انسان کی فطرت عود کر آئی۔ میں نے زور سے اسے جھڑکا، کتے کی تیز رفتاری ختم ہوئی لیکن وہ بے حد خونخوار نظر آ رہا تھا اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے مجھے مار ہی ڈالے گا، اس نے کئی بار مجھے پر جھپکنے کی کوشش کی لیکن میں حلق سے ڈراؤنی آوازیں نکال کر اسے ڈراتا رہا پھر کتے کو موقع مل گیا۔ وہ برق رفتاری سے مجھ پر چھپنا اور اس نے میرے زرخرے کو دبوچنے کی کوشش کی لیکن میرا گھونسا اس کے پیٹ پر پڑا اور شاید خاصی زوردار ضرب لگی، وہ زمین پر گرا۔ اس نے دو تین قلابازیاں کھائیں اور ایک بار پھر میری طرف لپکا۔ اس بار وہ میرے لباس کا پانچہ پکڑنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ میرا پانچہ اس کے منہ میں ادھر کر دور تک چلا گیا۔ میں نے پھر اسے لات رسید کی لیکن اس نے میری ٹانگ پکڑ ہی لی وہ تو شکر ہے کہ دانت پنڈلی میں پیوست نہیں ہوئے تھے۔ اب میرے لیے برداشت کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ میں نے پھر ایک گھونسا اس کی پسلیوں پر جڑا، اتنے دن کی مشقت اور سخت محنت نے مجھے فولادی بنا دیا تھا۔ کتے کی شاید کوئی پسلی ہی ٹوٹ گئی۔ وہ سینے کے بل گرا اور اس نے پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اب میں نے اس کی دونوں ٹانگیں اپنی گرفت میں لے لیں

”ڈینی، ڈینی ہوش میں آؤ ڈینی۔ ہوش میں آؤ ڈینی۔“ لیکن ڈینی ہوش میں آنے والا نہیں تھا۔ اب وہ ایڑھیاں رگڑ رگڑ کر موت کو اپنے قریب کر رہا تھا لڑکی نے دہشت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر کتے کو دیکھا اور اس کے بعد اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

”تو تم نے اسے مار ڈالا۔ تم نے ڈینی کو مار ڈالا۔“ میں نے خونخوار نگاہوں سے لڑکی کو دیکھا۔ خوبصورت تھی بلکہ بہت خوبصورت تھی۔ اس کی آنکھوں میں نظر آنے والی چٹلیاں گہرے نیلے رنگ کی تھیں، چہرہ دودھ کی طرح سفید اور شفاف، ہونٹوں کی بناوٹ انتہائی حسین اور شاید انتہائی کوشش سے بنایا ہوا خوبصورت جسم، ایک خاص قسم کا لباس پہنے ہوئے تھی وہ جسے شب خوابی کا لباس بھی کہا جاسکتا تھا۔ چہرے سے متوحش نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں تیرتے ہوئے آنسو دیکھے اور غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”یہ تمہارا کتا ہے؟“

”مار ڈالا تم نے اسے کیوں مار ڈالا؟“

”اگر میں اسے نہ مارتا تو وہ مجھے مار ڈالتا۔“

”آہ۔“ نجانے کیا ہو گیا تھا ڈینی کو، کسی غلط فہمی کا شکار ہو گیا وہ، وہ جھکی اور کتے کے پاس بیٹھ گئی۔ کتا شاید دم توڑ چکا تھا۔ کیونکہ اب وہ بالکل ساکت تھا۔ لڑکی نے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ لیے۔

”ڈینی.... آہ.... ڈینی۔“

”تمہیں کتے کو باندھ کر رکھنا چاہیے تھا۔“ میں نے کہا اور وہ میری جانب دیکھنے لگی پھر افسوس بھرے لہجے میں بولی۔

”تم یقین کرو مجھے اس کی امید نہیں تھی، آخر وہ تم پر کیوں جھپٹا تھا۔“

”نہ صرف جھپٹا تھا بلکہ اس نے میرا زرخرہ پکڑنے کی کوشش کی تھی اگر وہ اس کوشش

کے ساتھ چل پڑا، جس خوبصورت کانچ کے سامنے وہ مجھے لے گئی اسے دیکھ کر میری آنکھیں کھل گئی تھیں۔ حسین ترین جگہ تھی بہر حال میں کانچ کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا اور لڑکی مجھے خوبصورت سے لان سے گزار کر عمارت کے اندرونی حصے میں لے گئی پھر اس نے مجھے ایک بڑے سے ہال میں پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بولی۔

”پہلے یہ بتاؤ کہ کیا تمہارے جسم پر کوئی زخم ہے۔“

”پتا نہیں۔“

”کیوں۔“

”میں نے کہانا پتا نہیں دیکھتا ہوں“ میں نے اپنے لباس کا وہ حصہ اٹھا کر اپنی پنڈلی کو دیکھا لیکن پنڈلی پر کوئی زخم نہیں تھا۔ میں نے کہا۔

”نہیں زخم نہیں ہے۔“

”تم میلے میلے سے ہو رہے ہو۔ اگر تمہارا یہی حلیہ تمہیں پسند ہے تو میں کچھ نہیں کہوں گی ورنہ وہ دیکھو سامنے واش روم ہے تم جاؤ غسل کرو۔ میں تمہارے لیے لباس لاتی ہوں۔“

”گڈ۔ گویا تم مجھے بے وقوف بنانا چاہتی ہو۔“

”بے وقوف۔“

”ہاں۔“ میں واش روم میں نہانے جاؤں گا تم پولیس کو ٹیلی فون کر کے کوئی نئی کہانی اسے سنا دو گی اور مجھے گرفتار کرادو گی۔“ وہ مجھے دیکھتی رہی اور ہنستی رہی۔

”ترکیب تو تم نے مجھے اچھی بتائی ہے لیکن یقین کرو میرے ذہن میں ایسا کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ ایسا ہو سکتا ہے تو آسانی ہو سکتی ہے میں کوئی بھی بہانہ بنا سکتی ہوں مثلاً جیسے تم اس واش روم میں داخل ہو میں دروازہ باہر سے بند کر دوں۔ پولیس کو اطلاع دوں اور ایک کہانی گھڑ کر اسے سنا دوں، کہانی جانتے ہو کیا ہوگی؟ میں کہوں گی کہ یہ شخص ایک خطرناک ڈاکو ہے اس نے میرے کانچ میں داخل ہونے کی کوشش کی تو میرے کتے نے مزاحمت کی، اس نے میرے کتے کو ختم کر دیا اور اندر گھس آیا، بمشکل تمام میں بہلا پھسلا

میں کامیاب ہو جاتا تو شاید اس کی جگہ میری لاش پڑی ہوتی اور اس کے بعد..... یہ دیکھو میرا لباس دیکھو۔“

”میں سمجھ رہی ہوں مجھے اندازہ ہے لیکن لیکن..... اب میں کیا کہوں ڈینی تو مر ہی گیا۔“

”تم مت کہو۔ میں کہوں گا اور تم جانتی ہو کہ مجھے کہنے کا حق ہے۔“

”دیکھو قصور میرا بھی تو نہیں ہے جانور تو جانور ہی ہوتا ہے۔“

”تمہارا پالتو تھا یہ۔“

”ظاہر ہے۔“

”تو پھر اس کی ذمہ داری بھی تم پر ہی عائد ہوتی ہے، میرا خیال ہے یہاں قریب ہی کوئی پولیس چوکی وغیرہ ضرور ہوگی۔“

”سنو، میری بات سنو۔ کیا تم مجھے تھوڑا سا وقت دینا پسند کرو گے؟“

”اس سے کیا ہوگا؟“

”سنو پلیز میری بات سنو، غصہ تھوک دو، ویسے بھی تمہارا لباس عجیب بوسیدہ سا ہو رہا ہے۔ میں تمہیں نیا لباس دوں گی۔ مجھے معاف کرنا میں تم پر احسان نہیں کر رہی۔ بس میں اس واقعے کو ٹالنا چاہتی ہوں۔ دیکھو۔ پلیز میری بات مان لو، تمہیں خود بھی اندازہ ہے کہ میرا قصور نہیں ہے۔ نہ ہی میں نے ڈینی کو تم پر دوڑایا تھا۔“ وہ عاجزی سے بولی اور نجانے کیوں میرے دل میں آیا کہ اسے درگزر کر دینا زیادہ بہتر ہے میں نے اپنے پھٹے ہوئے لباس کو دیکھ کر کہا۔

”افسوس میرے پاس دوسرا لباس نہیں ہے۔“

”تم آؤ میرے ساتھ آؤ دیکھو پلیز میں تمہاری منت کرتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔ میں نے گردن ہلائی۔ شناسائی کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ درکار ہوتا ہے کبھی کبھی کوئی واقعہ بہانہ بن جاتا ہے۔ مجھے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے اس وقت لڑکی میرے زیر اثر ہے ورنہ اتنی خوبصورت لڑکیاں کسی کو گھاس ڈالتی ہیں چنانچہ میں اس

مجھے بتاؤ کتے کی لاش یہاں سے کافی فاصلے پر پڑی ہوئی ہے کیا تم مجھے اسے اٹھا کر یہاں تک لانے کی اجازت دو گے تاکہ میں پولیس کو یہ بتا سکوں کہ اصل واقعہ کیا تھا؟“

”مگر تم نے پولیس کو ٹیلی فون کیا ہی کہاں ہے؟“

”تمہیں کیسے معلوم؟“

”میں تمہارا تعاقب کر رہا تھا۔“

”کیا مطلب؟“

”میں نے چھپ کر تمہیں دیکھا تھا تم الماری سے لباس نکال رہی تھیں اور اس کے بعد تم یہاں آ گئی ہو؟“

”تمہارا مطلب ہے کہ میں نے پولیس کو ٹیلی فون نہیں کیا؟“

”میرا مطلب نہیں بلکہ مجھے اس کا یقین ہے۔“

”اگر یقین ہے تو جاؤ وہ ٹوالٹ کا دروازہ ہے۔ یہ لباس لے جاؤ۔ اگر داڑھی رکھنے کا شوق نہیں ہے تمہیں تو شیو کرو۔ اپنا حلیہ مکمل درست کرو۔ اطمینان رکھو میں پولیس کو فون نہیں کروں گی پھر وہی بات کہتی ہوں کہ انسان کا انسان پر سے اعتماد ختم نہیں ہونا چاہیے۔ تم میرے دشمن نہیں ہو اور نہ میں تمہاری دشمن ہوں، جب ہم دشمن نہیں ہیں تو پھر دوست ہی ہوئے، کتے کی موت کا منظر میں نے ابھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ تمہارے ان قوی ہیکل بازوؤں میں بلا کی قوت ہے۔ تم واقعی عجیب و غریب انسان ہو، جاؤ پلیز جاؤ لباس تبدیل کر لو اگر میں نے تمہارے ساتھ غداری کی بھی تو تمہارا کیا بگاڑ لوں گی تم با آسانی میری گردن مروڑ سکتے ہو۔ پولیس کو تو بہر حال یہاں تک پہنچنے میں دیر لگے گی۔“

میں نے ایک لمعے کے لئے کچھ سوچا اور پھر مستانہ انداز میں لباس اس کے ہاتھ سے لے کر واش روم میں داخل ہو گیا۔ عظیم الشان واش روم تھا۔ چاروں طرف اعلیٰ درجے کی فننگ لگی ہوئی تھی۔ پانی بہترین تھا۔ نہانے کے لیے کھڑا ہوا تو دل چاہا کہ زمانے کی ساری گرد اپنے وجود پر سے اتار دوں۔ خوب نہایا، شیو کا سامان بھی موجود تھا، بظاہر یوں لگ رہا تھا جیسے اس کمانچ میں لڑکی کے علاوہ اور کوئی موجود نہ ہو لیکن یہاں مردانہ سازو

کر اسے واش روم تک لے جانے میں کامیاب ہو سکی اور میں نے دروازہ باہر سے بند کر دیا۔“

”کہو کیسی رہی؟“ میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

”اس کہانی کے بعد بھلا میرے واش روم میں جانے کا کیا سوال ہے۔“ وہ ہنس

پڑی پھر بولی۔

”مگر میں ایسا کر کہاں رہی ہوں۔“

”کیا مطلب؟“

”اگر مجھے ایسا کرنا ہوتا تو میں تمہیں اس کے بارے میں بتاتی کیوں، جاؤ غسل کرلو تمہیں کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ انسان کو انسان پر اعتماد کرنا چاہیے۔“ میں اسے دیکھتا رہا تو لڑکی کہنے لگی۔

”اور اگر یہ نہ کرنا چاہو تو یہیں ٹھہرو میں تمہیں لباس لا کر دے دیتی ہوں۔ اس کے بعد تم جو بھی پسند کرو میں آتی ہوں۔“ اس نے کہا اور اندرونی کمرے کی جانب چل پڑی۔ میں ایک لمعے تک وہیں کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر دبے پاؤں میں اس کے کمرے میں داخل ہو گیا جس میں وہ داخل ہوئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک ڈریسنگ الماری میں کچھ تلاش کر رہی ہے پھر اس نے ایک شرٹ اور ایک پتلون نکالی اس کا جائزہ لیتی رہی پھر خود کلامی کے اندز میں بولی۔

”میرا خیال ہے یہ ٹھیک ہے، پیرٹ تمہاری پتلون اور شرٹ اس وقت میرے بڑے کام آرہی ہے۔ ویری گڈ، ویری گڈ۔“ وہ واپس پلٹی تو میں پھرتی سے باہر نکل آیا اور اپنی جگہ پہنچ گیا۔ وہ پتلون اور شرٹ لے کر آئی اور کہنے لگی۔

”پولیس آنے ہی والی ہے ایسا کرو پولیس کی تحویل میں جانے سے پہلے کم از کم یہ لباس تو تبدیل کرلو۔“

”پولیس کی تحویل میں؟“ میں چونک کر بولا۔

”ہاں میں نے پولیس کو ٹیلی فون کر دیا ہے۔ کہانی وہی سنائی ہے لیکن ایک بات

”اگر تم چاہو تو۔“

”ہاں میں چاہ رہی ہوں“ اس نے کہا اور میں بیٹھ گیا۔ اب میں نے اس کا بھرپور جائزہ لیا تھا۔ وہ کہنے لگی۔

”مجھے پہچانتے ہو۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

”مجھے نہیں جانتے۔“ نجائے کیوں میرے ذہن میں ایک خلش بیدار ہوئی وہ کیا کہنا

چاہتی ہے، کیا وہ میری کوئی شناسا ہے، میں نے بے تابی سے پوچھا۔

”کیا کوئی ایسی گنجائش ہے میڈم کہ میں تمہیں جانتا ہوں یا تم مجھے جانتی ہو؟“

”اوہ۔ مائی گاڈ تم واقعی مجھے نہیں جانتے۔“ وہ عجیب سے انداز میں بولی۔ اس کے

اندر ایک حیرت ایک خوشی کا سا احساس ابھرا تھا اور میں اس کی صورت دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

”کیا تم یہ بتانا پسند کرو گی کہ میں تمہیں کیسے جان سکتا ہوں۔“

”یقین کرو ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی ہے مجھ پر اگر کسی سے یہ سوال کرتا ہوں

کہ کیا وہ اسے جانتا ہے اور جواب دینے والا انکار کر دے تو اسے مایوسی ہوتی ہے جبکہ اسکا اپنا خیال ہوتا ہے کہ وہ اس قدر مشہور اتنی پسندیدہ ہے لوگوں کے لیے کہ ہر شخص اسے جانتا ہے لیکن..... ایک ایسا سٹیج آ جاتا ہے کہ اپنی اس قدر شہرت بھی گراں گزرنے لگتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ ایک ایسی جگہ بھی ہو جہاں شناسا نہ ہو۔ ہر شخص اجنبی نگاہوں سے دیکھے۔

میں بھی اس خواہش کا شکار ہوں اور تم نے میری یہ خواہش پوری کر دی ہے۔“

”معاف کرنا کیا تم کوئی شہرت یافتہ خاتون ہو؟“

”بد قسمتی سے“ وہ بے چارگی سے بولی۔

”تعب ہے۔“ میں نے کہا۔

”کیوں۔“ تعب کیوں ہے؟“

”کیا کسی کا شہرت یافتہ ہونا تعب کی بات نہیں ہو سکتی؟“

سامان بالکل مکمل تھا۔ واش روم میں بھی شیو کا سارا سامان موجود تھا۔ میں نے اطمینان سے شیو کی خوب اچھی طرح نہایا اور ایک دم تازہ انسان بن گیا۔ ایک طویل عرصہ غیر انسانی زندگی گزاری تھی۔ وہ تربیت کا دو، جہاز کا سفر اس کے بعد مصائب کی زندگی بری طرح اثر انداز ہوئی تھی مجھ پر لیکن اب جو میں نے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا تو خود مجھے ہی محسوس ہوا کہ میری جسامت میں بھی بہت فرق ہے۔ میں شاندار چہرہ مہرہ رکھتا تھا اور میرا جسم خاصا تنومند تھا۔ خاص طور سے اس مشقت نے مجھے کندن بنا دیا تھا اور اب میرے پورے بدن پر مسلز ابھرے ہوئے تھے بالکل ایک پہلوان کا سا بدن ہو گیا تھا اور یہ اسی شخص کی مہربانی تھی جس نے ہمیں انتہائی پر مشقت تربیت حاصل کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اپنے مقصد کے تحت لیکن ہمیں ہی فائدہ ہوا تھا ہم نے تو اس کا کوئی مقصد پورا نہیں کیا تھا بلکہ الٹا اس کے نقصان کے درپے ہو گئے تھے لباس حیرت انگیز طور پر میرے بدن پر فٹ تھا۔ چنانچہ میں پوری طرح تیار ہو کر اپنے بال وغیرہ سنوار کر باہر نکلا تو وہ ایک صوفے پر دراز اور کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ واش روم کا دروازہ کھلا تو اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر حیرت کے شدید آثار نظر آئے۔ وہ مجھے دیکھتی رہی اور اس کے بعد مسکرا کر بولی۔

”ارے واہ۔ یہ اندر کون داخل ہوا تھا اور باہر کون آیا ہے؟“ میں نے اس کی بات پر کسی تاثر کا اظہار نہیں کیا اور خاموشی سے آگے بڑھ آیا پھر میں نے کہا۔

”اور اب؟“

”کیا مطلب؟“

”تم نے میرے پھٹے ہوئے لباس کو دوسرے لباس میں تبدیل کر دیا اس کے لیے

تمہارا شکریہ، کیا اب میں چلا جاؤں؟“

”کیوں، کہاں جانا ہے؟“

”کہیں نہ کہیں تو جانا ہی ہے۔“

”میرا مطلب ہے بیٹھو میرے ساتھ، کیا تھوڑی دیر تم میرے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں

کرے گے؟“

”شہرت یافتہ ہونا تعجب کی بات بے شک نہیں ہے لیکن شہرت کو بد قسمتی سے تعبیر کرنا بڑی حیران کن بات ہے جب کہ میرا تو یہ خیال ہے کہ لوگ شہرت حاصل کرنے کے لئے گردن کٹا دیتے ہیں سب کچھ لٹا دیتے ہیں اپنا۔“

میرے ان الفاظ پر وہ چند لحات سوچتی رہی پھر دھیرے دھیرے مسکرائی اور بولی۔
 ”میں نہیں جانتی کہ یہ کیفیت میری ہی ہے یا اور بھی کچھ لوگ اپنی شہرت سے دلبرداشتہ ہو جاتے ہیں حالانکہ ابتدا میں انسان کسی بھی شعبے میں محنت کرتا ہے اور خواہشمند ہوتا ہے کہ اس کی محنت ہر آنکھ کی زینت بن جائے لوگ اسے دیکھیں اور دیکھتے رہنے کی خواہش کریں، ہر جگہ اس کی شناسائی ہو، ہر نگاہ میں اس کے لیے پذیرائی ہو، یہ آرزو، یہ خواہش انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے لیکن پھر ایک ایسا اسٹیج آتا ہے جب وہی شہرت اسے اپنے آپ سے بدل کر دیتی ہے۔ اس کی آرزو ہوتی کہ کچھ ایسے لوگ اس کے سامنے آئیں جو اس کے شناسا نہ ہوں، جو اس کے جاننے والے نہ ہوں، جو اسے ایک عام شخصیت سمجھیں ہر چیز کو پالینے کے بعد اس سے دل اکٹا جاتا ہے ہو سکتا ہے لوگوں کا نظریہ مجھ سے مختلف ہو خیر ہم ایک ایسی گفتگو کرنے لگے ہیں جو طوالت تو رکھتی ہے لیکن اس کا کوئی مفہوم نہیں۔“

”تمہاری وجہ شہرت کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”میں ایک اداکارہ ہوں۔ ماڈل گرل ہوں اور لوگوں کا خیال ہے کہ میں بہت مقبول ہوں۔ میری زندگی میں وہ تمام چیزیں آچکی ہیں جن کی خواہش کوئی بھی کر سکتا ہے میں خود بھی سمجھتی ہوں کہ جو چاہا تھا میں نے وہ پالیا ہے اور اب میں نہیں جانتی کہ میں کیا جاہتی ہوں۔ بس ایک بے زاری ایک اکٹا ہٹ میری زندگی کا حصہ بن گئی ہے۔ میرا وجود بے پناہ تھکن کا شکار ہو چکا ہے اور میں دنیا سے دور یہاں اپنے طور پر وقت گزارنے آئی ہوں۔“

”کیا نام ہے تمہارا؟“

”لینی مایکالوس۔ لوگ مجھے پیار سے لینی کہتے ہیں۔“

”لوگ!“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”اور تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔“ وہ بولی۔
 ”ویس۔ صرف ویس۔“

”نجانے کیوں یہ نام تمہاری شخصیت پر چٹا ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے کوئی بڑا سمندری جہاز ہو۔ اس کے سامنے کے حصے پر کوئی شخص سینہ تانے کھڑا ہوا اور جہاز اس کے نام سے منسوب ہو اور اس کے برابر کے حصے پر لکھا ہوا ہو۔“ ویس

مجھے اس کے الفاظ پر ہنسی آگئی۔ میں نے کہا۔
 ”ارے واہ تم تو لمحوں میں اپنی پسند کے خواب دیکھ لیتی ہو۔“
 ”خواب نہیں، وہ حقیقت جسے میں الفاظ میں بیان کر سکوں۔“
 ”تمہارا شکریہ تم نے میرے بارے میں اس انداز میں سوچا۔“
 وہ مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔
 ”کیا کرتے ہو؟“
 ”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ تمہارا مشغلہ کیا ہے؟ کہیں ملازمت کرتے ہو، کوئی کاروبار کرتے ہو، کیا طریقہ کار ہے تمہاری زندگی گزارنے کے لیے؟“
 ”بہت بڑا کاروبار ہے میرا بہت اعلیٰ درجے کی ملازمت کرتا ہوں کیا تمہیں اس کا اندازہ میرے لباس اور میری شخصیت سے نہیں ہوا۔“ میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔
 ”کیا مطلب؟“

”یہ لباس فاخرہ جو میں نے تمہارے دیے ہوئے لباس کے بدلے اتارا ہے تمہیں میری حیثیت کا احساس نہیں دلاتا؟“

وہ ہنس پڑی اور بولی۔ ”بے روزگار ہو؟“
 ”بے روزگار ہی نہیں بے وسیلہ اور بے سہارا بھی ہوں۔“
 ”واہ۔ اس سے اچھی بھی بھلا اور کوئی بات ہو سکتی ہے۔“

”کیا مطلب؟“ میں چونک کر بولا۔

”زندگی ایک مسلسل گھٹن ہے۔ جو جدوجہد ہو، معاشی مسائل ہوں، سرچھپانے کے ٹھکانے کی تلاش ہو، پیٹ خالی ہو تو زندگی کی دلکشی اور حسن بے پناہ بڑھ جاتا ہے، کیا تم میری بات کو تسلیم کرو گے؟“

”نہیں۔“

”کیوں؟“

”اس لیے کہ تم ان مسائل سے نا آشنا ہو جو مجھ پر گزر رہے ہیں، اسے صرف تمہارا جنون تصور کیا جاسکتا ہے۔ پیٹ خالی ہو تو جینا دو بھر محسوس ہوتا ہے۔“

”نہیں تم میری بات سمجھتے نہیں، یہاں بھی وہی تصور وہی احساس کارفرما ہے۔“

”بہر حال آپ عجیب ہیں میڈم لینی۔“ میں نے کہا۔

”شکریہ“ وہ آہستہ سے بولی۔ ”تم نے مجھے لینی کہہ کر مخاطب کیا ہے اس سے میرے اور تمہارے درمیان بے تکلفی کا نیا رشتہ استوار ہوا لیکن مائی ڈیئر ویلس اب یہ بتاؤ میں تم سے اس سے آگے کی بات کر سکتی ہوں۔“

”ہم میرا خیال ہے ہر طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔“

”تو پھر کیا تم یوں نہیں کر سکتے کہ میرے ساتھ ہی قیام کرو۔ یوں سمجھو اگر تم بے سہارا ہو تو میں تمہارا سہارا بن جاؤں گی اور اگر تم بے گھر ہو تو میں تمہارے لیے ایک گھر کا بندوبست کروں گی، معاشی مسائل ہیں تو سمجھ لو کہ اب ان کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے، میرے پاس بے شمار دولت بے کار پڑی ہوئی ہے بس تم میرا ساتھ دو، میرے ساتھ رہو۔“

”ہوں، اس کی کیا گنجائش ہے میرے لیے اور یہ پیشکش تم مجھے کیوں کر رہی ہو؟“

”یوں کہ تم نے جس طرح میرے اس تنہا ساتھی اور محافظ کو ٹانگیں چیر کر پھینک دیا اس سے تمہارے اندر چھپی ہوئی ایک ایسی دلیری ایک ایسی مردانگی ظاہر ہوئی ہے جو عام لوگوں میں نہیں پائی جاتی۔ تم جیسے لوگ اگر کسی کے دوست بن جائیں تو وہ اپنے دشمنوں سے خاصی حد تک محفوظ ہو جاتے ہیں۔“

”کیا تم نے دشمن بھی پال رکھے ہیں؟“

”ہاں پتا نہیں لوگ کیوں کسی سے دشمنی پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ پتا نہیں کیوں وہ کسی کی جان لینے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ انھیں اگر کسی سے کوئی شکایت ہے تو اس کا اظہار کر دیں۔ صرف اس لیے کچھ لوگ میری جان کے گاہک ہیں کہ مجھے بے پناہ شہرت مل گئی ہے اور شاید وہ شہرت حاصل نہیں کر سکے۔ تم یقین کرو میں ایک خوفزدہ عورت ہوں اور نجانے کیوں میرا دل یہ کہتا ہے کہ آخر کار ایک دن میرے دشمن مجھے ہلاک کر دیں گے۔ میں ہمیشہ ماحول سے خوفزدہ رہتی ہوں ڈری ڈری رہتی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس خوف کو کیسے اپنے دل سے دور کروں کیسے خود پر قابو پاؤں۔“

”کیا تم پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے کبھی؟“

”درجنوں بار اور یقین کرو ایسے حملے نہیں ہوتے تھے مجھ پر جن سے میری جان بچ جائے، یا میں یہ سمجھوں کہ وہ صرف مجھے خوف زدہ کرنا چاہتے ہیں۔ نہیں قطعی نہیں، وہ سو فیصد میری ہلاکت کے درپے ہوتے ہیں مگر تقدیر مجھے زندہ رکھنا چاہتی ہے، جس قدر حیران کن وہ حملے ہوتے ہیں، میں اس قدر حیران کن انداز میں ہمیشہ ہی بچ جایا کرتی ہوں۔“

”خوب بڑی دلچسپ باتیں ہیں۔“

”تم دلچسپ کہہ رہے ہو انھیں۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ کبھی کبھی دل کو ایک عجیب سی بے چینی کا احساس ہوتا ہے اور میں یہ سوچتی ہوں کہ کاش میں یہ سب کچھ نہ ہوتی، کاش میں بھی ایک پرسکون زندگی گزارنے کے قابل ہوتی کاش میری تقدیر میں یہ دولت نہ ہوتی، یہ شہرت نہ ہوتی بس سکون ہوتا وہ سکون جس سے میں محروم ہوں۔“

میں سوچنے لگا، ایک لمحے میں میرے دل میں یہ احساس ابھرا کہ یہ تو ایک بہترین پیش کش ہے، شارلن سٹی میں میرے لئے کوئی جگہ نہیں ہے، نہ میں یہاں کا انسان ہوں، نہ میرے پاس ایسے کاغذات ہیں، یا کوئی اور ایسی چیز جس سے میں یہاں اپنا کوئی مقام متعین کر سکوں، کسی بھی وقت کسی کے ہتھے چڑھ گیا تو عذاب میں گرفتار ہو جاؤں گا۔ یہ عارضی سہارا کیوں نہ قبول کر لیا جائے لینی جیسی بھی ہے، ایک عجیب سی شخصیت کی مالک

کوئی تعلق ہے بہر حال یہ سب کچھ ہے، یہاں اور بھی بہت ساز و سامان موجود ہے۔ کانچ کی چابی ہمیشہ میرے پاس رہتی ہے۔ یہاں میں نے کوئی ملازم بھی نہیں رکھا کہ کہیں وہ میری شناخت کا باعث نہ بن جائے۔“

”تو تمہارے دشمنوں نے تم پر بہت سے حملے کیے ہیں۔ کیا تمہیں ان دشمنوں کی شناخت ہے؟“

”نہیں میں کسی کو نہیں جانتی۔ وہ سب میرے لیے اجنبی ہیں۔“

”تو میری ڈیوٹی کیا ہوگی لینی؟“ میں نے کہا۔ اور وہ الجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”تم اسے ڈیوٹی کہنا چاہو تو کہہ سکتے ہو، میں نے نہ تو تمہیں اپنا محافظ مقرر کیا ہے اور نہ ہی ملازم کے طور پر میں تمہیں دیکھوں گی۔ ایک شخص جو زندگی بچانے کے لیے اپنے دوستانہ فرائض ادا کرتا ہے وہ تو غلام ہوتا ہے نہ تنخواہ دار، باقی اگر تم خود کو یہ سمجھتے ہو تو یہ تمہاری مرضی ہے مجھے افسوس ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ میرے دوست کی حیثیت سے میرے ساتھ رہو۔ ہم کوئی ایسا بہتر فیصلہ کر لیں گے کہ ہمارا ایک ساتھ نظر آنے کا جواز پیدا ہو جائے۔“

”ہوں اچھی بات ہے۔ اوکے لینی، اب میں تمہارے محافظ کی حیثیت سے یا دوست کی حیثیت سے تمہارے ساتھ ہوں۔“

”تھینک یو، تھینک یو ویری مچ، ویسے یہ جگہ تمہیں کیسی لگی؟“

”بہت خوب صورت جگہ ہے اور یہ کانچ بھی بے حد حسین۔“

”آؤ اب میں تمہیں اس کے تمام کمرے وغیرہ دکھاؤں تاکہ تم اس سے واقف ہو جاؤ۔“

لینی کے ساتھ وقت گزرنے لگا۔ ہم دوستوں کی مانند دریا کے کنارے نکل جاتے تھے۔ ادھر عموماً خاموشی اور سناٹا ہی چھایا رہتا تھا یا پھر کبھی کچھ لوگ سیر و سیاحت کی غرض سے آجایا کرتے تھے اور آس پاس کا کوئی کانچ آباد ہو جایا کرتا تھا۔ ویسے بھی یہ جگہ ایک

معلوم ہوتی ہے جب تک یہاں وقت گزر سکے گا گزار لوں گا اور اس کے بعد پھر اپنے لیے کوئی سہارا تلاش کر لوں گا۔ زندگی کا نہ کوئی مقصد تھا نہ محور۔ بس دل کی یہی آرزو تھی کہ وہ کھوئی ہوئی منزلیں مجھے مل جائیں جو ذہن کے کسی گوشے میں جا کر چھپ گئی تھیں۔

میں چند لمحے سوچتا رہا تو پھر وہ بولی۔

”میرے خیال میں یہ بہترین پیش کش ہے تمہارے لیے، تم دیکھنا آگے چل کر ہم اپنے لیے کیا کچھ کرتے ہیں، مائی ڈیئر ویس تم یہ سمجھ لو کہ اس میں میرا ہی نہیں تمہارا بھی ایک خوبصورت مستقبل چھپا ہوا ہے۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ ایک ہوشمند انسان کی حیثیت سے تم میری یہ پیش کش قبول کر لو۔“

”لینی میں نہ تو یہ اظہار کر رہا ہوں کہ تمہاری پیش کش پر مجھے غور کرنا ہے۔ ایک ایسے انسان کے لیے اس قسم کی حماقت ممکن نہیں، جس کا لباس ایسا ہو جیسا تم نے دیکھا، سمجھ رہی ہوں میری بات؟ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کیا میں تمہاری سوچ پر پورا اتر سکوں گا؟“

”اس بات کو تم جانے دو، کم از کم اتنا تو تجربہ ہے مجھے اپنی زندگی کا کہ میں یہ اندازہ لگا سکوں۔ نہیں ڈیئر یہ سوچنا تمہارا کام نہیں ہے یہ سب مجھے سوچنے دو، تم اس بات کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔“

”اوکے لینی اگر تم اس بات کی خواہش مند ہو تو میرے لیے بھی یہ ایک بہتر ذریعہ ہے۔“

”اوہ تھینک یو۔“

”یہ لباس کس کا ہے جو تم نے مجھے دیا ہے میرے جسم میں پوری طرح فٹ ہے۔“

”یہ لباس میرے بھائی پیرٹ کا ہے۔ سگا بھائی نہیں ہے لیکن یوں سمجھ لو کہ ہم دونوں نے زندگی ساتھ ساتھ گزارنی ہے، وہ مجھے اپنی سگی بہنوں سے زیادہ چاہتا ہے۔ اس وقت آسٹریلیا میں ہے اور یہ کانچ اسی کا ہے اور بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ وہ میرا بھائی ہے۔ میں زندگی سے بیزار ہو کر یہاں آچکی ہوں لیکن کسی کو نہیں معلوم کہ میں یہاں ہوں یہاں کوئی بھی مجھے نہیں جانتا، میرا مطلب ہے کسی کے علم میں نہیں ہے کہ اس کانچ سے میرا

بھی ایک دنیا ہوتی ہے۔ ایک عورت اور مرد کی دوستی بھی اتنی ہی مستحکم ہو سکتی ہے جتنی دو مردوں اور دو عورتوں کی، ان میں کوئی اور جذبہ نہیں ہوتا۔ تم مرد ہو میں عورت ہوں تم خوب صورت ہو، میں بھی خوبصورت ہوں، بہت حسین لگتے ہو، مجھے لیکن ضروری نہیں ہے کہ ہم اس کے بعد کے بارے میں کچھ سوچیں۔ ہمارے درمیان اچھے دوستوں کا مشق ہے اور میں یہ چاہتی ہوں کہ یہ عشق اسی منزل میں رہے۔“

”بہت بہت شکریہ مس لینی ایسا ہی ہوگا میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ سے کبھی عشق نہیں کروں گا اور آپ نے تو اظہار کر ہی دیا ہے۔“

”وہ خوب ہنسی اور دیر تک ہنستی رہی پھر بولی۔“

”ایسے دوست بھی کم ہی ہوں گے جو اس انداز کی گفتگو کریں، ویسے اب میں تمہیں بتاؤں مجھے اب یہاں سے واپس جانا ہوگا۔ وہ بہت سے فلمساز اور ڈائریکٹر ایک دوسرے کا سر پیٹ رہے ہوں گے جنہوں نے مجھے کاسٹ کیا ہوا ہے اور جو اپنے کمرشلز بنا رہے ہیں۔ وہ ہر وہ کوشش کر رہے ہوں گے جن سے انہیں میرا پتا چل سکے اور اب یہ سوچ رہے ہوں گے کہ ان کی لاکھوں ڈالرز کی رقم ڈوب گئی۔“

”مگر کیوں؟“

”مجھے نہ پا کر۔“

”تو کیا آپ نے انہیں اپنی شوٹنگز کی ڈش دی ہوئی ہیں؟“

”ہاں۔“

”اوہ یہ تو بری بات ہے، پھر آپ کو تو اس کی پابندی کرنی چاہیے تھی۔“

”پابندی کروں گی میں نے کب اس سے انکار کیا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ جو تاریخیں میں نے انہیں دی ہیں میں ان تاریخوں میں ان کے سامنے ہوں گی اس سے پہلے میں ان کے قریب موجود نہیں ہوں اس میں میرا قصور تو نہیں ہوگا۔“ لینی نے کہا اور میں حیرانی سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔ پھر میں مسکرا کر بولا۔

”یہ تو ٹھیک ہے۔“

ایسا تفریحی مقام تھی جہاں لوگ ویک اینڈ یا پھر خصوصی طور پر سیر کرنے کے لیے آیا کرتے تھے۔ لینی بہت ہی بہتر طبیعت کی مالک تھی۔ دریا کے کنارے بیٹھ کر اس نے ایک دن کہا۔

”دیس کیا تمہیں آہستہ آہستہ مجھ سے عشق ہوتا جا رہا ہے؟“

میں نے حیرت سے منہ کھولا، یہ الفاظ میری سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ میں نے بے اختیار کہا۔

”کیا؟“

”ہاں ہاں بولو بتاؤ کیا تمہارے دل میں یہ احساس ابھرنے لگا ہے کہ میں ایک خوبصورت لڑکی ہوں تم سے متاثر ہوں اور شاید تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔“

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”نہیں۔ میں نے تو یہ خطرہ کبھی محسوس نہیں کیا۔“

”خطرہ۔“ اس نے قہقہہ لگایا۔

”ہاں میرا مطلب ہے کہ یہ بات مجھے کبھی محسوس نہیں ہوئی۔“

”مگر تم ضرور میری محبت میں گرفتار ہوتے جا رہے ہو۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ تمہارے چہرے پر کبھی کبھی ایسے آثار نمودار ہو جاتے ہیں جیسے تم مجھے میٹھی نگاہوں سے دیکھ رہے ہو۔“

”کیا آپ مجھے اس نوکری سے نکالنا چاہ رہی ہیں میڈم؟“ میں نے سوال کیا اور اس نے دوسرا قہقہہ لگایا۔

”نہیں کیوں؟“

”پھر یہ الزام تراشی کیوں کی جا رہی ہے؟“

”مطلب یہ کہ تمہارا کہنا ہے کہ تمہارے دل میں میرے لیے ایسا کوئی مقام نہیں پیدا ہوا۔“

”چنانچہ۔ میرے دل میں خون کی پمپنگ کے علاوہ اور کوئی مسئلہ ہے یا نہیں، میں نے کبھی بھی محسوس نہیں کیا۔“

”تم ہر طرح سے واقعی قابل عزت اور قابل فخر ہو۔ حقیقت یہ ہے دیس کہ دوستی کی

”ویسے اب چند روز کے اندر اندر ہم یہاں سے چلیں گے۔ میں نے تم سے تمہارے بارے میں کبھی زیادہ نہیں پوچھا دلیس لیکن اب مجھے بتاؤ تم شارلن شی میں کس جگہ رہتے تھے؟ کہیں باہر سے آئے ہو یا مقامی ہی آدمی ہو؟ میں ایک خاص وجہ سے یہ باتیں پوچھ رہی ہوں؟“

”نہیں تم یوں سمجھ لو میں ایک ایسا شخص ہوں جسے اپنی منزل کی تلاش ہے لوگوں کا کہنا ہے کہ میں اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مجھے اپنا ماضی یاد نہیں۔ میں بھٹک رہا ہوں اور اپنا ماضی تلاش کرتا رہا ہوں، میری دلی آرزو ہے کہ مجھے وہ لمحات یاد آ جائیں جن میں میں کچھ اور تھا۔“

”اور میرے خداتم نے پہلے کبھی یہ بات نہیں بتائی۔“

”ہماری ملاقات کو عرصہ ہی کتنا ہوا ہے لینی؟“

”ہوں کاش تمہیں تمہاری منزل مل جائے، میں اس کے لیے دعا کرتی ہوں۔ ویسے ڈیر میں تم پر کوئی دباؤ نہیں ڈالوں گی اگر آگے تمہارا کوئی منصوبہ ہے تم کہیں نکلنا چاہتے ہو تو یقین کرو میں تمہارا راستہ نہیں رکوں گی۔ اپنی ذات کے لیے کسی کو اس کی خواہشوں سے محروم کر دینا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ چاہو تو کچھ عرصہ میرا ساتھ دے دو۔ اس کے بعد ایک لائحہ عمل منتخب کرو۔ ایک ایسا طریقہ کار اپناؤ جس سے تم اپنی شناخت حاصل کر سکو، میں بھی اس سلسلے میں تمہیں مشورے دوں گی ہم ایسے لوگوں سے ملیں گے جو ہمارے معاون ہو سکتے ہیں۔“

”نہیں میں ابھی کہیں نہیں جا رہا۔ تمہارا ساتھ دوں گا اور اس وقت تک ساتھ دوں گا تمہارا جب تک کہ تمہیں یہ احساس نہ ہو جائے کہ تم اپنے دشمنوں سے محفوظ ہو گئی ہو بلکہ اگر ان کی نشاندہی ہو گئی تو پھر شاید وہ تمہارے دشمن نہ رہیں یا پھر دشمن ہی نہ رہیں۔“

”وہ میرے الفاظ کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی پھر ہنس پڑی اور بولی۔“

”مجھے یقین ہے۔ اچھا اب سنو، میں ایک خاص طریقہ کار اختیار کرنا چاہتی ہوں۔“

”کیا؟“

”تم اس طرح لوگوں کے سامنے نہیں جاؤ گے بلکہ ہم اس سلسلے میں ایک باقاعدہ جھوٹا سا پلے کریں گے۔“

”وہ کیا؟“

”فرض کرو تمہارا تعلق پورٹیا سے ہے۔ تم پورٹیا سے شارلن شی آئے ہو، زمانہ قدیم میں یہیں کے باشندے تھے پھر شارلن شی چلے گئے اور اب یہاں واپس آ گئے ہو ایک خوبصورت سا مکان خریدو گے تم اور پھر اس میں منتقل ہو جاؤ گے۔ پھر میری اور تمہاری ملاقات ہوگی اور ہم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگیں گے تم میرے محبوب کی حیثیت سے ہمیشہ میرے ساتھ رہو گے، سمجھ رہے ہونا، یہ سارا کام میرے لیے بالکل مشکل نہیں ہوگا۔ ہم یہاں سے واپس چل کر اس پر کام کرتے ہیں اور ایک طریقہ کار دریافت کر لیتے ہیں۔ سمجھ رہے ہونا؟“ اس نے کہا اور میں ہنسنے لگا پھر میں نے کہا۔

”تمہارا ذہن خوب سوچتا ہے لینی، لیکن اس کا.... اس کا مطلب یہ کہ تمہیں مجھ پر خاصی رقم خرچ کرنی پڑے گی۔“

”دراصل میرا بینک بیلنس بڑھتا جا رہا ہے اور میں پریشان ہوں کہ اسے کیسے استعمال کروں۔ یقین کرو بہت سے منصوبے بنائے ہیں میں نے، لیکن نہ جانے کیوں بار بار ایک ہی جگہ آ کر رک جاتی ہوں اور وجہ یہ ہے کہ اپنی محنت سے جو رقم میں نے حاصل کی ہے وہ مستحقوں کے پاس پہنچنے کی بجائے ان لوگوں کے پاس پہنچ جائے گی جو اس قسم کے رفاہی کام کر کے دراصل اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ خیر وہ تو ایک الگ بات ہے جو کچھ میں اب کروں گی اس میں تو میرا مفاد وابستہ ہے اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ تم اس خیال کو دل سے نکال دو۔“

”اوکے لینی، اوکے جیسا تم پسند کرو۔“ اور پھر بعد کے معاملات میں مجھے ایک خاموش تماشاکی کی حیثیت اختیار کرنا پڑی تھی، ہم شہر واپس آ گئے تھے وہ راستے خاصے طویل تھے جو کانچ تک جاتے تھے اور دریا کے کنارے سیر و سیاحت کا ذریعہ بنتے تھے، شہری آبادی کو میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا، بہت خوبصورت تھا شارلن شی اس میں کوئی شک نہیں کہ

لگا ہوں سے دیکھا جاسکتا تھا۔“

”لیکن اس دوران لینی مجھے تمہارے دشمن نظر نہیں آئے۔“

”دشمن!“ لینی نے ایک گہری سانس لے کر کہا پھر بولی۔

”ابھی وہ تمہاری شناخت میں مصروف ہوں گے۔“

”میری شناخت میں۔“

”ہاں۔“

”لیکن کیوں“

”تجسس تو ہوتا ہے انسان کو۔ وہ یہ دیکھنا چاہتے ہوں گے کہ تم آخر کون ہو؟ وہ بہت

محتاج لوگ ہیں اور انہوں نے اب تک میرے خلاف جو کچھ کیا ہے وہ اتنی ذہانت سے کیا ہے کہ میں بھی نہیں سمجھ سکی تھی۔ آہ وہ وہ..... وہ.....“ لینی یک گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”اس کے باوجود تم بے فکر رہو لینی وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑیں گے۔“

”آہ کاش۔ ویسے تم محسوس نہیں کرتے ویسے کہ انسان کی زندگی کتنی عجیب ہوتی

ہے۔ میرا ایک ماضی ہے۔ اس ماضی سے میری بہت سے ایسی یادیں بھی وابستہ ہیں جنہیں میں اپنے ذہن کے پردوں میں چھپائے رکھنا چاہتی ہوں اور اس کے بعد میری وہ خواہشات جن کی آخر کار میں نے تکمیل کر لی لیکن ویسے اب میں اس منزل پر ہوں جہاں مجھے اپنی ان خواہشات کی تکمیل سے الجھن ہونے لگی ہے۔ خیر چڑو ان باتوں کو، یہ بتاؤ تم مطمئن ہو یا نہیں؟“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”ہاں میں مطمئن ہوں۔“

اس نے میرے اس انداز کی وضاحت طلب نہیں کی تھی۔ بحر حال یوں کافی وقت

گزر گیا۔ میں کیا کرتا کوئی بھی تو ایسا ذریعہ نہیں تھا جس سے میرا اپنی شناخت حاصل کر سکتا

ہوں۔ مجبوری بہر حال مجبوری ہوتی اور انسان بحالت مجبوری وقت سے سمجھوتہ کر لیتا ہے، سو

انٹرنیشنل حیثیت کا حامل تھا یہاں دنیا بھر کے لوگ نظر آتے تھے۔ بڑے بڑے ہوٹلر، نائٹ کلب اس درجے کے بازار شاپنگ سینٹرز ہر طرح کی چیز یہاں موجود تھی اور یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ لینی کا شاندار مکان اس کی شخصیت سے ہم آہنگ تھا یہاں بہت سے غلام بھی تھے لینی کے وہ خاص ساتھی بھی جو اس کی معاونت کرتے تھے۔ نجانے کون کون۔ یہاں اس کا استقبال جس انداز میں کیا گیا وہ دیکھ کر میں اس کی حیثیت کا اندازہ لگانے لگا۔ اس نے میرا تعارف بھی اپنے ساتھیوں سے ویسے کے ہی نام سے کرایا لیکن پوریشیا سے آنے والے کی حیثیت سے اور اس کے بعد مختلف لوگوں سے اس کی ملاقاتیں ہونے لگیں۔

میں کسی میں شریک ہوتا اور بعض جگہ شریک نہیں ہوتا تھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ کچھ لوگ مجھے عجیب انداز میں دیکھتے ہیں بہر حال لینی نے وہی سب کچھ کیا جس کا منصوبہ بنا کر وہ وہاں سے چلی تھی، ایک خوبصورت مکان اس نے میرے لیے خریدا جو اس کی اعلیٰ ترین رہائش گاہ کے بالکل سامنے تھے اور میں وہاں منتقل ہو گیا۔ زندگی کی ہر ضروریات وہاں مہیا تھیں۔ لینی نے میرے نام سے ایک بڑا اکاؤنٹ کھلوا دیا تھا اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ مجھے ایک مستحکم حیثیت حاصل ہو گئی ہے اور اس کے بعد اعلیٰ درجے کے کپڑوں میں ملبوس میں لینی کے ساتھ مختلف مقامات کی سیر کرتا رہا۔ لینی ہر جگہ مجھے ساتھ لے جایا کرتی تھی اور ہر شخص سے میرا تعارف اس والہانہ انداز میں کراتی تھی کہ آخر کار میری اور اس کی شخصیت اخبارات کی خبروں کی زینت بن گئی۔ اخبارات تو ایسی خبروں کو خوب اچھالتے ہیں۔ چنانچہ میں اپنے بارے میں وہ باتیں پڑھنے لگا جو میرے تصور سے بھی باہر تھیں، پہلی خبر پر میں نے متوحش انداز میں لینی کو اس سے روشناس کرایا تھا اور وہ ہنس پڑی تھی۔

”یہی خبریں تو ہماری شہرت کا ذریعہ بنتی ہیں۔“

”مگر اس میں ان لوگوں نے کیا کیا لکھا ہے تم نے دیکھا؟“

”آہ یہ ہونا تھا اور یہی ہونا چاہیے۔ اب اس طرح کم از کم یہ ہو گیا کہ لوگوں کو میرے اور تمہارے ساتھ رہنے کا جواز معلوم ہو گیا۔ ورنہ دوسری صورت میں تمہیں مشکوک

میں اچھل کر بستر پر بیٹھ گیا۔ تب میں نے ان تین افراد کو دیکھا جو اچھی خاصی شکل و صورت اور جسامت کے مالک تھے۔ ان میں سے ایک کے بال چھدرے اور سر پر بالکل کھڑے کھڑے محسوس ہوتے تھے۔ بھوئیں ندارد تھیں۔ اس طرح مونچھیں اور داڑھی کا بھی وجود نہیں تھا لیکن انتہائی کرخت چہرے کا مالک تھا، دوسرا کسی قدر بھاری جسامت کا اور تیسرا ایک چھیرے بدن کا شخص تھا اور ان سب سے زیادہ ذہین نظر آ رہا تھا۔

میں نے حیرت سے دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ بدستور اندر سے بند تھا پھر یہ لوگ کہاں سے آ گئے۔ تب میری نگاہ اس کھڑکی پر پڑی جس میں بڑے بڑے شیشے لگے ہوئے تھے۔ بہت خوب صورت شیشے جو غالباً بلجیم سے خصوصی طور پر منگوائے گئے تھے۔ وہ سرسراہٹ یقینی طور پر شیشہ کاٹنے ہی کی تھی۔ وہ لوگ شیشہ کاٹ کر کھڑکی کھول کر اندر آئے تھے کیونکہ یہ بڑی کھڑکی اب کھلی ہوئی تھی اور اس سے ہوا کے تازہ جھونکے اندر آرہے تھے۔ میں نے آنکھیں بھیجنے کر گردن جھٹکی تو چھیرے بدن کا آدمی میرے سامنے پہنچ گیا۔

”مائی ڈیئر مسٹر ویلس۔“ اس نے کہا۔

”لازمی طور پر میری زبان پر یہی سوال آئے گا کہ تم کون ہو اور اس طرح یہاں کیوں آئے ہو؟“

”ڈیئر ویلس ہم یہاں تقریباً تین گھنٹے سے مصروف عمل ہیں۔ یوں سمجھ لو تمہاری اس پوری عمارت کی تلاشی لے چکے ہیں۔ ہر چیز کا جائزہ لے لیا ہے مگر جو کچھ ہمیں درکار تھا وہ نہیں ملا۔“

”ڈاکو ہو۔“ میں نے سکون سے کہا۔

”نہیں ڈاکو نہ کہو۔ لیکن بہر حال یہاں جس طرح ہم لوگ داخل ہوئے ہیں اس کے تحت تم ہمیں کوئی شریف آدمی بھی نہیں کہہ سکتے اور تمہیں کہنا بھی نہیں چاہیے۔ اصل میں ہمیں تم سے کچھ معلومات درکار ہیں۔“

”کیسی معلومات؟“ میں نے سوال کیا۔

”پوریشیا کے بارے میں، جہاں سے تم یہاں آئے ہو۔“ اس شخص نے کہا اور مجھے

میں نے بھی یہی کیا تھا اور اپنے آپ کو یہ کہہ کر سمجھالیا تھا کہ میں لوگوں کو آواز دے کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ لوگوں میں کون ہوں وقت ہی کبھی اس سلسلے میں ساتھ دے جائے تو ممکن ہے مجھے اپنی شناخت ہو جائے ورنہ اور کوئی ذریعہ اب نظر نہیں آتا تھا۔ زندگی کو زخم کیوں بنایا جائے۔ ایک روگ کیوں اپنے آپ سے پالے رکھا جائے۔ دل کو یہ کہہ کر بہلاتا تھا لیکن کبھی کبھی تنہا لمحات میں بس وہ ایک اذیت ناک تصور، وہ کک وہ یاد جو دل کو کھرچتی تھی اور یہ خواہش ہوتی تھی کہ کاش مجھے سب کچھ یاد آ جائے اور میں اس منزل پر پہنچ جاؤ جو بے نام اور بے شکل ہے۔“

اس رات بھی ذہن پر کچھ ایسی ہی کیفیت طاری تھی۔ بہت دیر تک جاگتا رہا تھا، پھر جب دماغ دیکھنے لگا تو اپنے بیڈروم میں پہنچ گیا۔ یعنی نے میرے لیے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ وہ ہر طرح سے میرا خیال رکھتی تھی حالانکہ اس نے بڑی صاف گوئی سے مجھ سے کہا تھا کہ میرے اور اس کے درمیان صرف دوستی کا رشتہ رہنا چاہیے لیکن اب اتنا بھی نا تجربہ کار نہیں تھا یا بے عقل نہیں تھا کہ کبھی کبھی لینی کی نگاہوں میں جھلک آنے والی اس کیفیت کو نہ جھانک سکوں، جس میں درحقیقت محبت شامل ہوتی تھی۔ بہر حال وہ اپنے طور پر اپنے تصور کی کسی طور نفی کر لے میں ان جھگڑوں میں پڑنے والی شخصیت نہیں تھا۔

دماغ کی دھن شدت اختیار کر گئی تو میں مسہری پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن پوری طرح نیند نہیں آئی تھی کہ آنکھ کھل گئی۔ پتا نہیں کیسی آہٹ تھی۔ ایک ہلکی سی سرسراہٹ اس کے بعد ایک چھوٹی سی ٹھک ٹھک اس کے بعد خاموشی، چنی چھکن نے تجسس کو ابھرنے نہیں دیا ہوگا کچھ، میں نے سوچا۔ لیکن پھر اچانک میرے بیڈروم میں تیز روشنی پھیل گئی اور ظاہر ہے۔ یہ غیر متوقع بات تھی کیونکہ دروازہ اندر سے بند کر کے سویا تھا۔ روشنی جلانے والا کون ہو سکتا ہے جو دو ملازم اس جگہ رہتے تھے ان میں سے ایک رات کو چلا جاتا تھا اور دوسرا میرے بیڈروم سے بہت فاصلے پر ایک ایسی جگہ سوتا تھا جہاں سے رات کو اس کا مجھ سے رابطہ ممکن نہیں تھا۔ پھر بند کمرے میں روشنی سمجھ میں نہ آنے والی بات تھی۔

کہ اپنے بارے میں ساری حقیقت بتا دو، تمہیں فائدہ ہی رہے گا۔“
 ”مگر میری حقیقت کیا ہے میرا نام ویس ہے۔ یہاں کاروبار کرنا چاہتا ہوں۔ پورشیا سے آیا ہوں اور اب یہاں پر رہوں گا کیونکہ میں لینی سے منسلک ہوں۔“
 ”یہی تو سب سے بڑی بات ہے دوست تم کب سے لینی سے منسلک ہو اور لینی تم سے کیا چاہتی ہے؟“

”تب پھر تم احمق آدمی ہو۔ کیا شارلن سٹی کے اخبارات ہمارے بارے میں تفصیل نہیں بتاتے۔ مزید تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔“
 ”صرف یہ کہ تم اچانک ہی اس افق پر نمودار ہوئے ہو اور اس سے پہلے تمہارا کہیں کوئی وجود نہیں تھا، تمہاری شخصیت پر اسرار ہے۔“
 ”تو اس میں کیا قصور ہے؟“

”صرف اتنا کہ تم نے اپنے آپ کو واضح نہیں کیا۔“
 ”اب تم میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔ رات کا وقت ہے اور میں سونا چاہتا ہوں۔ تم نے یہاں جو کچھ کیا ہے میں اس وقت اس کا نوٹس صرف اس لیے نہیں لے رہا کہ نیند کے خمار میں ڈوبا ہوا ہوں۔ بہتر ہے واپس چلے جاؤ، کیا فائدہ ہاتھ پاؤں تڑوا کر واپس جاؤ۔“
 ”گیروٹ کیا یہ چیلنج تمہارے لیے نہیں ہے؟“
 ”ہے۔“ گیروٹ بھاری آواز میں بولا۔

”تو پھر چیلنج قبول کرو۔ اس شخص سے پورشیا کے بارے میں سوالات کرو۔“
 گیروٹ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ میں نیم خوابیدہ لوگوں کی مانند آنکھیں بھیجنے بھیجنے کر کھولنے لگا۔ گیروٹ نے بڑی چابک دستی سے ایک مکا میرے پیٹ پر مارنے کی کوشش کی لیکن میں نے اپنا ہاتھ اس کی کلائی پر جمایا اور اٹلے ہاتھ سے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کر دیا۔ گیروٹ نے مہاورتی طور پر نہیں حقیقی طور پر ایک چکر لگایا تھا اور میرے ہاتھ کے تھپڑ کی قوت پر پوری طرح گھوم گیا تھا۔ مجھے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ جو مشقت منہ سے کرانی گئی تھی اس نے میرے بدن کو فولاد بنا دیا ہے اور اس فولاد سے مقابلہ مشکل ہو گیا

ہلکی سی سنسنی کا احساس ہوا۔ پورشیا کہاں ہے ہے کیا میرے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم تھا اور افسوس ناک بات یہ تھی کہ میں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ میں نے بہر حال فوری طور پر ایک فیصلہ کیا اور بولا۔

”تو تم کیا سمجھتے ہو کیا غلط افراد کو میں اپنے بارے میں کچھ بتا سکتا ہوں، اور وہ بھی اس طرح جیسے تم مجھے کسی بات کے لیے مجبور کرنا چاہتے ہو۔“
 دبلے پتلے آدمی نے مسکراہٹ کے ساتھ گردن ہلائی اور بولا۔

”بہر حال یہ سب اسی انداز میں ہوتا ہے تم انحراف کرو گے ہم تشدد کریں گے اور آخر کار تم زبان کھولو گے۔“

”ہوں گویا جنگ۔“ میں نے کہا۔

”نہ ہو تو بہتر ہے۔“ وہ پر اعتماد لہجے میں بولا۔

”اور اگر ہو جائے تو؟“

”تو وہ تمہاری حماقت ہوگی۔ اس شخص کو دیکھو اس کا نام گیروٹ ہے اور گیروٹ کے بارے میں اس کے شناسا یہ کہتے ہیں کہ جس طرح لوہے کو کوٹ کوٹ کر فولاد بنایا جاتا ہے اسی طرح انسانی جسم کو کوٹ کوٹ کر گیروٹ بنایا گیا ہے۔ گیروٹ کو اس کے بعض شناسا روبرو بھی کہتے ہیں اور شاید غلط نہیں کہتے کیونکہ وہ ایک بے حد طاقتور انسان ہے اور مشینی انسان کی طرح ہر چیز سے بے نیاز اور یہ شخص جس کا نام فیلس ہے یہ ایک بدترین اذیت رساں ہے لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر کسی پتھر کی چٹان کو اس کی حوالے کر دیا جائے تو وہ پتھر کی چٹان بھی اپنی تاریخ بتا دیتی ہے۔ بس میں ایک شریف آدمی ہوں اور شاید کسی مکھی کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ چنانچہ اپنا تذکرہ کسی خاص انداز میں نہیں کروں گا۔ اب تم سوچ لو کہ آگے کیا ہو سکتا ہے۔“ میں خاموشی سے اس کی بکواس سن رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

”لیکن تمہیں آخر یہ سب کچھ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟“

”کون نامعلوم یہ سب کچھ کرنا چاہتا ہے۔ میں تو تم سے یہی کہوں گا میرے دوست

صورت حال ہو تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟“ یعنی سوچ میں ڈوب گئی۔

اس نے اس سلسلے میں کوئی اہم بات مجھے نہیں بتائی تھی۔ بہر حال وقت نکلتا چلا گیا۔ میں اور لینی اکثر گھومنے پھرنے بھی نکل جاتے تھے۔ لینی خاصی حد تک مطمئن نظر آتی تھی۔ میرے ساتھ دو تین دن گزر گئے تھے۔ ان واقعات کو اور ہم اپنے طور پر مطمئن اور سرور زندگی گزار رہے تھے۔

پھر اس شام ہم سیر و سیاحت کے لیے نکلے تھے۔ شارلن سٹی میں کچھ ایسے تاریخی مقامات بھی تھے جو دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ اس دن ہم ان کھنڈرات کی طرف آئے تھے جو شارلن سٹی کی تاریخ کا ایک عظیم حصہ تھے۔ کھنڈرات میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں اکا دکا لوگ نظر آ رہے تھے۔ ان کا تعلق سیاحوں سے تھا۔ کچھ گائیڈ ان کی رہنمائی کر رہے تھے اور انہیں ان کھنڈرات کی تفصیل بتا رہے تھے۔ پہلی دیواروں کے یہ کھنڈرات اپنی نوعیت کے منفرد تھے، ہم مختلف گوشوں میں سے گزرتے رہے۔ لینی خود مجھے ان کے بارے میں تفصیلات بتا رہی تھی۔ ہم کافی دور نکل آئے اور پھر ایک جگہ ٹوٹی پھوٹی سیڑھیاں عبور کرنے لگے۔ ہم سیڑھیوں کی گہرائیوں میں پہنچنے کے بعد اس درے نما جگہ میں پہنچے جس کے دونوں جانب انتہائی بلند دیواریں تھیں تو لینی نے مسکرا کر کہا۔

”دیکھ رہے ہو ان دیواروں کو؟“

”ہاں۔“

”کس قدر بلند ہیں؟“

”یقیناً۔“

”اگر یہ دونوں دیواریں آپس میں مل جائیں ویس تو ہمارا کیا ہوگا؟“

”دو ہزار سال کے بعد جب محقق ان کا تجزیہ کر کے یہاں کی کھدائی کریں گے تو ان دیواروں کے درمیان کچھ ہڈیاں دیواریوں سے چپکی ہوئی ملیں گی اور وہ یہ سوچتے ہی رہ جائیں گے کہ ان دیواروں میں یہ انسانی ڈھانچے کہاں سے آ گئے۔“ لینی ہنس پڑی اور بولی۔

ہے۔ کیروٹ کے سچھلنے سے پہلے ہی میں نے ایک زوردار لٹ اس کی پنڈلی پر رسید کی اور پھر اس کی گردن کو اپنے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لے کر اسے زور سے گھمایا اور سر سے بلند کر کے زمین پر پٹخ دیا۔ دبے پتلے آدمی کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں اور کیروٹ کچھ بھی نہیں کر سکا تھا۔ پھر دوسرا آدمی جس کا نام فیلس بتایا گیا تھا کیروٹ کی مدد کے لیے لپکا تھا۔ اس نے عقب سے میری بظلوں میں ہاتھ ڈالا اور میں نے اسے سر سے بلند کر کے زمین پر دے مارا۔ دبے پتلے آدمی نے ان دونوں کی یہ کیفیت دیکھ کر کھڑکی کی جانب چھلانگ لگائی تھی۔ کیروٹ پھر اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور اس کے بعد میں نے ان دونوں کی بدترین ٹھکانی شروع کر دی۔ پہلے فیلس اور پھر کیروٹ وہاں سے بھاگے تھے۔ اب ان کا تعاقب کر کے میں کوئی نئی صورت حال نہیں پیدا کرنا چاہتا تھا لیکن بہر حال میں نے یہ دیکھ لیا کہ وہ اب اس عمارت سے ہی باہر نکل گئے ہیں۔ چنانچہ میں نے کھڑکی کی جانب دیکھا۔ شیشے کٹ گئے تھے اور اب اس میں داخلہ آسانی سے ہو سکتا تھا۔ بہر حال اس وقت میں اس کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن جیسا کہ انہوں نے کہا تھا کہ وہ میرے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے میرے اس چھوٹے سے مکان کی تلاش کی ہے۔ چنانچہ کم از کم اس کے بارے میں جاننا ضروری تھا اور اس کی اس بات کی تصدیق بھی ہوگئی۔ واقعی انہوں نے بہت ساری چیزیں الٹ پلٹ کر رکھ دی تھیں۔ میں ایک گہری سانس لے کر اپنی خواب گاہ میں پلٹ آیا اور اس کے بعد اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ نیند واقعی آ رہی تھی حالانکہ یہ ایک محدود قدم تھا لیکن پھر بھی میں سونے کی کوشش کرنے لگا اور مجھے نیند آ گئی۔

پھر صبح ہی کو آنکھ کھلی تھی۔ معمولات سے فراغت حاصل ہوئی۔ ناشتا لینی کے ساتھ ہی کرنا تھا۔ لینی کو ان حالات سے آگاہ رکھنا بہت ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے اسے مختصر تفصیل بتائی اور لینی ایک دم اچھل پڑی۔

”اوہ میرے خدا، تمہیں کوئی چوٹ تو نہیں لگی۔“

”نہیں، میں اگر چاہتا تو ان میں سے کسی کو پکڑ بھی سکتا تھا لیکن لینی اگر ایسی کوئی اور

”ختم کرو، ختم کرو پلینز ویس رک جاؤ پلینز ویس..... یہ..... یہ..... یہ میرے

بڑھ آیا۔ اچھل کود دکھانے والا بے حد پھرتیلا آدمی تھا اس نے اپنے ہاتھ میں دبے ہوئے چابک کو ادھر ادھر گردش دی اور اس کے بعد پوری قوت سے وہ مجھ پر حملہ آور ہو گیا۔ جبکہ باقی تین افراد زرا دور رہے تھے۔ میں نے نہایت پھرتی سے اس کا وار خالی کر دیا لیکن اس نے فوراً ہی گھوم کر دوبارہ چابک میرے بدن پر مارنے کی کوشش کی، تین چار بار اس نے یہ عمل کیا میں بھی پھرتی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ پانچویں مرتبہ جب اس نے چابک میری جانب

وصول کر رہے ہیں میرے لیے کسی طرح کا راستہ نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ خود پر بہت ناز کرتا تھا اس نے مجھے چیلنج کیا کہ اگر میں نے اسے نظر انداز کر کے کسی دوسرے کا سہارا حاصل کرنے کی کوشش کی تو میرے حق میں بہتر نہیں ہوگا۔ اس نے تمہیں چیلنج کیا تھا اور میں نے اس سے کہا تھا کہ ویس تم لوگوں کے بس کی چیز نہیں ہے بس ایک طرح سے یہ سمجھ لو کہ یہ تمہارا امتحان تھا، اوہ..... تم نے کیا ہاتھ دکھائے تم واقعی ایک باکمال انسان ہو۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نہ جانے کیوں میرے ذہن میں لینی کے لیے ایک الجھن سی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ بھی یہ بات سمجھ گئی کہ میں اس بات سے نہ تو مطمئن ہوا ہوں اور نہ میں نے اسے پسند کیا ہے، کہنے لگی۔

”تم ناراض ہو گئے؟“

”نہیں لینی ایسی بات نہیں ہے لیکن بہر حال یہ سب کچھ عجیب تھا ان لوگوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا اور اس میں کوئی رعایت نہیں تھی۔ چار آدمی تھے اگر میں ان سے مار کھا جاتا تو؟“

”تو میں انہیں شوٹ کر دیتی، میں نے انہیں ہدایت کر دی تھی کہ امتحان صرف امتحان ہوتا ہے، وہ تمہیں زخمی نہیں کریں گے۔ تم نے غور نہیں کیا ان کے پاس پستول موجود تھے لیکن ان میں سے کسی نے تم پر پستول نہیں نکالا۔“

”اوہ کے لینی بہر حال تم مناسب سمجھتی ہو لیکن تمہیں میرے امتحان کی ضرورت پیش آگئی۔ یہ بات میرے لیے باعث حیرت ہے۔“

”ڈیر، برانہ مانو اصل میں انسان بڑی کمزور شخصیت کا مالک ہوتا ہے، میں تمہیں پسند کرتی ہوں تو میری خواہش ہے کہ دوسرے بھی تمہارا اسی طرح احترام کریں تمہیں سپر تسلیم کریں۔ یہ شخص جس کا نام جیسا کہ اس کا کہنا ہے کہ یہ دس افراد پر بھاری ہے اور صحیح معنوں میں یہ مجھ سے اسی بات کی تنخواہ بھی لیتا ہے لیکن آج اسے اپنے وزن کا اندازہ ہو گیا ہوگا۔ تم اسے بس میرا فخر بھرا غرور سمجھو کہ میں نے تمہیں بتائے بغیر انہیں اس کا موقع دیا کہ وہ تمہیں زیر کرنے کی کوشش کریں اور وہ اس میں ناکام رہے۔ ڈیز پلیر محسوس نہ

اپنے آدمی ہیں ویس پلیر۔“ مگر اصلی بات سمجھتے ہوئے بھی میں نے بندر نما شخص کی خوب پٹائی کر دی تھی اور اب وہ زمین پر پڑا ہانپ رہا تھا۔ پھر میں نے اس کے الفاظ سنے۔ وہ آگے بڑھ رہی تھی اور دونوں ہاتھ سامنے کئے ہوئے تھی۔

”رک جاؤ پلیر رک جاؤ۔“ میں نے رک کر حیرت سے اسے دیکھا۔

”کیا بات ہے لینی۔“

”یہ..... یہ..... یہ میرے اپنے آدمی ہیں، یہ میرے زر خرید ہیں۔“

”کیا؟“

”ہاں پلیر۔ اب نہ مارتا، اوہ..... جیسا کہ تمہاری ساری اکڑفوں نکل گئی، کہو کیسا رہا ویس۔“ جیسا کہ وہ تینوں بھی جواب دینے کے قابل نہیں رہے تھے۔ لیکن میں اب لینی کو دیکھ رہا تھا۔

”لینی مجھے سمجھاؤ، یہ سب کچھ کیا ہے۔“

”جو کچھ ہے برا ہے لیکن ایک طرح سے اچھا بھی ہے۔“ وہ بولی۔ اس کے انداز میں تاسف تھا جیسا کہ اس کا چہرہ غمناک تھا۔ وہ زمین سے بار بار اٹھنے کی کوشش کرتا اور گڑ پڑتا تھا۔

”کیا تمہارے بدن کی ہڈیوں میں فریکچر ہو گیا ہے۔“

”شاید“

”اور تم تینوں ساٹھ مفت خورے، اٹھاؤ اسے اور لے جاؤ، جاؤ جلدی کرو۔“ ان تینوں نے آگے بڑھ کر جیسا کہ اسے اٹھایا اور پھر ایک سمت چل پڑے۔ میں حیران نگاہوں سے انہیں دیکھتا رہ گیا پھر میں نے لینی کی طرف دیکھا اور کہا۔

”لینی میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔“

”اوہ..... ڈیر ویس اس وقت جب تم نے میرے مضبوط اور طاقت ور کتے کو دونوں ناگوں سے پکڑ کر چیر ڈالا تھا تو میں نے یہ اندازہ لگالیا تھا کہ تم ہی وہ ہو جو میرے محافظ بن سکتے ہو اور یہ لوگ جو مفت کی روٹیاں توڑ رہے ہیں اور مجھ سے ہزاروں ڈالر

کاروباری کام بھی ہے اور میں وہاں آرام بھی کرنا چاہتی ہوں۔“
”ٹھیک ہے لینی۔“

”تم اطمینان رکھو، تمہارا مکمل علاج میری ذمہ داری ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم اپنا کھویا ہوا ماضی پالو گے۔“ اس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ لیکن نہ جانے کیوں مجھے اس کے لہجے میں سچائی نہیں نظر آئی۔ لینی ایک اسٹوڈیو میں شوٹنگ کر رہی تھی۔ خاصے وقت میں اس کے ساتھ رہا۔ لیکن آرٹسٹ کے دیر سے آنے کی وجہ سے کام بڑھ گیا اور اس بات کا امکان پیدا ہو گیا کہ وہ رات بھر کام کرے۔

”ویس ڈیئر، میرے خیال میں تم آرام کرو۔ مجھے زیادہ وقت لگ جائے گا۔“
”اوکے، میں چلتا ہوں۔“

”میں صبح کو ہی آؤں گی۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا۔ پھر میں وہاں سے باہر نکل گیا۔ اسٹوڈیو کے احاطے میں لینی کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ جس کی چابی میرے پاس تھی۔ اس احاطے میں گہرا سناٹا تھا میں نے کار کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھا ہی تھا کہ کار کے سائڈ سے ایک ہاتھ بلند ہوا اور پستول کی ٹھنڈی نال میری کنپٹی سے آنکی۔ میں چونک پڑا تھا۔ پھر پستول والا کھڑا ہو چکا تھا اور اس نے سر دھچکے میں کہا۔

”جو چیز تمہاری کنپٹی سے لگی ہوئی ہے اسے پستول کہتے ہیں اور شاید تم سائیلینسر سے بھی واقف ہو گے گولی چلنے کی آواز کوئی نہ سن سکے گا۔“

”معلومات فراہم کرنے کا شکریہ۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟“
”تینوں دروازے کھول دو، اور ہاتھ اسٹیرنگ پر رکھ لو۔“

”تینوں دروازے کیوں؟“

”اس لیے کہ میرے ساتھ دو سواریاں اور بھی ہیں۔“ وہ بولا اور دو اور آدمی نظر آئے۔ یہ تینوں اس طرح چھپے ہوئے تھے کہ میں انہیں نہیں دیکھ سکا تھا۔ پھر پستول والا میری کنپٹی پر دباؤ ڈالنے لگا۔ میں نے اس کی ہدایت پر عمل کر کے دونوں ہاتھ اسٹیرنگ پر

کرنا۔“ وہ عاجزی سے بولی اور میں نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر گردن ہلا دی۔
”اوکے لینی مگر عجیب سا تھا یہ سب کچھ۔“

”نہیں پلیز بس یوں سمجھو کہ میری نادانی تھی یا میری بھول لیکن اس سے میں جس قدر خوش ہوں تم تصور نہیں کر سکتے۔“

”اوکے لینی اوکے۔“ میں نے گردن ہلا کر بات ختم کر دی۔ لینی کے ساتھ ایک اطمینان بخش وقت گزر رہا تھا اور مجھے کوئی ایسی پریشانی نہیں تھی جسے میں کوئی اہمیت دوں، دل کی خلش بے چین کر دیتی تھی، بس وہی لمحات میرے لیے مشکل لمحات ہوا کرتے تھے ورنہ باقی لینی کے ساتھ اور کوئی ایسی الجھن یا دقت پیش نہیں آئی تھی جو قابل غور ہوتی۔ وقت اسی طرح سے گزرتا جا رہا تھا۔ لینی کے ساتھ مجھے ہر عیش، ہر آسائش حاصل تھی لیکن یہی تو سب کچھ نہیں تھا۔ زندگی گزارنے کے لئے مجھے صرف ایک سہارا تو درکار نہیں تھا۔

”اس کی کیا وجہ ہے؟“

”بار بار کیوں پوچھتی ہو لینی۔“

”اوہ..... تمہاری اپنی شناخت کا معاملہ۔“

”ہاں۔“

”افسوس میں نے ابھی تک تمہارے لیے کچھ نہیں کیا۔ آخر ہم کیا کریں۔ کیا ایسا کہ

کسی بہترین ڈاکٹر سے رجوع کریں اس سے مشورہ لیں۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ لینی نے خود ہی کہا ”میرے خیال میں ہمیں ایسا ہی کرنا چاہیے لیکن..... شارلن سٹی میں ایسے ایکسپرت نہیں مل سکتے۔ تم تھوڑا سا توقف کر لو ڈیئر، بہت جلد ہمیں امریکہ روانہ ہونا ہے۔ میرے خیال میں ہمیں وہاں بہترین ایکسپرت مل جائیں گے۔“

”امریکہ؟“

”ہاں، اپنی اس فلم کی شوٹنگ کے بعد مجھے امریکہ روانہ ہونا ہے۔ وہاں کچھ

”تمہارا نام ویس ہے؟“

”ہاں، تم جانتے ہو“

”ظاہر ہے تمہیں بلاوجہ نہیں اٹھایا گیا۔“

”تمہارا تعلق واقعی پولیس سے ہے؟“

”ایک منٹ۔“ اس نے کہا اور جیب سے اپنا کارڈ نکال کر میرے سامنے کر دیا۔

اس کی تصویر کارڈ پر نظر آرہی تھی۔ نام لائڈ پول تھا اور وہ آفیسری ایل یو تھا۔

”اب میں مطمئن ہوں۔“

”مگر ہم مطمئن نہیں ہیں۔“ وہ بولا۔

”میں تمہاری بے اطمینانی کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔“

”ضرور..... لاؤ۔“ اس نے اپنے ایک ساتھی سے کہا اور وہ گردن جھکا کر چلا گیا۔

پھر اس کی واپسی تک مکمل خاموشی طاری رہی تھی۔ آنے والے نے ایک لفافہ اسے دیا اور

اس نے لفافے سے ایک تصویر نکال کر میرے سامنے کر دی۔ پھر بولا۔ ”اسے پہچانتے

ہو؟“

میں نے تصویر دیکھی اور فوراً اسے پہچان لیا۔ یہ انہیں حملہ آوروں میں سے ایک تھا

جنہوں نے میری رہائش گاہ پر مجھ پر حملہ کیا تھا اور میرے ہاتھ سے زخمی ہوا تھا۔

”اس کا نام گیروٹ ہے۔“

”گڈ۔ لگتا ہے تم سچ بولنے پر آمادہ ہو۔“ وہ مسکرا کر بولا۔

”میں سچ ہی بولوں گا۔“

”اسے قتل کرنے کی وجہ بتا سکتے ہو؟“ لائڈ نے کہا اور میرے کان جھنجھٹا گئے۔

”قتل.....؟“ میرے منہ سے خوفزدہ آواز نکلی۔

”ہاں۔ قتل۔“

”اب تمہاری نیت خراب ہوگئی۔“

”کیوں؟“

رکھ لیے تھے۔ میرے پاس ایک اور شخص آ بیٹھا۔ اس کے پاس بھی پستول تھا جو اس نے میری گردن پر نکا کر میری تلاشی لی۔ لینی نے مجھے بھی پستول فراہم کر دیا تھا جو اس نے فوراً اپنے قبضے میں کر لیا۔ مجھے کور کرنے والا اپنے دوسرے ساتھی کے ہمراہ عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر اس کی آواز ابھری۔

”چلو..... گاڑی اسٹارٹ کرو۔“

”کہاں جانا ہے؟“

”بتا دیں گے۔“ وہ بولا اور میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھادی۔

”شاید تمہیں ٹیکسی نہیں ملی؟“ میں نے ازراہ مذاق کہا اور وہ ہنسنے لگے۔

”نہیں ایسی بات نہیں۔“

”پھر کیا بات ہے؟“

”ہم تمہیں اپنی فلم میں ہیرو بنانا چاہتے ہیں۔“

”اوہ..... شوٹنگ کر رہے ہو۔“

”ابھی کہاں، ابھی تو ریہرسل ہو رہی ہے۔ ہاں بائیں طرف.....“

میں ان کے اشارے پر کارڈ رائیو کرتا رہا لیکن جب وہ کار ایک عمارت میں لے آئے تو میں حیرت سے اچھل پڑا۔ یہ پولیس اسٹیشن کی عمارت تھی۔ پولیس کاریں کھڑی تھیں اور وردی میں ملبوس افراد مصروف نظر آ رہے تھے۔ میری حیرانی درست تھی۔ کیا یہ لوگ پولیس سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسا ہے تو اس طرح مجھے لانے کی کیا ضرورت تھی۔

”آؤ.....“ اس شخص نے کہا۔ اور میں خاموشی سے نیچے اتر کر ان کے ساتھ چل

پڑا۔

”غواہ برائے تاوان.....؟“ میں نے پوچھا۔

”پولیس سے اس کی توقع رکھتے ہو؟“

”اس لیے تو حیران ہوں۔“ وہ مجھے ایک کمرے میں لے گئے۔ پھر ایک صوفے پر

بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں خاموشی سے بیٹھ گیا۔

”جبکہ تم جانتے ہو دنیا کے ہر ملک میں ہر شہری کے پاس کم از کم اس کی شناخت ضروری ہوتی ہے۔ کوئی ایسا ملک نہیں ہے جہاں یہ نہ ہوتا ہو۔ اصل میں دوست تمہارے بارے میں ہم مسلسل تحقیقات کرتے رہے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ تم مقامی باشندے نہیں ہو اور ایک پراسرار شخصیت کے مالک ہو، اس کا ثبوت یہ ہے کہ تمہارے پاس اپنی شناخت نہیں ہے۔“

”ان الفاظ سے مجھے شدید اذیت ہوئی تھی اور اس اذیت کے نقوش میرے چہرے پر نمایاں ہو گئے تھے۔ میں نے کرب زدہ انداز میں کہا۔“

”ہاں میرے پاس میری کوئی شناخت نہیں ہے۔“

”کیوں.....؟“ لائڈ پول پر زور لہجے میں بولا۔

”اس لیے کہ میں بے شناخت ہوں، تم مجھے بے شک پھانسی کے پھندے پر چڑھا دو لیکن موت دینے سے پہلے مجھے یہ بتا دینا کہ میں کون ہوں۔“

وہ کسی قدر مجھے حیران نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ میرے چہرے کے اذیت ناک تاثرات نے اسے متاثر کیا تھا۔ پھر اس کا لہجہ ایک دم نرم ہو گیا۔ اس نے کہا۔

”اپنی بات کی وضاحت کرو میں بہر حال ایک قانون پرست انسان ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک دردمند انسان ہوں لیکن کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کرو گے کہ تم کس الجھن کا شکار ہو، کیا کوئی مجبوری تمہیں منتشر کیے ہوئے ہے؟“

”بتاؤ کہ تھک گیا ہوں اپنے بارے میں لائڈ پول ہاں میں بے شناخت ہوں، تم نے میرے بارے میں ایک ایسا لفظ استعمال کیا ہے جو ٹھوس حقیقت ہے میں بے شناخت ہوں اگر میری شناخت پالو اور مجھے بتا دو تو میں تمہارے لیے دنیا کا ہر کام کرنے پر آمادہ ہوں۔“

”کیری آن کیری آن، مجھے اپنے بارے میں مزید تفصیل بتاؤ۔“

”تفصیل یہ ہے کہ ایک جزیرے میں ایک بے نام انسان کی حیثیت سے پرورش پڑا ہوا تھا۔ وہاں سے ایک جہاز پر چڑھا دیا گیا اور..... میں نے اسے اپنے بارے میں

”کیونکہ اداکاری کر رہے ہو، تم نے اسے قتل کیا ہے۔“

”نہیں مسٹر لائڈ بلکہ حقیقت کچھ اور ہی ہے۔“

”مثلاً؟“

”یہ مجھے اذیت دینا چاہتے تھے اور یہ میرے گھر میں داخل ہوئے تھے۔“

”ان کا تعلق میرے محلے سے تھا اور وہ سرکاری کام سے تمہارے گھر میں داخل ہوئے تھے۔“

”مجھے نہیں معلوم تھا۔“

”آخر کار تم نے اسے قتل کر دیا۔ یہ اس کا ثبوت ہے۔“ اس نے دوسری تصویر میرے سامنے کی۔ تصویر میں، میں گیروٹ کی مرمت کر رہا تھا۔ تیسری تصویر میں گیروٹ کی لاش نظر آرہی تھی۔

”مجھے اس کی موت کا علم نہیں ہے۔“ میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

”سی ایل یو کے ایک آفیسر کا قتل تمہارے ہاتھوں ہوا ہے اور اسکی سزا صرف موت ہے۔“

”لیکن آفیسر.....“

”اس کے علاوہ تم ایک مشکوک شخصیت کے مالک ہو۔“

”مشکوک.....“

”ہاں، تمہارے پاس تمہارے کاغذات ہیں۔“

”کاغذات.....“

”تم خود کو پوریشیا کا باشندہ کہتے ہو، کیا تمہارے پاس پورشین پاسپورٹ اور کاغذات ہیں؟“

”میں خاموش نگاہوں سے لائڈ پول کو دیکھتا رہا وہ بولا۔“

”نہیں ہیں نا؟“

”ہاں میرے پاس کاغذات نہیں ہیں۔“

سے نرم گوشے پیدا ہو گئے ہیں مائی ڈیئر، مسٹر ویلس، حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ اس دوران میں تمہارے بارے میں کھوج کرتا رہا ہوں اور اس کے نتیجے میں تمہارے سلسلے میں تفتیش کی ضرورت پیش آئی، میں نے جو معلومات حاصل کیں ان کی تصدیق آج تمہارے الفاظ سے ہو گئی اور میں سمجھتا ہوں کہ تم قابل بھروسہ بھی ہو اور اس قابل بھی کہ تمہارے ساتھ انصاف اور رعایت کی جائے لیکن تمہیں خود بھی اندازہ ہوگا کہ ایک خفیہ ایجنسی کے اہم رکن کو قتل کر دینا بدترین جرم ہے، اس کے نتیجے میں اگر تم پر مقدمہ چلایا جائے تو سزائے موت کے علاوہ اور کچھ تمہارے مقدر میں نہیں ہوگا لیکن ڈیئر ویلس بھی کبھی بڑے بڑے مفاد کو حاصل کرنے کے لیے کچھ قربانیاں بھی دینا پڑتی ہیں۔ ہم اس سلسلے میں قربانی دینے کو تیار ہیں۔“

”میں سمجھا نہیں مسٹر لائڈ پول۔“

”سمجھنے کی کوشش کرو، اعلیٰ آفیسر قتل ہو چکا ہے ہم اسے نئی زندگی نہیں دے سکتے، اس کا قاتل ابھی تاریکی میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ تم..... تم نے اسے قتل کیا۔ سوائے میرے، یہ میری اپنی تحقیقات کا نتیجہ ہے اور اس کے لیے صرف میں یا میرے عمل کے چند افراد ہی رازدار ہیں ہم یہ بات قانون کی نگاہوں سے چھپا سکتے ہیں کیونکہ جو بڑا کام ہم کر رہے ہیں اس کے سامنے یہ کام بہت چھوٹا ہو جاتا ہے اگر تم اس کے لیے ہمارے ساتھ تعاون کرو تو تمہیں اس قتل کے الزام سے نجات مل سکتی ہے اور یہ وعدہ کیا جاسکتا ہے کہ تم سے کبھی یہ بات منظر عام پر نہیں آئے گی کہ اس کے قاتل تم ہو۔“

”میں نے تعجب بھری نگاہوں سے لائڈ پول کو دیکھا تو وہ بولا۔“

”تعجب نہ کرو مسٹر ویلس، ایک بہت بڑے کیس کی ذمہ داری میرے سپرد کی گئی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے اس ذمہ داری کو نبھا لیا تو میری شخصیت کو چار چاند لگ جائیں گے اور میں بالکل یہ چاہوں گا کہ اس کیس کو نظر انداز کر کے میری مراد مسٹر گیروٹ کے قتل سے ہے، میں اپنے اس کیس میں کامیابی حاصل کروں جس پر میں کام کر رہا ہوں اور اگر مجھے تمہارا تعاون مل جائے تو تمہیں ہر سزا سے بچایا جاسکتا ہے۔“

سب کچھ بتا دیا اور یہ سب کچھ جان بچانے کے لئے نہیں تھا بلکہ اسکے الفاظ نے میرے دل کے بند سوتے کھول دیے تھے اور اب یہ الفاظ آنسوؤں کی شکل میں نکل رہے تھے جن کے بہہ جانے سے طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے۔ میں نے شروع سے آخر تک اسے اپنی کہانی سنا دی اور وہ گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لیتا رہا۔ اس کی عقلانی آنکھیں مجھ پر اس طرح منجمد تھیں کہ پتلیاں تک گردش نہیں کر رہی تھیں، یہ باصلاحیت شخص غالباً میرے ذہن کی گہرائیوں میں اتر کر میری زبان سے نکلنے والے الفاظ کی سچائیاں تلاش کر رہا تھا اور اس کی مہارت نے غالباً اسے یہی بتایا تھا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ بالکل سچ ہے۔ وہ اس سے متاثر بھی نظر آیا تھا اور اس کے بعد جب میں خاموش ہوا تو وہ بھی بہت دیر تک خاموشی سے سوچوں میں گم رہا۔ اس کی پیشانی شکن آلود تھی اور آنکھیں غور و فکر میں ڈوبی ہوئی تھیں، کچھ لمحات کے بعد اس نے گردن اٹھائی اور.....“

”اصولی طور پر میں نے جن جن شعبوں میں مہارت حاصل کی ہے اور جن جن شعبوں میں مجھے ایکسپریٹ قرار دیا تھا ہے اس میں ایک یہ بھی ہے کہ جب میرا کوئی ملزم یا مجرم میری نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے تو میں اس کے ذہن کی گہرائیاں تلاش کر لیتا ہوں اور آج تک مجھے اس میں کامیابی ہی حاصل ہوئی ہے اور میرے نوجوان دوست مجھے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ بالکل سچ ہے، لیکن آہ..... میرے لیے تو بالکل ہی انوکھی بات ہے میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ تم کوئی تجربے کار مجرم ہو جو اس کا ساتھ دے رہے ہو۔“

”کس کا؟“

”اس عورت کا جس نے اپنا نام لینی بتایا ہے۔“ لائڈ پول بولا۔

”تم اسے جانتے ہو؟“ میں نے چونک کر پوچھا۔

”بہت اچھی طرح۔“ لائڈ پول پر خیال لہجے میں بولا اس کا انداز کچھ ایسا تھا کہ میں

چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ لائڈ پول پھر سوچوں میں گم ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

”تمہارے بارے میں تفصیلات سننے کے بعد میرے ذہن میں تمہارے لیے بہت

میں پر خیال انداز میں لائڈ پول کی صورت دیکھنے لگا، پھر میں نے کہا۔
 ”کیا ایسے کسی سلسلے میں، میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں؟“
 ”ہاں۔“

”تو ٹھیک ہے مسٹر لائڈ پول میں تو زندہ رہنا چاہتا ہوں اور اگر یہ شخص مر چکا ہے تو میں تمہیں اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ وہ صرف اپنے تحفظ کا معاملہ تھا اور میرے دل میں قطعی یہ خیال نہیں تھا کہ میں اسے ہلاک کر دوں۔“
 ”ٹھیک ہے میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔“

”تو پھر اب مجھے بتاؤ کہ وہ کون سا ایسا عمل ہے جس کی وجہ سے میں تمہاری دوستی حاصل کر سکتا ہوں اور اس مصیبت سے فارغ ہو سکتا ہوں۔“

”تو پھر سنو، مگر خیال رکھنا تمہاری ذرا سی لغزش تمہیں اس وقت تک پچھتاوے میں مبتلا رکھے گی جب تک تمہاری گردن دو فٹ لمبی نہ ہو جائے اور زبان اور آنکھیں باہر نہ نکل آئیں بلکہ شاید اس کے بعد بھی تم پچھتاتے ہی رہو گے۔“
 ”دھمکیاں دینے سے گریز کرو، بات جب سودے کی ہے تو پھر صرف سودا کرو، دھمکی مت دو۔“

میری آواز میں استحکام پیدا ہو گیا۔ لائڈ پول نے مجھے دیکھ کر مسکرا کر کہا۔

”اور یہ لہجہ بتاتا ہے کہ اب تم خلوص دل سے میرے اور اپنے ساتھ انصاف کرنے پر آمادہ ہو تو سنو میری جان یہ عورت جس کا نام لینی ہے ایک خطرناک جاسوسہ ہے جو شارلن سٹی کے خلاف کام کر رہی ہے، ہم ظاہر ہے اس سلسلے کی مکمل تفصیلات تمہیں نہیں بتا سکتے کیونکہ یہ ملکی راز ہے بس صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ نہ صرف مشکوک ہے بلکہ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ خطرناک جاسوسہ ہے اور ہمارے ملک کے خلاف کام کر رہی ہے لیکن افسوس ہمارے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ہم اس کی کارکردگی اس کے عمل کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں اور کوئی ایسا شخص جو مستقل طور پر اس سے منسلک ہو یا جس کے بارے میں یہ کہا جاسکے کہ وہ اس سے متاثر ہے، ہمارے لیے کام

کر سکتا ہے اور ایسے شخص تم ہو صرف تم کیونکہ اس کا پوری طرح تجزیہ کر لیا گیا ہے اور اب چونکہ تمہاری حقیقت بھی سامنے آ چکی ہے اس لیے تم ہمارے لیے زیادہ کارآمد انسان ثابت ہو سکتے ہو یعنی اس مجرمہ کا کھوج تم لگا سکتے ہو کیونکہ تم اس کے پروگرام کا ایک حصہ ہو۔“
 لائڈ پول کی باتیں سمجھ میں آرہی تھیں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”حالانکہ اس نے مجھے جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں بڑا سہارا دیا ہے لیکن حالات یہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ کرنا پڑے گا۔“
 ”مگر خلوص دل کے ساتھ۔“

”انسان جب کسی کام کو کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو اس کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ اس کام کی تکمیل ہی کر دے درمیان میں رہنا مجھے ناپسند ہے۔“

”تو پھر سنو۔ آخری بار میں تمہیں یہ کہہ رہا ہوں مگر اسے دھمکی نہ سمجھنا۔ یہ تو ایک سودا ہے زندگی کا سودا۔ اگر تم نے ہماری مدد کی اور تمہاری مدد سے ہم حقیقتوں کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو گئے تو نہ صرف تمہیں شارلن سٹی کا پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات جاری کر دیے جائیں گے بلکہ تمہیں ایک گرانقدر انعام بھی دیا جائے گا جو تمہارے کام آ سکتا ہے اور تم پر کوئی پابندی نہیں ہوگی، یہ میرا تم سے وعدہ ہے اور اگر تم چاہو تو میں اس وعدے کی تکمیل وقت سے پہلے بھی کر سکتا ہوں کیونکہ مجھے خود پر اس قدر اعتماد ہے کہ اگر تم نے کہیں نکلنے کی کوشش کی یا لینی کو ہوشیار کر کے فحار کا منصوبہ بنایا تو پھر اندھے اقدامات کر لوں گا۔“

”ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔“

”گڈ ویری گڈ تو چار آدمی میرے پاس موجود ہیں جن سے میں ابھی تمہارا تعارف کرائے دیتا ہوں۔ ان کو اچھی طرح شناخت کر لو، ان میں سے کوئی ایک ہر وقت تمہیں کہیں نہ کہیں نظر آ جائے گا، اصل میں یہ تمہارا تعاقب کریں گے اور یہ دیکھیں گے کہ جو کام تمہیں سونپا گیا تم اسے خوش دلی سے پورا کر بھی رہے ہو یا نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی کسی اہم مسئلے پر تم ان سے مدد بھی لے سکتے ہو۔ اس بات کا تجربہ کر لینا کہ یہ تم سے فاصلے پر نہیں رہیں گے۔“

نے ایک بے زاری کا سا اظہار کیا اور میں نے دل میں سوچا کہ دو ہی صورتیں ہیں یا تو زندگی دے دوں یا پھر ایک مستحکم حیثیت اختیار کر لوں، مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ لینی نے مجھے ایک باڈی گارڈ کے طور پر ساتھ رکھا ہوا ہے یا پھر ممکن ہے جیسا کہ لائڈ پول کہتا ہے کہ اگر اس کا کوئی منصوبہ ہے اور وہ جرائم پیشہ عورت ہے تو ہو سکتا ہے اس نے مجھے اپنے مستقبل کے لیے قربانی کا کوئی بکرا بنا کر رکھا ہوا ہو۔ اس دن گفتگو کے دوران اس نے میرے سلسلے میں امریکہ جانے والی جو بات کہی تھی وہ مجھے بڑی عجیب اور بے ربط سی معلوم ہوئی تھی۔ بہر حال کچھ بھی نہیں ہونا چاہیے، مجھے اپنی زندگی بچانی ہے۔ لینی کے بہت سے اقدامات، اب ان واقعات کی روشنی میں مجھے مشکوک لگنے لگے تھے۔ وہ ایک اداکارہ تھی، فلموں میں اداکاری کرتی تھی۔ ماڈلنگ کرتی تھی۔ اس نے اپنے ساتھ یہ الجھنیں کیوں پالی ہوئی ہیں اور پھر یہ بھی اندازہ ہوا کہ اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں وہ مجھے سے بہت سے جھوٹ بول چکی ہے یعنی اس نے کہا تھا کہ اسے ایک ساتھی کی ضرورت ہے ایک ایسا ساتھی جو ہر لمحہ اس کے ساتھ رہے اس کے مفادات کا تحفظ کرے لیکن پھر وہ لوگ کون تھے جنہوں نے کھنڈرات میں مجھ پر حملہ کیا تھا اور بعد میں لینی نے کہا تھا کہ وہ صرف میرا امتحان ہے، گویا اس کے پاس ایسے افراد موجود ہیں جو کسی ایک شخص کو مغلوب کر کے کسی کے لیے امتحان لے سکتے ہیں تو وہ تھا تو نہ ہوئی اس کے ساتھ سب کچھ موجود ہے، نہیں لینی نے مجھ سے مار جن رکھا ہے، وہ مخلص نہیں ہے، یقینی طور پر وہ مخلص نہیں ہے، پھر میں کیوں اس سے خلوص برتوں اور پھر ویسے تو عام انداز میں ٹالا بھی جاسکتا تھا لیکن اب صورتحال یہ ہے کہ اگر میں نے اسے نظر انداز کر دیا تو خود میری زندگی پر بن سکتی ہے۔ مائی ڈیر ویلس اس سے تو بہتر یہی تھا کہ اس جزیرے پر ہی وقت گزار لیتے ریو دینا کو اپنی عورت تسلیم کر لیتے اور بقیہ زندگی سکون سے گزر جاتی لیکن تمہاری فطرت میں جو جنون ہے اور جس طرح ڈاکٹر نے تمہیں اپنی شناخت کے لیے دنیا دکھانے کا موقع دیا ہے تو کسی حماقت یا بے زاری میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو موت کے حوالے نہ کرو۔ جیو اور زندہ دلی کے ساتھ جیو، ساتھ ساتھ اپنی کھوج بھی کرتے رہو۔ دنیا اتنی بری جگہ نہیں ہے، یہاں زندگی گزارنے کے لیے بہت کچھ

”ٹھیک ہے مسٹر لائڈ میں تیار ہوں۔“

”او کے مائی ڈیر او کے۔“

”لیکن مجھے کرنا کیا ہوگا؟“

”اب تک تم اسے اس کے ایک دوست کی حیثیت سے نظر انداز کرتے رہے ہو، ظاہر ہے تم نے اس کے بارے میں کھوج کرنے کی کوشش نہیں کی ہوگی، لیکن آج سے تم اس کے بارے میں مکمل تفتیش کرو گے جس وقت وہ موجود نہ ہو اس کے گھر کی تلاشی لینا، کوئی ایسی اہم بات جو تم مشکوک محسوس کرو مجھ تک پہنچانا، اس کے لیے تم میرا ٹیلی فون نمبر بھی رکھ لو۔ اور جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں ایک شخص ہر وقت تمہارے پاس موجود رہا کرے گا۔“

”مجھے منظور ہے۔“

”تھینکس، اب ہم دو دوستوں کی مانند ہاتھ ملارہے ہیں اپنے ذہن سے ہر طرح کی کدورت مٹا دو اور اس بات کو بھول جاؤ کہ میرے پاس وہ تصویریں موجود ہیں جو تمہیں پھانسی کے پھندے تک پہنچا سکتی ہیں۔ اب تم پھانسی کے پھندے سے بہت دور ہٹ چکے ہو۔“

میں نے ایک گہری سانس لے کر گردن ہلائی تو لائڈ پول بولا۔

”اور اب بہتر ہے کہ تم اپنے ٹھکانے پر واپس پہنچ جاؤ۔ وہ شونگ کر رہی ہے اور ظاہر ہے صبح سے پہلے تمہارے پاس نہیں پہنچے گی۔“

”گویا مجھے آزادی ہے۔“

”بالکل..... نئی امنگوں، نئے حوصلوں اور نئے ارادوں کے ساتھ۔“ اس نے مجھ

سے پر جوش مصافحہ کیا اور میں اس سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا۔

پھر میں اپنی رہائش گاہ میں داخل ہو گیا لیکن لاتعداد وسوسوں اور بے شمار الجھنوں کے ساتھ۔ کسی کے احسان کا کیا صلہ دوں۔ لینی مایکالوس نے اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ مجھے بہت بڑا سہارا دیا تھا لیکن اب یہ زندگی پر بن آئی ہے تو اس کے لیے کیا کروں۔ ذہن

ہے، نہ سہی ریوینا۔ لیکن لاتعداد کردار زندگی میں آتے ہیں کیوں نہ زندگی سے پورا پورا لطف اٹھاؤ، کیوں بلاوجہ حماقت کا شکار ہو رہے ہو۔“

میں نے اپنے آپ کو بہت سمجھایا اور اپنی تمام تر ذہنی قوتوں کو مجتمع کر کے خود کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ذہن پر جو جمود طاری ہے اسے توڑ دے شک ماضی کھو گیا ہے لیکن حال کو کیوں ہلاک کر رہے ہو، دنیا اپنے طور پر چلی ہے، ماضی میں کیا ہے صرف کچھ لوگ ہوں گے جن سے تمہیں پیار ہوگا، جو تمہارے چہتے ہوں گے اب وہ نہیں ہیں تو کیا کیا جائے۔ مل جائیں گے تو حالات بدل لیے جائیں گے، لیکن فی الحال دو ہی رخ ہیں یا تو سیدھے سیدھے اپنی جگہ سے اٹھو، کوئی پستول تلاش کرو اور اپنی کنپٹی پر رکھو اور گولی مارلو۔ یا پھر زندگی سے لطف اٹھاؤ اور یہ عورت، مرد کی ذہنی قوتوں کے سامنے عورت ایک بے بس چیز ہے جو تم سے قریب ہے اسے اقدار کی شکر میں نہ لپیٹو حقیقتوں کو سامنے لاؤ اور جیو، یہ تمام احساسات میرے ذہن میں جگہ پانے لگے اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنے اندر بڑی قوتیں محسوس کیں۔ بلاوجہ سوچنے کے انداز کو اس طرح تبدیل کر کے خود کو ایک معذور انسان کی حیثیت دے لی تھی، مجھے تبدیل ہونا چاہیے بالکل تبدیل ہونا چاہیے اور اب زندگی بچانے کے لیے پہلا سہارا لائڈ پول کا لینا چاہیے اس نے مجھ سے وعدہ کر لیا ہے کہ مجھے مقامی حیثیت سے قبول کرے گا اور آگے کے سلسلے میں میری مدد کرے گا۔ یہی مناسب ہے اور اگر لینی مایکالوس مجرم نہیں ہے تو لائڈ پول جانے اور وہ..... میں اپنا فرض ادا کر کے کم از کم لائڈ پول سے اپنے لیے ایک شخصیت خرید سکتا ہوں کوشش اور کوشش اور یہ کوشش ابھی سے شروع ہونی چاہیے۔

ایک نیا انسان بستر سے اٹھا اور مصروف عمل ہو گیا۔ میں نے لینی کی خواب گاہ کا رخ کیا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو کر تیز روشنی کر دی، پھر ایک ذہین انسان کی مانند میں نے ایسی جگہوں کا جائزہ لیا جہاں لینی کی شخصیت پوشیدہ ہو سکتی تھی۔ الماریاں، سائیڈ ٹیبل اور ہر وہ جگہ جہاں اس کی زندگی کے راز پوشیدہ ہو سکتے تھے یہاں کچھ نہ ملا تو دوسرے کمرے میں پہنچ گیا پھر تیسرے میں اور یہ تیسرا کمرہ ایک بے کار جگہ کی حیثیت رکھتا تھا، جہاں استعمال

شدہ سامان بکھرا پڑا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے اندر ایک انوکھی ذہانت عود کر آئی ہو اور میں حالات کا صحیح تجزیہ کرنے کا ادراک رکھتا تھا۔ سو میری ذہانت نے کچھ کام دکھایا، وہ ایک ٹوٹی پھوٹی الماری تھی جس کا نچلا حصہ خاصا محفوظ تھا۔ ٹوٹی پھوٹی الماری کے نچلے حصے میں تالے کی موجودگی ذرا مشکوک لگتی تھی لیکن بہر حال یہ تالا کھل جانے والا تھا۔

میں نے اسے کھولا اور وہاں مجھے ایک ایسا بکس نظر آیا جو ایک مخصوص سائز میں بنا ہوا تھا اور انتہائی بہتر حالت میں تھا۔ میں نے اس بکس کو نکال کر کھولا تو مجھے اس میں کچھ کاغذات رکھے ہوئے نظر آئے اور یہ کاغذات قابل غور تھے۔ ان پر آڑھے ترچھے نشانات اس طرح بنے ہوئے تھے جیسے شارٹ پنڈ میں کوئی تحریر لکھی جاتی ہے۔ میں انہیں دیکھتا رہا۔ یہ کاغذات عجیب و غریب شکل رکھتے تھے یعنی کہیں کاغذ کا ایک ٹکڑا کہیں سگریٹ کی ڈبیا کا دوسرا سراجو سفید ہوتا ہے، یہ نشانات یوں لگتا تھا جیسے کچھ یادداشتوں کا مجموعہ ہے۔ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی اور یہ بھی نہیں سمجھ پایا تھا کہ اب ان کا کیا کروں۔ لیکن فوری طور پر انہیں اپنے قبضے میں لے کر لائڈ پول تک پہنچانے کا مطلب یہ تھا کہ اگر لینی انہیں تلاش کرے تو مشکوک ہو جائے، البتہ انہیں ذہن میں رکھ لینا ضروری تھا۔

پھر بہت رات گئے تک یہی سب کچھ کرتا رہا تھا اور اس کے بعد اپنے بستر پر آ کر سو گیا تھا۔ لینی کس وقت آئی مجھے نہیں معلوم تھا، لیکن صبح کو اس نے معمول کے مطابق مجھے جگایا، اس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے تیر رہے تھے اور طبیعت میں کچھ مستی سی نظر آرہی تھی۔ بڑی محبت سے اس نے مجھے جگایا تھا اور جب میری آنکھ کھلی تو میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کے بدن کا تھوڑا سا بوجھ مجھ پر ہے اس کے سانسوں کی گرمی بھی مجھے چھو رہی تھی۔ میں نے اسے دیکھا اور دیکھتا رہا وہ ایک دم سنبھل گئی اور بولی۔

”اٹھو گے نہیں، میں نے تمہاری وجہ سے ناشتہ نہیں کیا ہے؟“

”او لینی مجھے افسوس ہے، رات کو بہت دیر تک جاگتا رہا، تمہارے بارے میں سوچتا

رہا۔“

”اٹھو..... جاؤ جلدی سے غسل وغیرہ کرلو۔“

”کیا ہے۔“

میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ میرا اندازہ درست ہی تھا کہ آج وہ کچھ بگڑی بگڑی سی ہے، میں نے آہستہ سے کہا۔

”یعنی میں اب بھی اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔“

”اچھا ایک بات بتاؤ؟“

”ہاں جواب ضرور دوں گا تمہاری بات کا۔“

”اگر میں کبھی اپنے راستے سے بھٹک جاؤں، جذباتی ہو جاؤں، تمہاری قربت کی خواہش کا اظہار کروں تو کیا تم مجھے اپنی نظروں سے گرا دو گے؟“

”وہ جو زندگی کا محور بن جاتے ہیں کبھی نظروں سے نہیں گرتے، بات صرف اتنی سی نہیں ہی یعنی کہ میں تمہاری رہائش گاہ میں عیش کی زندگی گزار رہا ہوں بلکہ بات اصل میں یہ ہے کہ تم نے خود مجھے عورت کی حیثیت سے متاثر کیا ہے۔“

”اوہ..... ویس تب ہمیں اپنا عہد توڑنا ہوگا، تب ہمیں اپنی قسم توڑنا ہوگی۔“

اور ہم نے اپنا عہد توڑ دیا۔ وہ صحیح معنوں میں عورت بن گئی، یہ عورت اگر مجرم ہے اور لائنڈ پول کے خیال کے مطابق شارلن سٹی کی دشمن تو یہ اس کا اور لائنڈ پول کا معاملہ تھا لیکن اس میں کوئی شک نہیں مجھے ذہنی سکون حاصل ہوا تھا۔ ذہن کو بانٹنے کے لیے وہ میری معاون کار ثابت ہوئی تھی۔ تین چار دن تک ہم نے مکمل ریٹ کیا۔ وہ خود بھی ایک لمحہ گھر سے باہر نہیں نکلی تھی اور ہر لمحہ میری قربت کی طالب رہی تھی۔ میں نے بھی تمام ذہنی بخار اتار دیا اور ایک چاک و چوبند انسان بن گیا۔ ٹیلی فون پر اس کا رابطہ مختلف لوگوں سے رہتا تھا اور میرے سامنے وہ یہی جواب دیتی تھی کہ وہ ذہنی طور پر تھکی ہوئی ہے اس لیے ابھی کسی شوٹنگ وغیرہ میں حصہ نہیں لے گی۔ پتا نہیں لائنڈ پول کے آدمی جو اس کے کہنے کے مطابق میری نگرانی کر رہے تھے کیا سوچ رہے ہوں۔ ممکن ہے وہ میرے بارے میں شک و شبہ کا شکار ہو گئے ہوں، اب جو بھی ہوتا ہے ہوتا رہے، میں کیا کر سکتا ہوں لیکن انہوں نے صبر و سکون کا مظاہرہ کیا تھا پھر ایک صبح لینی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔“

”ناشتے کے کمرے میں آ جانا۔“

”ٹھیک ہے۔“ اور پھر میں تیار ہو کر ناشتے کے کمرے میں پہنچ گیا۔

وہ ناشتا لگا رہی تھی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”یعنی کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ تم جیسی مصروف لڑکی کسی کے لیے اس طرح بھی اپنا وقت گزارتی ہوگی۔“

آج وہ واقعی کچھ بگڑی بگڑی سی نظر آرہی تھی۔ رات کو میں نے کچھ فیصلے کیے تھے اور وہ ان فیصلوں کی تفسیر بن گئی تھی اس نے اسی انداز میں مجھے دیکھا تھا کہ میں یہ سب کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ کہنے لگی۔

”انسان بڑا بے بس ہوتا ہے ڈیرو ویس۔“

”کیا مطلب؟“

”نہیں جو کچھ میرے دل میں ہے تم سے کہہ کر میں اپنے احساسات کی نفی ہی کروں

گی، جو مجھے خود بھی پسند نہیں آئے گی۔“

”اور میں چونکہ تمہارا احسان مند ہوں اس لیے مجھ پر بھی یہ لازم ہے کہ جو بات تم

مجھے بتانا پسند نہ کرو اس کے لیے ضد نہ کروں۔“

”کیسی باتیں کرتے ہو ڈیرو ویس! تم بار بار میرے احسان کا تذکرہ کیوں کرتے

ہو۔ کوئی احسان نہیں کیا ہے میں نے تم پر..... میں نہیں جانتی کہ میں نے یہ سب کچھ کیوں

کر ڈالا، اور یہ بھی حقیقت ہے ڈیرو ویس! کہ تم نے جس طرح میرے کتے کو درمیان سے

چیر کر پھینک دیا تھا اس سے تمہاری مردانگی کی ہیبت مجھ پر بیٹھ گئی تھی اور تمہیں یہ بتاؤں کہ

جاہل عورتیں یا وہ جو کبھی ایسی باتوں پر غور نہیں کرتیں ان کا انداز فکر مختلف ہوتا ہے لیکن جو

سوچنے والی ہیں اور جو سوچ سکتی ہیں وہ یہی فیصلہ کریں گی۔ آخر کار عورت، عورت ہے اور

مرد، مرد۔ اور مرد کی شجاعت اور دلیری ہی عورت کو متاثر کرتی ہے کیونکہ اسے اس میں وہ ملتا

ہے جو خود اس میں نہیں ہوتا۔ تمہارے اندر اگر یہ خوبی نہ ہوتی تو شاید تم مجھے اس قدر پسند نہ

آتے، اس لیے ثابت یہ ہوا کہ میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا ہے بلکہ اپنی پسند کو حاصل

”میرا خیال ہے اب ہمیں رزم کی دنیا میں بھی آ جانا چاہیے۔“

”مطلب.....؟“

”تم اپنی زندگی کا معمول ترتیب دو، خوب گھومو پھرو، عیش کرو، گاڑی تمہارے پاس ہے، میں اب یوں کرتی ہوں کہ چند روز ان لوگوں کو دے دوں تاکہ ان کی وحشت نہ ابھر آئے۔“

”اوکے لینی۔“

”تم بالکل اطمینان سے رہنا، اول تو ہمارا شیڈول ایک دوسرے کے علم میں رہے گا اور اگر میں زیادہ ہی مصروف ہو جاؤں تو چند روز انتظار کرنا مناسب ہوگا۔“

”ٹھیک ہے۔“

”پھر لینی چلی گئی اور میں نے سوچا کہ اب ذرا لائڈ پول کو بھی مطمئن کر دیا جائے، چنانچہ لینی کے فون کو استعمال نہ کرتے ہوئے میں نے باہر ہی ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ کو منتخب کیا تھا۔ لائڈ پول کا کوئی آدمی مجھے اپنے قریب نظر نہیں آیا تھا۔ فون پر لائڈ پول سے رابطہ قائم ہو گیا تو میں نے کہا۔“

”اوہ تم سوچ رہے ہو گے کہ مسٹر لائڈ پول کہ شاید میں روپوش ہو گیا ہوں۔“ جواب میں لائڈ پول کی ہنسی سنائی دی تھی، ہنسنے کے بعد اس نے کہا۔

”تمہارے الفاظ بتاتے ہیں کہ تم واقعی ایک شریف آدمی ہو۔“

”تعب ہے میں اپنے الفاظ میں اپنی شرافت کا کوئی جز تلاش نہیں کر سکا۔“

”یہ شریف آدمی ہی نہیں جانتا کہ ایسے محکموں کے فرائض کیا ہوتے ہیں جو ملکی بقاء کے لیے دن رات سید تانے کھڑے رہتے ہیں میرا مطلب ہے کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہارے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہو گیا ہوں تو یہ تمہاری غلطی ہے بلکہ نادانی، اور نادانی اس لیے کہ تم اس محکمے کا عمل نہیں جانتے۔“

”گویا تم میری طرف سے غافل نہیں ہوئے۔“

”اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو

اپنے عہدے سے نااہل قرار دے۔“

”گنڈ..... تو کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ اس وقت لینی سائیکالوس کہاں

ہے؟“

”ہاں، وہ ریمنٹن اسٹوڈیو میں موجود ہے اور ایک فلم کے یونٹ سے گفتگو کر رہی

ہے اور اس کے بارے میں منصوبے ترتیب دے رہی ہے۔“

”ونڈرفل، تو پھر تم ایسا کروائی ڈیر کہ یہاں لینی کی رہائش گاہ پر آ جاؤ، کیا تم ایسا

کر سکتے ہو۔“ ایک لمحے کے لیے دوسری جانب خاموشی طاری ہو گئی پھر لائڈ پول کی آواز ابھری۔

”اس طلبی کی کوئی خاص وجہ؟“

”ہاں۔“

”بتانا پسند کرو گے۔“

”یہاں کچھ کاغذات، ایسی زبان میں موجود ہیں جو کم از کم میں تو نہیں سمجھ پایا، شاید

تم انہیں سمجھ سکو، تمہاری ہدایات کے مطابق تحقیقات کے نتیجے میں ان کا انکشاف ہوا ہے، ہو سکتا ہے تم ان سے کوئی فائدہ اٹھا سکو۔“

”اوہ..... لینی کی رہائش گاہ میں کیا اس وقت تمہارے علاوہ بھی کوئی اور موجود

ہے؟“

”نہیں۔“

”تو ٹھیک ہے، میں ذرا بدلی ہوئی شکل میں آؤں گا، لیکن ایک کوڑ میں تمہارے

سامنے دہراؤں گا۔“

”کوڑ بتاؤ۔“ میں نے کہا۔

”دودھ کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔“

”اوکے۔“ میں نے جواب دیا اور اس کے بعد واپس آ گیا۔ لینی کے بارے میں

مجھے علم ہو گیا تھا کہ وہ ابھی واپس نہیں آئے گی۔ چنانچہ میں مطمئن تھا اور اس کے بعد لائڈ

پول کا انتظار کرتا رہا۔ جو شخص یہاں آیا تھا وہ پلبر تھا اور اپنے ساتھ اپنے سامان کا تھیلا لے کر آیا تھا۔ جب وہ میرے سامنے پہنچا تو اس نے کہا۔
”دودھ کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔“

”اندر آ جاؤ“ میں نے اسے اندر آنے کا راستہ دیا، لائڈ پول نے بہت عمدہ میک اپ کیا ہوا تھا۔ وہ بالکل ہی بدلی ہوئی شخصیت میں تھا، اندر پہنچنے کے بعد اس نے کہا۔
”مجھے خوشی ہے کہ تم اپنا فرض بہ حسن و خوبی سرانجام دے رہے ہو، ویسے ایک بات بتاؤ۔“

”ہاں پوچھو۔“

”کیا وہ رات کو بھی اس جگہ سے باہر نکلتی ہے، میرا مطلب ہے ایسے اوقات میں جب تم اس کی جانب سے غافل ہو یا سو رہے ہو۔“
”میرا خیال ہے ابھی تک ایسا نہیں ہوا۔“

”اس کا خصوصاً خیال رکھنا، اور ہاں اب وقت ضائع کیے بغیر مجھے ان کاغذات کے بارے میں بتاؤ، میں اسے بتانے کے بجائے وہیں اسی اسٹور روم میں لے گیا اور پھر میں نے وہ کاغذات اس کے سامنے بکھیر دیئے۔ لائڈ پول حیرت اور تجسس کے ساتھ انہیں دیکھ رہا تھا پھر اس نے اپنے قہیلے میں سے ایک خاص قسم کا کیمرو نکالا اور تمام کاغذات زمین پر بچھا کر ان کی فلم بنانے لگا۔“

”یہ ایک بہتر طریقہ ہے اس طرح یہ کاغذات یہیں رہنے دیئے جائیں گے اور اسے مجھ پر شبہ نہیں ہو سکے گا۔“

”میں جانتا ہوں اور اطمینان رکھو ایسا کوئی عمل میری جانب سے نہیں ہوگا جس کی وجہ سے تم اس کی نگاہوں میں مشکوک ہو جاؤ، تم تو میرے دست راست ہو اور ایک اہم راز کا انکشاف تم ہی کرو گے۔“ میں خاموش رہا تھا کچھ لمحوں کے بعد وہ اپنے کام سے فارغ ہو گیا اور اس نے کہا۔

”اور کوئی ایسی بات؟“

”نہیں۔“

”تو پھر میں تم سے رخصت ہوتا ہوں، اول تو کسی کو اس بات کا اندازہ نہیں ہو پائے گا کہ کوئی یہاں آیا ہے لیکن اگر ہو بھی گیا تو صرف اتنا ہی سوچا جائے گا کہ پلبر کوئی کام درست کرنے آیا تھا۔ اگر اتفاق سے لینی کو اس بارے میں معلوم ہو بھی جائے تو تم کہہ سکتے ہو کہ ایک شخص یہ کہہ کر یہاں پہنچا تھا کہ اسے نلکوں کی دیکھ بھال کے لیے طلب کیا گیا اور مس لینی مایکالوس نے یہ حکم دیا تھا۔ زیادہ سے زیادہ مشکوک ہو جائے گی، حالانکہ اس کے امکانات نہیں ہیں۔“ پھر میں نے لائڈ پول کو رخصت کر دیا اور اس کے بعد خود گہری سوچوں میں گم ہو گیا۔ پھر اسی رات تقریباً ساڑھے بارہ بجے جب لینی میرے ساتھ کھانا وغیرہ کھا کر آرام سے اپنی خواب گاہ میں سو گئی تھی میں نے کچھ ایسی آہٹیں محسوس کیں جیسے لینی کے بیڈ روم میں کوئی تحریک ہو رہی ہو، میں ایک دم اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور پھر میں نے لینی کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا وہ باہر جانے کے لباس میں تھے اور بڑی احتیاط سے باہر جا رہی تھی میرے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے لیکن خطرہ مول لیے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا جب وہ باہر نکل گئی تو میں نے جلدی سے اپنے اسی لباس میں دوسری کار کا اسٹیرنگ سنبھال لیا، باہر نکل کر میں نے دروازہ بند کیا اور پھر وہاں سے چل پڑا۔ نہ جانے میرے اندر یہ صلاحیتیں کہاں سے پیدا ہو گئی تھیں۔ میں انتہائی احتیاط سے لینی کا تعاقب کرنے لگا حالانکہ اس وقفے کے دوران جو میں کار اشارت کر کے باہر لانے اور دروازہ بند کرنے میں کر چکا تھا وہ کافی دور نکل گئی تھی لیکن چونکہ سڑکیں سنان تھیں اور بہت کم گاڑیاں آگے جا رہی تھیں اس لیے میں لینی کی کار کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا پھر تعاقب کے اس انداز پر میں خود بھی حیران رہ گیا تھا ایک لمحے کے اندر میرے ذہن میں وہ کھویا کھویا پن دوبارہ پیدا ہو گیا میں خود اپنی صلاحیتوں پر حیران تھا لیکن اس وقت ذہن کو یکسو رکھنا بڑا ضروری تھا کیونکہ یہ علم ہو چکا تھا کہ لینی کی شخصیت میں کوئی اور شخصیت بھی پوشیدہ ہے اس لیے وہ اس تعاقب کا اندازہ بھی لگا سکتی ہے اور ایک بار اگر اسے مجھ پر شبہ ہو گیا تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ میں نہایت احتیاط سے اس کا تعاقب کرتا ہوا آخر کار

لیٹ گیا۔ یعنی صبح ساڑھے چار بجے تک تو واپس نہیں آئی تھی اور اب جبکہ میں مطمئن تھا کہ میری اپنی تمام کارروائی صیغہ راز میں ہے تو پھر جاگنا بے معنی تھا، ساڑھے چار بجے جو شخص سوئے گا وہ دیر سے کیوں نہ اٹھے گا لیکن یعنی بھی نکال کی عورت تھی اصل میں شونگ کرتے کرتے رات کی ڈیوٹیاں سرانجام دیتے دیتے اسے عادت پڑ گئی تھی کیونکہ جب ناشے کے کمرے میں اس سے ملاقات ہوتی تو وہ بالکل ہی تروتازہ نظر آ رہی تھی مجھے دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔

”رات کو تم بڑی گہری نیند سو گئے تھے، میرا دل چاہ رہا تھا کہ تمہیں جگاؤں، لیکن تم جس طرح بے سدھ سو رہے تھے میرا خیال بدل گیا، کسی کے آرام میں مغل ہونا کوئی اچھی بات تو نہیں ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن میں تمہاری آہٹوں کا منتظر رہتا ہوں۔“

”اوہ..... ڈیر پوری زندگی پڑی ہوئی ہے کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔“

”ہاں..... یہ بات تو ہے۔“

”اب ذرا پھر کچھ مصروف ہوں میں چاہ رہی ہوں کہ یہ فلم جلد از جلد مکمل ہو جائے، میں نے کہہ بھی دیا ہے اپنے ڈائریکٹر سے کہ اسے فوراً مکمل کر لے کیونکہ میں اپنی زندگی کو لے کر امریکہ جا رہی ہوں۔“ اس نے مجھے محبت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اور میں سوچتا ہوں یعنی کہ میں تمہارے ان احسانات کا بدلہ کیسے چکاؤں گا۔“

”تم تو سودور سودا دینگی کر“ ہے ہو، مقرر تو اب میں ہوتی جا رہی ہوں تمہاری۔“

اس نے کہا اور ہم ہنسنے لگے پھر وہ بولی۔

”آج کل تم دیر تک سونے کے عادی ہوتے جا رہے ہو۔“

”ہاں۔ بس میرے لیے اس کے علاوہ اور ہے کیا، ویسے میں تم سے کہنے والا تھا کہ

میری لیے بھی کوئی مشغلہ تلاش کرو، میں موٹا ہو جاؤں گا تم مجھے بہت زیادہ عیش کرا رہی

ہو۔“

”دریافت کر لیں گے، پہلے اس کام کی تکمیل کے بعد ہم لوگ یہاں سے نکل تو

اٹرپورٹ ایریا پہنچ گیا اس دوران شارلن سٹی کے بارے میں تقریباً تمام ہی باتیں جان چکا تھا۔ خوب گھوما پھرا بھی تھا اور اس کی ذمہ داری بھی لینی مائیکولوس پر ہی تھی اس نے مجھے کسی بھی جگہ سے نہ آشنا نہیں رکھا تھا یہاں تک کہ اپنے آپ سے بھی، بس سوائے چند شعبوں کے جو بہر حال ہر انسان کی شخصیت کا ایک حصہ ہوتے ہیں وہ اٹرپورٹ لابی میں پہنچ گئی اور میں ایک ایسی جگہ اس کا انتظار کرنے لگا جہاں سے میں اسے بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ اٹرپورٹ کی رونق بھی کچھ کم ہی تھی پھر شاید کوئی فلائٹ آئی لوگ اترنے لگے یعنی انتظار کر رہی تھی، اس کے بعد اس نے ایک شخص کا استقبال کیا۔ سفید سوٹ میں ملبوس ایک جوان آدمی تھا بہت ہی اسماٹ نظر آ رہا تھا۔ یعنی اس سے بڑے پر جوش انداز میں بغل گیر ہوئی تھی اور اس کے بعد اسے ساتھ لے کر چل پڑی تھی۔ ایک بار پھر تعاقب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ میرے دل میں شدید تجسس تھا یعنی نے مجھے کسی کی آمد کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا جبکہ وہ اپنی باقی مصروفیات مکمل طور پر بتا دیا کرتی تھی۔ اس وقت میں ایک ایسا کام کر رہا تھا جو بے حد مخدوش تھا لیکن اسی میں میری بقا کا دار و مدار تھا جس قدر بھی ممکن ہو سکے اس سے رابطہ قائم کر لوں جس کا نام لائڈ پول تھا ورنہ مصیبتوں کے دروازے مجھ پر اس طرح کھلتے کہ انہیں بند کرنا مشکل ہو جاتا، میں پوری ذہانت اور فراست کے ساتھ یعنی کا تعاقب کرتا رہا یہاں تک کہ وہ ایک مخصوص علاقے کے خوشنما بنگلے میں داخل ہو گئی چھوٹا سا یہ بنگلہ بڑی خوبصورت طرز کا بنا ہوا تھا۔ کار اس میں داخل ہو گئی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے، پھر ذہن نے جواب دیا کہ ضرورت سے زیادہ تجسس کبھی کبھی شدید نقصان کا باعث بھی بن جاتا ہے، بات بلینس وٹی چاہیے۔ یہ عمارت علم میں آئی تھی ایک ایسا شخص علم میں آیا تھا جسے ہلنی نے اٹرپورٹ سے ریسو کیا تھا فلائٹ کہاں سے آئی تھی اور وہ آدمی کون تھا یہ ساری باتیں فوراً ہی جان لینا ممکن ہی نہیں تھا، چنانچہ میں عمارت اور اس کے جائے وقوعہ کا اندازہ لگا کر وہاں سے واپس پلٹ پڑا یعنی کو ابھی تک کوئی شبہ نہیں ہو سکا تھا اور میں اسے شبہ کا موقع دینا بھی نہیں چاہتا تھا لیکن بہر حال اس عمارت اور اس شخص سے میں بخوبی روشناس ہو گیا تھا پھر کار اپنی جگہ کھڑی کر کے میں واپس اپنے کمرے میں آ کر

”تم آرام سے گھوما پھرا کرو، شارلن سٹی کے مضافات بہت خوب صورت ہیں، تمہیں اعتماد بھی حاصل ہوگا، باقی ساری باتوں کو اپنے ذہن سے نکال دو۔“

”ہاں یعنی میں کوشش کرتا ہوں۔“

”او کے تو پھر خدا حافظ“ وہ چلی گئی اور میں سوچوں میں گم ہو گیا۔ لائنڈ پول بہت چالاک انسان تھا، حالانکہ اس نے مجھے یہ وارننگ دی تھی کہ اس کے آدمی میرے ساتھ رہیں گے لیکن کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ البتہ میں نے یہ سوچا کہ یہ صرف ایک وارننگ تھی، کبھی کہیں کوئی چہرہ نظر تو آتا، پتا نہیں اس نے کیا سلسلہ اختیار کیا اس بارے میں، اگر اسے میرے رات کے تعاقب کا علم ہے تو کیا وہ بھی اس عمارت سے واقف ہو چکا ہوگا۔ پھر میرے ذہن میں وہ عمارت آئی اور میں نے دل میں سوچا کہ کیوں نہ اس کا جائزہ لے لیا جائے، ہو سکتا ہے کوئی کام کی بات ہی معلوم ہو جائے اور کیا اس کے لیے یہ وقت مناسب رہے گا لیکن پھر یہ اندازہ ہوا کہ یہ وقت اس کام کے لیے مناسب نہیں ہوگا۔ البتہ کوئی بہترین پلاننگ کرنا ہوگی مجھے، مثلاً رات کی مصروفیت، لینی اگر واپس آ جاتی ہے تو اسے یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ میں رات کو یہاں کیوں موجود نہیں ہوں۔ میرا ذہن منصوبہ بندیاں کرنے لگا اور پھر اپنے منصوبے پر میں خود ہی حیران ہو گیا۔ بڑی اچھی تجویز ذہن میں آئی تھی، اس تجویز کے تحت میں نے لباس وغیرہ تبدیل کیا اور ایک اوپیرا ہاؤس کی طرف چل پڑا۔ اوپیرا ہاؤس میں بہت خوب صورت شو ہوا کرتے تھے جو آدھی آدھی رات تک جاری رہا کرتے تھے۔ میں نے اوپیرا ہاؤس کا ایک ٹکٹ خریدا اور پھر اسے جیب میں رکھ لیا۔ یہ ایک بہترین طریقہ کار تھا، اگر مجھے واپسی میں دیر ہوگی تو میں ٹکٹ کا آدھا حصہ اسے پیش کر دوں گا۔ اور بتاؤں گا کہ میں اوپیرا ہاؤس میں بیٹھا ہوا شو دیکھ رہا تھا لیکن اصل میں مجھے اس عمارت کا جائزہ لینا تھا جہاں اس نے اس شخص کو ٹھہرایا تھا۔ پھر شام سے میں نے اس کی تیاریاں شروع کر دیں۔ بہترین لباس منتخب کیا جو پھرتی سے کوئی کام کرنے میں معاون ثابت ہو سکتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک نقاب کا بھی بندوبست کیا جو چہرے کو چھپائے، لینی کی خواب گاہ کی تلاشی لیتے ہوئے مجھے ایک پستول دستیاب ہوا تھا جو وہ اپنے ساتھ رکھتی تھی۔

چلیں۔“

”ٹھیک ہے مصروفیات کیا رہیں گی؟“

”شوٹنگ، شوٹنگ، شوٹنگ۔“ میں نے انہیں خاصا وقت دے دیا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“

”ویسے تم چاہو تو میرے ساتھ اسٹوڈیو چل سکتے ہو۔“ اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

”کیوں، مسکرا کیوں رہے ہو؟“

”لینی، میرا خیال ہے میں ایک تنگ دل آدمی ہوں۔“

”تنگ دل۔“

”ہاں۔“

”سمجھی نہیں۔“

”جو مناظر تم فلم بند کراؤ گی اس میں میرے علاوہ کوئی اور شخص ہوگا اور میں شاید اسے برداشت نہ کر پاؤں گا۔“

”ارے واہ، تم اسے تنگ دلی کہتے ہو؟“

”تم کیا کہو گی؟“

”محبت، بے پناہ پیار، ویسے یقین کرو جب میں یہ الفاظ اپنی زبان سے ادا کرتی ہوں تو مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔“

”کیوں لینی؟“

”اس لیے کہ میں نے خود ہی بہت زیادہ پارسا بننے کی کوشش کی تھی، اب تو ان باتوں کو بھلا دو۔“

”بھلا تو دیا ہے مگر کبھی کبھی۔“

دوپہر کے کھانے تک وہ میرے ساتھ رہی اور اس کے بعد مجھ سے اجازت لے کر باہر نکلتے ہوئے بولی۔

ہے۔ جوتے اتار کر جیب میں ٹھونسنے اور پھر پائپ لائن پر اوپر چڑھنے لگا ایک بار پھر میرے ذہن کو جھٹکا سا لگا تھا۔ میں اس کام میں بھی ماہر تھا، کیسے آخر کیسے لیکن اس وقت ذہن کو دہری کیفیت کا شکار کرنا اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف تھا، چھت پر پہنچ کر میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ یہ ایسی چھت تھی جس تک آنے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی تھی لیکن نیچے جانے کے لیے تھوڑی سی محنت کے بعد کامیابی حاصل ہو سکتی تھی۔ کوئی زینہ وغیرہ اوپر تک نہیں آتا تھا۔ میں نے ایک محفوظ جگہ منتخب کر کے وہاں سے نیچے اترنا شروع کر دیا اور ایک ٹیرس پر پہنچ گیا۔ دو منزل عمارت تھی، ٹیرس پر پہنچنے کے بعد میں نے وہاں سے حالات کا جائزہ لیا۔ عمارت کے سامنے کے حصے میں روشنی پھیلی ہوئی تھی اور وہاں کچھ افراد بھی نظر آرہے تھے جن میں سے ایک کو میں نے فوراً پہچان لیا۔ یہ وہی بندر نما آدمی تھا جسے میرے امتحان کے لیے مجھ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا گیا تھا باقی افراد بھی یقیناً لینی مائیکالوس کے دوسرے ساتھی تھے چنانچہ ذمے داری بڑھ گئی تھی ان لوگوں کو میری آمد کا علم نہیں ہوتا چاہیے۔ احتیاط سے کونوں کھدروں کا سہارا لے کر نیچے اترتا رہا یہاں تک کہ مکان کے بغلی حصے میں پہنچ گیا پھر ایک دروازے سے اندر داخل ہونے میں زیادہ دقت پیش نہیں آئی تھی۔ کچن کا دروازہ تھا جو باہر کی سمت کھلتا تھا، دوسرا دروازہ اندر تھا بہر حال میں اندرونی دروازے کو کھول کر ایک راہداری میں نکل آیا، دو کمروں میں مدھم سی روشنی نظر آ رہی تھی اسی روشنی سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ خواب گاہیں ہیں لیکن یہاں کون ہے اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا پھر بے حد احتیاط کے ساتھ میں نے بیرونی سمت کا جائزہ لیا عمارت میں داخلے کا جو صدر دروازہ تھا وہ بند تھا اس کے باہر کیا ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا لیکن یہ پتا چل گیا تھا کہ جو لوگ بھی ہیں باہر ہی موجود ہیں اب خواب گاہوں کو دیکھنا تھا کہ وہاں کون کون موجود ہے پھر میں ایک خواب گاہ کے دروازے پر پہنچا۔ کی ہول سے آنکھ لگا کر اندر جھانکا تو میری آنکھیں حیرت سے پھلی گئیں لیکن میں اس شخص کو دیکھ چکا تھا جو مسہری پر پڑا ہوا تھا اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور شاید دونوں پاؤں بھی، وہ مسہری پر جنبش کر رہا تھا لیکن بندھے ہوئے ہاتھ پاؤں والے اس شخص کو دیکھ

اس کا چیمبر بھرا ہوا ہوتا تھا۔ یہ پستول بطور قرض اپنے لباس میں چھپا لیا تاکہ اگر کوئی ضرورت پیش آجائے تو میں اسے استعمال کر سکوں اور اسکے بعد پھر میں وہاں سے نکل آیا۔ اس خیال کے تحت کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لینی کا کوئی ٹیلی فون آجائے اور میرا یہ منصوبہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکے، باقی وقت گزارنے کا مسئلہ تھا۔ چنانچہ میں شارلن سٹی کے مضافات میں گزروش کرنے لگا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ کوئی میرا تعاقب کر رہا ہے یا نہیں لیکن اس سلسلے میں یہ اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکا کہ اگر واقعی میرا تعاقب ہو رہا ہے اور مجھ پر نگاہ رکھی جا رہی ہے تو لائڈ پول کے آدمی بہت ہی ذہین ہیں کیونکہ انہوں نے مجھے کہیں بھی شک کا موقع نہیں آنے دیا تھا۔

بہت سے مقامات کی سیر کی، رات کو دس بجے ایک خوبصورت ریسٹوران میں جا بیٹھا۔ وہاں بیٹھ کر کھانا کھایا، لائڈ پول وغیرہ سے بھی رابطہ قائم کرنے کے لئے دل نہیں چاہا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد بھی میں وہاں دیر تک شغل کرتا رہا، تھوڑی سی تفریحات میں بھی حصہ لیا، مثلاً اسکاٹ ٹیبل پر خاصا وقت صرف کیا۔ پونے بارہ بجے میں نے وہ جگہ چھوڑی تھی اور اس کے بعد میرے اندر ایک نیا انسان بیدار ہو گیا تھا۔ اپنی ذہنی صلاحیتوں اور یادداشت کا سہارا لے کر آخر کار میں اس عمارت تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جہاں لینی اس شخص کو لے کر آئی تھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کس حیثیت کا حامل ہے اور اپنے طور پر کس لیے یہاں آیا ہے۔ ہو سکتا ہے اس عمارت کو اندر سی دیکھنے سے مجھے لینی کے بارے میں کچھ اور معلومات بھی حاصل ہو سکیں۔ بہر حال باقی کام خاصی احتیاط سے کیے گئے تھے، کار ایک ایسے مکان کے عقبی حصے میں، چھوڑی جہاں سے وہ نظر نہ آئے۔ البتہ فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا پھر میں نے چہرے پر نقاب لگایا اور اس کے بعد اطراف کا مکمل جائزہ لے کر اس مکان کی سمت بڑھنے لگا۔ سامنے کا حصہ یقینی طور پر مخدوش ہو سکتا تھا۔ میں نے اس کا تین سمت سے جائزہ لیا، بائیں سمت ایک ایسی جگہ موجود تھی، جہاں سے تھوڑی سی محنت کر کے میں مکان میں داخل ہونے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ ایک پائپ لائن چھت تک چلی گئی تھی اور اگر اس پر مہارت سے چڑھا جائے تو چھت پر پہنچ کر کامیابی حاصل ہو سکتی

ہے اگر تم نے اس سلسلے میں دیر کی تو تم یقین کرو بعد میں خود پچھتاؤ گے اور اگر تم مجھے نکال کر یہاں سے لے گئے تو پھر اس بات کو بھی ذہن نشین کر لو کہ تمہارا عہدہ جو کوئی بھی اس میں تمہیں بے پناہ ترقی حاصل ہوگی۔“

”میں یقیناً تمہاری مدد کروں گا لیکن پہلے تم مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو؟ میں نے سرد لہجے میں کہا۔“ اوہ..... شاید تم کوئی ڈراما کر رہے ہو۔ تم انہی کے ساتھی ہو اور کسی نئے منصوبے کے ساتھ یہاں آئے ہو لیکن۔ اب کیا چاہتے ہو؟“

”اور تم بے حد ضدی اگر تم مجھے کچھ نہیں بتانا چاہتے تو تمہاری مرضی۔ مجھے تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“ میں نے خشک لہجے میں کہا۔

”میرا نام فریک مارگو ہے۔“ آخر کار اس نے زچ ہو کر کہا۔

”تعلق شارلن سٹی سے ہے۔“

”ہاں۔“

”یہ سب کیا ہے؟“ میں نے اس کے بندھے ہوئے ہاتھ پاؤں کی طرف اشارہ

کر کے کہا اور وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا پھر بولا

”تم نہ جانے کون ہو۔ بہر حال۔ میرا نام فریک مارگو ہے اور میں وزارت داخلہ کے ایک اہم شعبے کا انچارج ہوں۔ یوں سمجھ لو اہم ترین ملکی ریکارڈ میری تحویل میں رہتا ہے ان لوگوں نے مجھے اغوا کیا ہے اور پھر ایک اجنبی شخص کو جس کی جسامت اور چہرے کے نقوش مجھ سے ملتے جلتے ہیں، میری شخصیت ہی ہے۔ وہ کبخت میری آواز کی نقل بھی اتار سکتا ہے اور انہوں نے میرے قرب و جوار کے لوگوں کے بارے میں مجھ سے معلومات حاصل کی ہیں۔ وجہ تم خود سمجھ سکتے ہو۔“

”یعنی تمہارے میک اپ میں دوسرا شخص تمہارا کردار سرانجام دے گا۔“

”کردار۔ وہ مجھے تباہ و برباد کر دے گا۔ میرے ملک کی تمام پالیسیاں حاصل کرے

گا جو اہم قومی راز کی حیثیت رکھتی ہیں اور اس کے بعد.....“

”کیا انہوں نے تم پر تشدد کیا ہے؟“

کر میرے ذہن کو ایک عجیب سا احساس ہوا بغور اس کی شکل و صورت تو نہیں دیکھ سکا تھا لیکن کم از کم اتنا اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے اندر مشکل حالات کا شکار ہے، ایک لمحے تک سوچتا رہا اور پھر یہ فیصلہ کیا کہ خطرہ مول لیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ چنانچہ دروازے کو باہر سے چیک کیا، باہر ہی سے کھلنے والا دروازہ تھا اور اس کا لاک سسٹم بس اتنا ہی تھا کہ اندر سے کھولنے کی کوشش میں کامیابی نہ حاصل ہو سکے اور باہر سے اسے آسانی سے کھولا جاسکے۔ ہمت کر کے دروازہ کو آہستہ سے کھولا اور پھر بے آواز ہی بند کر دیا پھر گھوما تو اس شخص کو گردن اٹھائے اپنی جانب دیکھتے ہوئے پایا، وہ شدید کرب کے عالم میں تھا میں نے ایک لمحے صورتحال کا جائزہ لیا اور پھر دے پدموں اس کے قریب پہنچ گیا۔ اب وہ مجھے گھور رہا تھا اور میں اسے لیکن میرے چہرے پر لگی نقاب دیکھ کر اس کے چہرے کے عضلات میں کچھ تبدیلی رونما ہوئی تھی اس نے کچھ بولنے کے لیے منہ کھولا لیکن آواز اس کے حلق سے نہ نکل سکی، تب میں نے ہی ہمدردی کے انداز میں اس سے پوچھا۔

”کیا بات ہے، تمہارے ہاتھ پاؤں کیوں باندھ دیے گئے ہیں؟“ میرے ان الفاظ سے شاید اسے تقویت حاصل ہوئی اور اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”تم..... تم..... تمہارے چہرے پر یہ نقاب، کیا تم ان لوگوں کے ساتھ نہیں ہو؟“

”نہیں۔“

”تو کیا تمہارا تعلق مقامی انتظامیہ سے ہے؟“

”یہی سمجھ لو۔“

”اوہ تو پھر جلدی کرو، مجھے یہاں سے رہائی دلاؤ، میں..... میں تمہیں بعد میں

سب کچھ بتا دوں گا۔“

”براہ کرم اگر تم مجھے پہلے سے کچھ بتا دو تو یہ تمہارے حق میں بھی بہتر ہوگا اور میرے

لیے بھی۔“

”دیکھو میری مدد کرو میرے ہاتھ پاؤں کھول دو بہت ہی خوفناک صورتحال ہو گئی

دیر بے ایمانی کرتا رہا پھر سنبھل گیا۔ یہی شکر تھا کہ چہرہ ڈھکا ہوا تھا۔ بہر حال میں نے آگے بڑھ کر اس کے چہرے سے چادر کھینچ دی پھر جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر اوسان خطا ہو گئے۔ ایک دم ساری طراری ہوا ہو گئی۔ وہ لینی مائیکا لوس تھی۔ جو میرے چادر ہٹاتے ہی جاگ گئی تھی اور اب بے خیالی کے انداز میں آنکھیں کھولے مجھے دیکھ رہی تھی۔

”مر گئے۔“ میں نے دل میں سوچا پھر اچانک اپنے چہرے کے نقاب کا خیال آیا اور دل کو تسلی ہوئی کہ اگر یہ نقاب نوج کر ہی دیکھے تو اسے میرا علم ہو سکتا ہے ورنہ نہیں لیکن یہ کجنت وہاں شونگ کرنے کے بجائے یہاں سوری ہی ہے کیوں؟

پھر اس کے حواس واپس آ گئے۔ اس کے حلق سے ایک آواز نکلی اور وہ اچھل کر بیٹھ گئی۔ اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ ”تم..... اس وقت..... یہاں۔“

میں خاموش کھڑا رہا۔ تو وہ پھر بولی۔ ”کیا بات ہے کیوں آئے ہو؟“

”سوری میڈم آپ..... آپ.....“

”ہاں۔ کہوں؟“ وہ بولی۔ میں نے آواز تبدیل کر لی تھی۔ وہ نہ پہچان سکی اور مجھے تقویت ہوئی۔

”آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟“ میں بے تکے انداز میں بولا اور کچھ نہ بن پڑا تھا۔

”کیا مطلب؟“ وہ تعجب سے بولی۔

”آپ تو شونگ پر تھیں۔“

”کیا؟“ اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

”جی ہاں۔ وہ میرا مطلب ہے۔“ مجھے کوئی بہتر بات نہیں سوچ رہی تھی مگر اس کے اندر ایک عجیب سی تبدیلی رونما ہوئی پھر وہ سرسراتی آواز میں بولی۔

”کون ہو تم؟“

”آپ مجھے نہیں جانتیں۔“

”نقاب ہٹاؤ۔ کون ہو تم؟“

”معافی چاہتا ہوں آپ کی نیند میں خلل انداز ہوا۔ او کے خدا حافظ۔“

”ہاں۔“ اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

”ان لوگوں کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟“

”کیا فضول باتیں کر رہے ہو۔“ وہ جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

”کیوں۔ فضول باتیں کیوں؟“

”یہ سوال تم مجھ سے کر رہے ہو۔“

”تو پھر؟“

”خود تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ کیا تم یہاں سیر کرتے ہوئے آ نکلے ہو۔“ وہ تلخ لہجے میں بولا۔

”ہوں یہ بھی ٹھیک ہے۔“

”مجھے کھولو گے نہیں؟“

”نہیں میں نے مسکرا کر کہا اور اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا پھر شاید غصے کی شدت سے وہ کچھ نہیں بول سکا تھا۔ ”او کے۔“ میں نے ہاتھ ہلا کر کہا اور باہر نکل آیا۔

واقعات بے حد سنسنی خیز تھے اور مجھے احساس ہو رہا تھا کہ شاید وہ لمحات قریب آ گئے ہیں جب اس سنسنی خیز کہانی کا اختتام ہو جائے۔ ابھی دوسری خواب گاہ باقی تھی۔ ویسے یہ شریف لوگ بڑے معاون تھے کہ انہوں نے اندرونی حصہ چھوڑ دیا تھا۔ ورنہ مشکل ہوتی

تاہم اس دوسری خواب گاہ میں داخل ہونے کے لیے پہلے باہر کا جائزہ لینا ضروری تھا۔ میں نے ہوشیاری کے ساتھ مکمل جائزہ لیا پھر واپس آ آیا۔ اس کے بعد میں نے پہلے کی طرح کی ہول سے اندر کا جائزہ لیا۔ اندازہ درست تھا۔ یہ بھی خواب گاہ تھی اور خواب گاہ کا مکس

لمبی تانے سورا تھا۔ بہر حال اس سے ملاقات بھی ضروری تھی۔ چنانچہ تھوڑی سی کاوش کے بعد میں اندر داخل ہو گیا۔ مسہری پر پڑا ہوا جسم گہری گہری سانسوں کے ساتھ متحرک تھا لیکن

جو ”لمبی“ اس نے تانی ہوئی تھی وہ ہلکی تھی اور اس ہلکی لمبی سے اس کے بدن کے نقوش نمایاں تھے اور یہ نقش احساس دلا رہے تھے کہ امتگوں کے دن ہیں اور یہ امتگیں طوفان بن

گئی ہیں۔ کجنت سختی نے شرافت جھین لی تھی اور آنکھیں بے ایمان ہو گئی تھیں۔ چنانچہ کچھ

”میرے خدا۔“ میرے منہ سے نکلا۔

”تم اس کے آدمی نہیں ہو۔“ وہ کسی قدر مسرور لہجے میں بولی۔

میں خود کو سنبھالنے کی کوشش میں کامیاب ہو گیا تھا۔ میں نے کہا۔ ”ہاں میں ایک

چور ہوں اور اس عمارت میں چوری کی نیت سے داخل ہوا تھا۔“

”آہ۔ کیا تم یہاں سے واپس بھی نکل سکتے ہو؟“ ”کیوں نہیں۔“

”تو پھر خدا کے لیے مجھے بھی یہاں سے لے چلو۔ میں تمہیں اس کام کا اتنا معاوضہ

دوں گی کہ تمہیں زندگی بھر چوری کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ میں تمہارے

احسان کو زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔ خدا کے لیے میری مدد کرو۔“ اس کی آواز رندہ لگتی تھی۔

میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ لائڈ پول کے خدشات درست نکلے تھے

لیکن اس حقیقت سے وہ آشنا نہیں تھا کہ لینی مائیکالوس اصل لینی نہیں ہے۔ وہ اسے ہی مجرم

سمجھ رہا تھا۔ یہ سب کچھ تو بالکل ہی غیر متوقع تھا اور میں جانتا تھا کہ یہ اس کے لیے بے حد

سنسنی خیز ہوگا۔ ایک طرف لینی مائیکالوس اور دوسری طرف وزارت داخلہ کا ایک اہم رکن

فریک مارگو۔ اب تو صورت ہال بالکل ہی واضح ہو گئی تھی جس طرح لینی کی ہمشکل عورت

اس کی جگہ کام کر رہی تھی اسی طرح مسٹر فریک کا ہمشکل اہم ذمے داری سنبھالے ہوئے

شارلن سٹی کے راز حاصل کر رہا ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ پہلے میں ان لوگوں کو

یہاں سے آزادی دلاؤں یا پہلے لائڈ پول سے رابطہ قائم کر کے یہاں طلب کروں اور ان

لوگوں کو گرفتار کراؤں۔ میں نے کچھ لمبے سوچا پھر یہ فیصلہ کیا کہ ان دونوں کی زندگی کا خطرہ

مول نہیں لیا جاسکتا۔ ہو سکتا ہے لائڈ پول بہتر انداز میں کام نہ کر سکے۔ وہ یہاں چھاپہ

مارے تو جنگ ہو اور اسی جنگ میں ان لوگوں کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔ ان کی زندگی کا خطرہ

مول نہیں لینا چاہیے۔ پہلے انہیں محفوظ کروں بعد میں سب کچھ دیکھا جائے گا۔

چنانچہ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ ”آؤ“ اور اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ میں نے

اب پستول ہاتھ میں نکال لیا اور دروازے کی طرف مڑا لیکن.....



”رکو..... جاؤ۔ خدا کے لئے رک جاؤ۔“ وہ لجاجت سے بولی اور مجھے تعجب ہونے

لگا۔ اس آواز میں وہ انداز نہیں تھا۔ میں نے رک کر اسے غور سے دیکھا۔ ایک ہلکی سی

تبدیلی کا احساس ہوا تھا۔ کچھ بدلی بدلی سی تھی وہ۔ ”کون ہو تم..... کیا ان لوگوں کے

ساتھی نہیں ہو؟“ وہ بولی۔

”میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ جواب نہیں بن رہا تھا۔“

”لے چلو۔ خدا کے لیے مجھے یہاں سے لے چلو۔ میں۔ مر جاؤں گی اب میرا دم

گھٹنے لگا ہے۔“

”لیکن میڈم آپ۔“

”مجھے بتاؤ۔ کیا تم ان لوگوں کے ساتھی نہیں ہو؟“

”پہلے آپ مجھے بتائیں۔“

”کیا؟“

”آپ کون ہیں؟“

”کیا تم مجھے نہیں جانتے۔ تم نے ابھی شوٹنگ کا حوالہ دیا تھا۔“

”آپ کون ہیں؟“

”لینی مائیکالوس۔ ایک اداکارہ ہوں میں۔“

”یہیں رہتی ہیں؟“

”نہیں۔“ میں یہاں قیدی ہوں۔ کچھ خطرناک لوگوں نے مجھے قید کر لیا ہے۔

”مجھے زور کا چکر آ گیا۔ میرے شک کی تصدیق ہو گئی تھی۔ وہ یا تو اصلی لینی

مائیکالوس تھی۔ یا.....“

”اور وہ آپ کی ہمشکل۔“ میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

”تم اسے جانتے ہو۔ وہ میری ہمشکل نہیں ہے۔ اس کے چہرے پر میرا ماسک لگا

ہوا ہے۔ اس کا اصل نام ماریا گرائٹھک ہے۔ وہ ایک خطرناک جرائم پیشہ عورت ہے اور

میری آڑ میں کوئی خطرناک کھیل کھیل رہی ہے۔“

دروازے پر ڈالی اور پھر مسہری کی طرف دوڑا۔ دوسرے لمحے میں غڑاپ سے مسہری کے نیچے داخل ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے زمین سے کان لگا دیئے لیکن پھر دروازہ کھلنے کی آواز ہوئی۔ اور میں اندازہ لگانے لگا کہ وہ اندر جھانک رہے ہیں۔ شکر ہے کہ وہ ہمارے نکلنے سے پہلے آگئے تھے۔ ورنہ افراتفری پھیل گئی ہوتی۔ فرینک مارگو کے ساتھ بھی میں نے اتفاقہ طور پر بہتر کیا تھا اگر اس وقت جذباتی ہو گیا ہوتا تو صورتحال مختلف ہوتی۔ وہ بھی انہیں ان کے خیال کے مطابق ملے گا بشرطیکہ خود مسٹر مارگو انہیں کوئی کہانی نہ سنانے بیٹھ جائیں۔ صبر آزمائیاں گزرنے لگے۔ میرا دل کنپٹیوں میں دھڑک رہا تھا۔ پستول کے دستے پر میری گرفت سخت ہو گئی اگر مشکل صورتحال پیش آگئی تو مجبوری تھی۔ انہیں ہلاک کر دوں گا اور میں ایسا کر سکتا تھا۔

مسہری کے اوپر لینی کی بے چینی صاف ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ بری طرح کسمارہی تھی لیکن شکر ہے اس نے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا اور تقریباً آدھے گھنٹے تک ہمیں انتظار کرنا پڑا۔ اب کوئی چاپ نہیں تھی۔ تب میں مسہری کے نیچے سے باہر نکل آیا۔

”لینی!“ میں نے اسے آواز دی۔

”ہاں“ وہ سہمی ہوئی آواز میں بولی۔

”میرے خیال میں وہ لوگ چلے گئے۔“

”اٹھ جاؤں“

”اٹھو۔“ میں نے کہا۔ وہ معصومیت سے چادر پھینک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ ”وہ کتنی بار گشت پر آتے ہیں؟“

”صرف ایک بار۔“

”یہی وقت ہوتا ہے؟“

”تقریباً۔“ بس اس کے بعد وہ جا کر سو جاتے ہیں۔

”اوکے۔ آؤ“ میں اسے ساتھ لے کر باہر نکل آیا۔ وہ بری طرح کانپ رہی تھی۔ نہیں لیتی گھبراؤ نہیں۔ میں قانون ہاتھ میں نہیں لینا چاہتا لیکن اگر انہوں نے ہمارا راستہ

میرے حساس کانوں نے باہر قدموں کی چاپ سنی تھی اور یہ چاپ ایک سے زیادہ قدموں کی تھی۔ اس کے ساتھ ہی باتوں کی بھینھناہٹ بھی سنائی دی تھی۔ وہ لوگ باتیں کر رہے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ انہیں کوئی شک نہیں ہوا بلکہ وہ اپنی روٹین کے مطابق آ رہے ہیں۔

”کیا ہے، کیا ہوا؟“ لینی کی گھٹی گھٹی آواز ابھری۔

”یہ آوازیں سن رہی ہو؟“

”آوازیں؟“ وہ سہم کر بولی۔

”کیا وہ رات کو گشت کرتے ہیں؟“

”ہاں۔“ وہ بولی۔

”تب جلدی کرو۔“

”کیا کروں؟“

”تم مسہری پر اسی طرح چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ جیسے لیٹی ہوئی تھیں۔ میں چھپ جاتا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”اچھا“

وہ دہشت بھری آواز میں بولی اور مسہری پر چھلانگ لگادی۔ میں نے ایک نگاہ

میرے ساتھ چل پڑے۔ اب میرے لیے یہ اہم ذمے داری تھی کہ پہلے میں ان کو یہاں سے لے کر نکل جاؤں۔ اس کے بعد جو بھی صورت حال ہو اس کا فیصلہ بعد میں کر لیا جائے گا۔ خصوصاً مسٹر فرینک مارگو کے مل جانے کے بعد میرے لیے کافی حد تک آسانی پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں انہی راستوں سے گزر کر جہاں سے اندر آیا تھا ان دونوں کو لیے ہوئے باہر نکل آیا۔ لینی کو باہر لانے کے لیے تھوڑی سی جدوجہد کرنا پڑی تھی۔ آخر کار اپنی کار کے پاس پہنچا۔ دروازہ کھول کر لینی کو عقبی سیٹ پر بٹھایا اور مسٹر فرینک مارگو کو اپنے ساتھ۔ دونوں گم صم تھے اور شاید ابھی تک یہ یقین نہیں کر پائے تھے کہ انہیں اس قید سے آزادی مل گئی ہے۔ ممکن ہے ان کے ذہن میں یہ خیال ہو کہ جن لوگوں نے انہیں قید کیا ہے میں ان کی کسی نئی چال کے تحت یہ تمام اقدامات کر رہا ہوں کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے مسٹر فرینک مارگو سے کہا۔

”مسٹر مارگو! اس وقت مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔“

”کس سلسلے میں؟“ مسٹر مارگو نے سوال کیا۔

”کیا آپ مجھے کسی ایسی جگہ کے بارے میں بتا سکتے ہیں جہاں میں آپ کو لے جاؤں اور کچھ دیر وہاں رک کر آپ سے تبادلہ خیال کر سکوں۔“ ”تم کون ہو؟“ مسٹر مارگو نے سوال کیا اسی وقت لینی بول پڑی۔

”نہیں، تم میرے گھر چلو، میرے پاس ایک بہت عمدہ رہائش گاہ ہے، تمہیں وہاں کوئی دقت نہیں ہوگی۔“

”ڈیر لینی مائیکالوس، تمہیں اندازہ ہے کہ وہ تمام جگہیں اس وقت مخدوش ہیں جو تمہاری اپنی ملکیت ہیں۔ تھوڑی بہت دیر کے بعد ان لوگوں کو تمہارے فرار کا علم ہو جائے گا اور اس وقت وہ تمہیں تمہارے ٹھکانوں پر ہی تلاش کریں گے۔ یہی بات مسٹر مارگو آپ کے سلسلے میں ہے۔ چنانچہ ایسی جگہ جو معروف حیثیت رکھتی ہو ہمارے لیے حد مخدوش ہے میں چاہتا ہوں کوئی اجنبی جگہ ہو اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو بہتر ہے ہم تینوں کسی ہوٹل میں ایک کمرہ حاصل کریں۔“

”روکا تو میں انہیں ہلاک کر دوں گا۔“

”وہ ابھی سوئے نہیں ہوں گے۔“

”فکر مت کرو۔“ میں نے کہا اور دوسرے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ کھول کر اندر دیکھا تو مسٹر فرینک نے بھی گردن اٹھا کر دیکھا پھر غرائی ہوئی آواز میں بولے۔

”تم لوگوں کو کوئی بیماری ہو گئی ہے کیا؟ کیوں آوارہ کتوں کی طرح.....“ لیکن میرے ساتھ لینی کو دیکھ کر وہ خاموش ہو گئے۔ میں آگے بڑھ کر مسٹر فرینک مارگو کے پاس پہنچ گیا، پستول اب بھی میرے ہاتھ میں موجود تھا۔ مسٹر مارگو کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہوئے اور وہ لرزتی آواز میں بولے۔

”دیکھو، میں تمہیں وارننگ دے رہا ہوں اگر تم نے میرے ساتھ کوئی بدسلوکی کی تو اس کے ذمے دار تم خود ہو گے۔ میں ایک معزز آدمی ہوں۔“

میں نے پستول اپنے لباس میں رکھا اور جھک کر پہلے مسٹر مارگو کے پاؤں کھولنے لگا۔ کیونکہ اگر میں ہاتھ کھولنے کی کوشش کرتا اور اس کے بعد پھر پیروں کی طرف متوجہ ہوتا تو مسٹر مارگو غلط فہمی کا شکار ہو کر کوئی ایسا عمل کر سکتے تھے جو میرے اور ان کے لیے خطرناک ثابت ہوتا، میں نے پاؤں کھولنے کے بعد ان کا چہرہ دیکھا۔ اب وہ کسی قدر حیرت کا شکار نظر آ رہے تھے۔ ادھر لینی مائیکالوس خاموشی سے کھڑی میرا عمل دیکھ رہی تھی پھر بعد میں میں نے مسٹر فرینک مارگو کے ہاتھ بھی کھول دیے اور کہا۔

”کیا بہت دیر تک بندھے رہنے کی وجہ سے آپ کے ہاتھ اور پاؤں میں خون کی روانی سست تو نہیں پڑ گئی، میرا مطلب ہے آپ با آسانی کھڑے ہو سکتے ہیں؟“

”ہاں، ہاں۔“ وہ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ بولے۔

”تو پھر براہ کرم جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہی کیجئے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے آہٹ نہ پیدا ہونے دیجئے اور خاموشی سے میرے ساتھ چلے آئیے۔“ مسٹر مارگو کو اس آزادی کی توقع نہیں تھی۔ ایک بار پھر انہوں نے لینی کی جانب دیکھا اور اس کے بعد خاموشی سے

”کوئی بات نہیں ہے مسٹر مارگو“ عورت نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ مسٹر مارگو ہمیں ساتھ لیے ہوئے ایک وسیع و عریض کمرے میں پہنچ گئے جو ڈرائنگ روم کی حیثیت سے سجا ہوا تھا۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے کہا۔

”یہ فلیٹ میری اپنی ملکیت ہے اور میڈم ہیری میری ملازمہ۔ بس وہی یہاں رہتی ہیں کبھی کبھی میں جب ذہنی طور پر تھکن محسوس کرتا ہوں تو خاموشی سے یہاں آ جاتا ہوں اور کسی کو بتائے بغیر اس جگہ وقت گزارتا ہوں۔ اس وقت میرا یہ ٹھکانہ میرے لیے بڑا کارآمد ثابت ہوا لیکن کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ میں لباس تبدیل کر لوں، سوری بے بی تمہارے لیے زنانہ لباس کا بندوبست نہیں کر سکتا اور یقیناً تم میڈم ہیری کا لباس پہننا پسند نہیں کرو گی۔“

”نہیں جناب، میں بالکل ٹھیک ہوں۔“

”اور تم نو جوان.....“

”تھینک یو مسٹر فرینک“

”مسٹر فرینک واش روم میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے ایک الماری سے لباس بھی نکالا تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ تیار ہو کر ہمارے پاس پہنچ گئے اور اسی وقت ہیری ان کے پیچھے پیچھے ایک انتہائی خوبصورت ٹرائل دھکیلتی ہوئی اندر آ گئی۔ جس پر بہت ہی عمدہ کراکری کئی ہوئی تھی اور کافی کی سوندھی سوندھی، خوشبو فضا میں بلند ہو رہی تھی۔“

”ہیری پلیز کافی بنا دو۔“ مسٹر فرینک نے معمر عورت سے درخواست کی اور وہ کافی بنانے لگی پھر ہماری پیالیاں ہمیں سرو کی گئیں تو فرینک نے کہا۔

”اور اب تم آرام سے سو جاؤ، ہمیں اور کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ ہیری خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔ مسٹر فرینک نے جلدی سے دروازہ اندر سے بند کیا اور بولے۔

”دوستو! کافی لو اور اب مجھے بتاؤ کہ صورت حال کیا ہے اور ڈیر کیا تم اپنا نام بتانا پسند کرو گے؟“

”میرا نام ویلس ہے، پہلے آپ یہ بتائیے کہ یہاں فون ہے؟“

”نہیں، میرے پاس ایسے کچھ ٹھکانے ہیں تم برائن اسکوائر چلو۔“ میں برائن اسکوائر کے بارے میں نہیں جانتا، آپ میری رہنمائی کریں۔“ ٹھیک ہے سیدھے چلتے رہو، میں تمہیں راستہ بتاؤں گا لیکن اب کم از کم یہ تو بتا دو کہ تم ہو کون؟“

”میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے آہستہ سے کہا۔“

”میں ایک چور ہوں چوریاں کرتا ہوں“

”کک کیا مطلب؟“

”یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اصل میں یہ چوری کے ارادے سے اس عمارت میں داخل ہوئے تھے کہ میں انہیں نظر آ گئی اور شاید آپ بھی۔“ لینی جلدی سے بولی۔

”مسٹر فرینک مارگو نے غیر یقینی انداز میں گردن ہلائی اور بولے۔“

”حالانکہ اس میں ایک فیصد بھی سچ نہیں ہے۔“

”کیوں مسٹر مارگو؟ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔“

”اس لیے مائی ڈیر کہ میں نے یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کئے اور اس لڑکی کے بال ابھی سفید ہی نہیں ہوئے۔“ مسٹر مارگو مدبرانہ انداز میں بولے۔

میں نے خاموشی اختیار کر لی تھی پھر وہ مجھے بتاتے رہے اور آخر ہم ایک ایسی رہائشی عمارت پر پہنچ گئے جو اس وقت خاموشی اور سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ مسٹر مارگو مجھے اور لینی کو ساتھ لیے ہوئے عمارت کی سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئے۔ لفٹ نہیں استعمال کی تھی انہوں نے۔ ویسے بھی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ہمیں پہلی ہی منزل پر جانا تھا۔ مسٹر مارگو پہلی منزل کے ایک فلیٹ پر رکے اور انہوں نے کال بیل بٹن پر انگلی رکھ دی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ اندر روشنی ہو گئی اور پھر کسی نے دروازہ کھول دیا۔ وہ ایک دہلی پتلی سی عمر رسیدہ عورت تھی جو نیند سے جاگ کر آ گئی تھی اور اسے مسٹر مارگو کو پہچاننے میں دقت ہو رہی تھی لیکن جب اس نے مسٹر مارگو کو پہچان لیا تو ایک دم پیچھے ہٹ گئی۔ مسٹر مارگو ہمیں اشارہ کر کے اندر داخل ہو گئے تھے انہوں نے کہا۔“ میڈم ہیری! براہ کرم ہمیں عمدہ قسم کی کافی پلائیے۔ مجھے افسوس ہے کہ رات کے اس حصے میں آپ کو تکلیف دی گئی۔“

دوسری جانب سے فون اٹھایا گیا تھا۔ آواز لائنڈ پول ہی کی تھی۔ گویند میں ڈوبی ہوئی تھی لیکن میں نے اسے پہچان لیا۔

”مسٹر لائنڈ پول میں ویس بول رہا ہوں۔“ ”کون ویس؟“

”یہ آپ کو خود یاد کرنا ہوگا۔“

”اوہو، سوری مسٹر ویس خیریت؟“

”خیریت بالکل نہیں ہے۔“

”کیوں، کیا ہوا؟“

”بہت عجیب و غریب صورتحال ہے مسٹر لائنڈ پول، کیا آپ اپنی رات کی نیند برباد کر میں گے۔“

”اگر کوئی سنسنی خیز صورت حال ہے تو پھر نیند کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔“

”یوں سمجھ لیجیے آپ کے لئے ایسے انوکھے انکشافات ہیں کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔“

”اس کا مطلب ہے کہ تم نے کوئی بہت ہی کام کی بات معلوم کر لی؟“

”جی ہاں۔“

”ٹھیک تو پھر مجھے بتاؤ ملاقات کہاں ہو سکتی ہے؟“

”ایک پتا ذہن نشین کر لیجیے، آپ کو اس پتے پر فوراً پہنچنا ہے، میرا خیال ہے آپ کے مشورے کے بعد ہی یہ سب کیا جاسکتا ہے۔“

”پتا بتائیے مسٹر ویس۔“ میں نے ایک بار پھر مسٹر فرینک مارگو سے اس عمارت اور اس فلیٹ کا پتا پوچھا۔ مسٹر فرینک مارگو اب کافی حد تک مطمئن نظر آ رہے تھے کیونکہ میں نے ان کے ملک کی انتظامیہ کے ایک افسر اعلیٰ سے گفتگو کی تھی اور اسے یہاں بلایا تھا چنانچہ انہوں نے تفصیل کے ساتھ پتا بتایا جو میں نے لائنڈ پول کو بتایا۔ لائنڈ پول نے کہا۔

”ویسے میں حیران ہوں۔ لیکن پھر بھی بہت جلد پہنچ رہا ہوں اگر کوئی بہت ہی اہم بات ہے تو مجھے اس لئے بارے میں بتاؤ۔“

”ڈبل لائن ہے۔“

”میں فون کرنا چاہتا ہوں۔“

”پوچھ سکتا ہوں کہ.....“

”میرا دوست ہے لائنڈ پول۔“

”اوہو مسٹر لائنڈ پول سی او ایل کے اعلیٰ افسر۔“

”ہاں۔“

”مجھے بے حد اطمینان ہوا لیکن ڈیر ویس کیا تمہارا تعلق سی او ایل سے ہے؟“

”نہیں جناب، بس لائنڈ پول کا دوست ہوں۔“

”گڈ مگر لائنڈ پول سے تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”براہ کرم یہ گفتگو آپ کے سامنے ہی ہوگی۔ آپ سن لیجیے گا۔“

”ہوں، کیا تم مجھے بھی اس سے گفتگو کرنے کا موقع دو گے۔“

”یہ بعد کی بات ہے۔“

”اوکے وہ ٹیلی فون موجود ہے“ مسٹر فرینک مارگو نے کہا اور میں ٹیلی فون کے

قریب پہنچ گیا۔ جو نمبر مجھے بتایا گیا تھا میں نے اسی نمبر پر رنگ کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایک اہم محکمہ تھا دن اور رات وہاں عملہ موجود رہتا تھا۔ ایک لڑکی کی آواز سنائی دی تھی۔ میں نے کہا۔

”میں مسٹر لائنڈ پول سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”سوری سر! یہ ان کا ڈیوٹی ٹائم نہیں ہے۔“

”انتہائی اہم اطلاع دینی ہے انہیں آپ براہ کرم جہاں بھی وہ ہوں میرا ان سے رابطہ کرا دیجیے۔“

”آپ پسند کریں تو اس نمبر پر رنگ کر لیجیے۔ یہ ان کی رہائش گاہ کا فون نمبر ہے۔“

”ہاں مجھے دیجئے۔“ لڑکی نے فون نمبر دہرایا اور اس کے بعد میں نے شکریہ ادا کر

کے وہ فون بند کر دیا اور اس کے بعد لائنڈ پول کے گھر کا نمبر ڈائل کیا۔ کافی دیر کے بعد

”ویری گڈ بلکہ حیرتاک۔“

”آئیے مسٹر لائڈ پول۔“ میں نے کہا اور دروازہ بند کر دیا۔

”مگر تم یہاں؟ تمہیں یہاں دیکھ کر مجھے بہت حیرت ہوئی ہے ڈیر۔“

”اور کیا تمہیں یقین تھا، مسٹر لائڈ پول کہ میں یہاں ملوں گا؟“

”ہاں مجھے یقین تھا۔“

”حالانکہ میری تمہاری بہت زیادہ ملاقات نہیں ہے“

”میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ اگر تم ایک محکمے کے افسر اعلیٰ کو احمق نہیں سمجھتے تو

یوں سمجھ لو کہ میں نے تمہاری شخصیت میں بہت کچھ دیکھا تھا اور اس پر بھروسہ بھی کر لیا تھا۔“

”مسٹر لائڈ پول آپ کا بے حد شکریہ، اب آپ جن لوگوں سے ملاقات کریں گے

انہیں دیکھ کر آپ کو شدید حیرت ہوگی، کیا میں اس سلسلے میں تفصیل آپ کو یہیں بتا دوں، یا

چھوڑے، آئیے، تھوڑی سی ڈرامائی فضاء پیدا ہو جائے گی اس سے لطف ہی آئے گا۔“ میں

نے کھلنڈرے لہجے میں کہا اور لائڈ پول کو ڈرائنگ روم کے دروازے تک لے گیا پھر

دروازہ کھول کر میں اندر داخل ہو گیا اور لائڈ پول مجس نگاہوں سے اندر کا جائزہ لینے لگا۔

بھلا اس بارے میں غلط اندازے کا کیا تصور تھا۔ لائڈ پول شدت حیرت سے کنگ رہ گیا

تھا۔

ایک طرف تو مسٹر فرینک مارگو اس کے لیے شدید باعث حیرت تھا، تو دوسری طرف

لینی مایکالوس کی شکل دیکھ کر بھی وہ گنگ رہ گیا تھا۔

آخر کار میں نے یہ طلسم توڑا اور کہا۔ ”مائی ڈیر لائڈ پول میں اسے اپنی خوش بختی ہی

قرار دوں گا کہ اس سلسلے میں تمہاری بہترین مدد کرنے میں کامیاب ہو سکا سب سے پہلے

مس لینی مایکالوس سے ملو لیکن یہ نہ سمجھنا کہ مس مایکالوس اصل ہیں، میرا مطلب ہے وہ

جس سے تمہیں خدشات لاحق تھا، یہ اصل لینی مایکالوس کی نقل نے ان کی جگہ لے رکھی ہے

اسی طرح مسٹر فرینک مارگو کا ہم شکل بھی ان کی جگہ موجود ہوگا۔ بس اتنا کافی ہے۔“

”میرے خدا۔“ لائڈ پول کی تحیرانہ آواز ابھری۔ وہ دونوں کو حیران نگاہوں سے

”بہت ہی اہم بات ہے لیکن تفصیل یہاں آنے کے بعد ہی بتائی جاسکتی ہے۔“

”اوکے، پھر میں پہنچ رہا ہوں۔“

”کتنا وقت لگ جائے گا آپ کو؟“

”غالباً پندرہ منٹ۔“

”ٹھیک ہے، جس فلیٹ کے بارے میں، میں نے آپ کو بتایا اس کا دروازہ کھلا ہوا

ملے گا آپ کو۔“

”اوکے۔“ اور پھر میں نے فون بند کر دیا۔ فرینک مارگو نے مسکراتی نگاہوں سے

مجھے دیکھا اور کافی کاسپ لیتے ہوئے بولے۔

”اس کا مطلب ہے کہ اعلیٰ افسر سے تمہارے بہت اچھے تعلقات ہیں لیکن تم کون

ہو اس کے بارے میں واقعی مجھے حیرت ہے۔“

”ہاں، میں کون ہوں، مجھے اس کے بارے میں خود بھی حیرت ہے۔“ میں نے کہا۔

لینی مایکالوس مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ ان نگاہوں میں پسندیدگی کے

تاثرات بھی تھے۔ ممنونیت کے بھی۔ میں نے مسٹر فرینک مارگو کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ویسے مسٹر فرینک مارگو، آپ۔“

”ہاں میں۔“

”نہیں میرا خیال ہے، آپ ایک انتہائی اہم شخصیت کے مالک ہیں اس لیے مجھے

آپ سے وہ گفتگو نہیں کرنی چاہیے جو میں کرنا چاہتا ہوں۔“

”اب اس سلسلے میں بھلا میں کیا کر سکتا ہوں“ فرینک مارگو نے مسکراتے ہوئے

کہا۔

”پھر ہم کافی دیر تک خاموش بیٹھے رہے اور اس کے بعد گھڑی میں وقت دیکھ کر اپنی

جگہ سے اٹھ گیا۔ لائڈ پول بالکل آدمی تھا چونکہ جب میں نے فلیٹ کا دروازہ کھولا اور باہر

جھانکنے کی کوشش کی تو میرا چہرہ اس کے چہرے سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ ہم دونوں سنبھل

گئے اور لائڈ پول نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

دیکھ رہا تھا۔ فرینک مارگو نے کہا۔

”مسٹر لائڈ پول میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی خوفناک صورتحال ہے میں جس حیثیت کا مالک ہوں آپ کو علم ہوگا۔ میرا کوئی ہم شکل اگر میری جگہ موجود ہے اور میرے اطراف کے لوگ اسے شناخت نہیں کر سکتے تو پھر یوں سمجھ لیجئے کہ شارلن سٹی کے بے پناہ قومی راز دشمنوں تک پہنچ گئے ہوں گے اور اس نقصان کا ازالہ ہمارے لیے کسی طور ممکن نہیں ہوگا۔ تاہم اب اس سلسلے میں بہت زیادہ دیر کرنا بھی مناسب نہیں ہوگا، مجھے بتائیے آپ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کیونکہ آپ ایک ذمے دار افسر ہیں اور مناسب انداز میں کوئی موثر فیصلہ کر سکتے ہیں۔“

”میں آپ سے باقی تمام سوالات بعد میں کروں گا مسٹر فرینک مارگو۔ بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ آپ لوگ مجھے فوراً واپسی کی اجازت دیں تاکہ میں اپنے فرائض پورے کر سکوں، میرے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ آپ لوگ یہاں موجود ہیں اور مجھے یہ بھی بتائیے کہ آپ کو سیکورٹی کی ضرورت ہے، یا اس جگہ کو آپ اپنے لیے محفوظ تصور کرتے ہیں۔“

”نہیں مسٹر لائڈ پول کوئی بھی نہیں جانتا کہ میرا تعلق کسی طور اس جگہ سے ہے، کم از کم اس سلسلے میں آپ مطمئن رہیں۔ باقی جیسا آپ مناسب سمجھیں لیکن میں جس قدر اضطراب کا شکار ہوں اسے مددگار رکھتے ہوئے آپ فوری طور پر یہاں اس ٹیلی فون نمبر پر مجھے جعلی فرینک مارگو کی گرفتاری کی اطلاع دیجئے تاکہ میری بے سکونی ختم ہو۔ وہ کیا کچھ تباہ کاری پھیلا چکا ہے۔ اس کے بارے میں تو بعد میں ہی اندازہ ہوگا لیکن کم از کم اسے مزید تباہی کا موقع نہیں ملنا چاہیے۔“

”ٹھیک ہے مسٹر فرینک مارگو اور ڈیڑ ویس تم نے جو کارنامہ میرے لیے سرانجام دیا ہے میں اسے کبھی نہیں بھولوں گا۔ اب مجھے اجازت دو۔“

”ویسے ایک کپ کافی پینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

”نہیں ذمے داریوں کے بعد ایک لمحہ بھی ضائع کرنا اپنے فرائض سے بددیانتی ہے، مجھے وہ تمام تفصیلات بتاؤ اس جگہ کے بارے میں جہاں سے ان دونوں کو برآمد کیا گیا

ہے۔“

”تم چاہو تو میں تمہارا ساتھ دے سکتا ہوں۔“

”نہیں مجھے بس لوکیشن بتا دو۔“

میں نے اپنی یادداشت کے سہارے پر اسے تمام تفصیلات بتائیں اور اس نے انہیں ذہن نشین کر لیا پھر بولا۔

”تاہم مجھے اب اس سے دلچسپی نہیں ہے، میں پہلے مسٹر مارگو کی رہائش گاہ سے نقلی فرینک مارگو کو گرفتار کرتا ہوں اور پھر لینی مایکا لوس کو ہوسکتا ہے اس کام میں صبح ہو جائے اور ہوسکتا ہے مسٹر فرینک مارگو آپ کو اطلاع دینے میں کچھ وقت بھی لگ جائے۔“

”ٹھیک ہے آفسر میں جانتا ہوں کہ آپ کی ذمے داریاں کس قدر ہیں۔“ فرینک مارگو نے کہا۔

”لائڈ پول ایک ذمے دار انسان تھا اور اس نے اپنی ذمے داریوں میں کوئی کوتاہی پسند نہیں کی تھی۔ ہم نے اسے رخصت کیا اور دروازہ بند کر کے اندر آ گئے۔ تب فرینک مارگو نے کہا۔“

”میں جس قدر مضطرب ہوں اسے الفاظ میں نہیں بتا سکتا ڈیڑ ویس۔ کیا تم لائڈ پول کے ہی محکمے سے تعلق رکھتے ہو؟“

”کس حد تک یہی سمجھ لیں۔“

”ہوں بہر حال تم لوگوں نے بڑی ذمے داری کے ساتھ اپنا کام کیا ہے۔ آہ میں تمہیں کیا بتاؤں، ان لوگوں نے مجھے اغوا کر لیا تھا اور اس کے بعد کیا کرتے رہے میرے علم میں کچھ بھی نہیں ہے۔“

میں نے لینی مایکا لوس کی جانب دیکھا تو وہ منغوم لہجے میں بولی۔

”اور میرے ساتھ نہ جانے یہ سب کچھ کیوں کیا گیا ہے میں تو ایک قطعی غیر سیاسی شخصیت ہوں اور نہ ہی میرا حکومتی رازوں سے کوئی تعلق ہے؟“

”اب زیادہ بہتر یہی ہے کہ آپ لوگ آرام کر لیں مسٹر فرینک مارگو مجھے کوئی ایسی

”ہوٹل سے کچھ منگانے کی یہاں گنجائش بھی نہیں ہے، ہمیں یہاں وہ تمام انتظامات رکھتی ہے جن کے تحت ہم گھر کے اندر ہی سب کچھ مہیا کر لیتے ہیں۔“

ناشتا بہت عمدہ تھا، ناشتے کے دوران ہم لوگ گفتگو کرتے رہے، لائڈ پول کی جانب سے ابھی تک کوئی اطلاع نہیں ملی تھی فرینک مارگو نے کہا۔

”لائڈ ایک ذہین انسان ہے اور ذہین آفیسر بھی ہے اور اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے محکمے کی ناک ہے، یعنی طور پر وہ اس وقت اتنا مصروف ہوگا کہ ہمارے لیے وقت نہیں نکال سکا لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ کچھ اور لوگوں سے رابطہ کروں اور انہیں اپنے بارے میں بتا کر ان سے معلومات حاصل کروں۔“ ”نہیں مسٹر فرینک مارگو یہ کسی طور مناسب نہیں ہوگا۔“ میں نے کہا۔

”اوه تم نہیں جانتے ڈیر ویلس میں کس ذہنی عذاب سے گزر رہا ہوں۔“

”لیکن مسٹر فرینک لائڈ پول نے کیا طریقہ کار اختیار کیا ہے اور اب تک وہ اس سلسلے میں کن مراحل سے گزر رہا ہے نہ آپ جانتے ہیں نہ میں۔ ممکن ہے آپ کی کوئی ایسی کاوش لائڈ پول کے مشن کے لیے نقصان دہ ثابت ہو، آپ براہ کرم صبر کریں اور اس کی طرف سے رابطہ کے منتظر رہیں۔“

”مسٹر فرینک مارگو نے بے چینی کے انداز میں گردن ہلائی تھی پھر وہ بولا۔“

”ہاں مجھے اس کا اندازہ ہے لیکن بس ایسے ہی۔“ فرینک مارگو خاموش ہو گیا۔

ہم دوپہر تک انتظار کرتے رہے، لنچ کا وقت ہو گیا تھا۔ ہمیں کچن میں مصروف تھی پھر اس نے اطلاع دی کہ لنچ تیار ہو گیا ہے، مسٹر فرینک مارگو نے کہا۔

”ٹھیک ہے میڈم ہمیں تم لنچ ٹیبل تک پہنچا دو۔“ لنچ کرتے ہوئے مسٹر فرینک مارگو نے کہا۔

”ضرورت سے کچھ زیادہ ہی وقت لیا ہے مسٹر لائڈ پول نے، پتا نہیں وہ اپنے مشن میں کس حد تک کامیاب ہوئے۔“ پھر تقریباً تین بجے لائڈ پول کا ٹیلی فون موصول ہوا تھا۔

فرینک مارگو نے جھپٹ کر ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا تھا اور مین نے خاموشی اختیار کر لی تھی

جگہ بتا دیں جہاں میں تھوڑی سی نیند لے لوں لیکن ایک بات اور ذہن نشین رکھیے گا دیوانگی میں کوئی ایسا عمل نہ کر ڈالیے جو آپ کے ساتھ مجھے بھی عذاب میں مبتلا کر دے۔“

”نہیں تم یقین رکھو۔ لینی مائیکا لوس تم اگر چاہو تو میرے ساتھ تھوڑا سا وقت گزار سکتی ہو، شاید میں پوری نیند نہ لے سکوں اور مجھے یقین ہے کہ تم بھی اس آزادی کے بعد سکون سے سو جانے کے لائق نہیں ہو، جاگتی ہی رہو گی، تھوڑی دیر باتیں کریں گے۔“

”ٹھیک ہے مسٹر فرینک.....“ لینی مائیکا لوس نے کہا۔

”تو پھر میں کسی دوسرے کمرے میں چلا جاتا ہوں۔“ دوسرے کمرے میں آ کر میں آرام سے ایک بڑے اور نرم صوفے پر لیٹ گیا صبح اس وقت جاگا تھا جب لینی مائیکا لوس نے میرے رخسار تھپ تھپائے تھے۔

میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور دیکھتا رہا وہ مسکرا رہی تھی۔ میں نے صورت حال پر غور کیا کچھ لمحے تو یاد بھی نہیں رہا تھا کہ یہ لینی مائیکا لوس کی رہائش گاہ نہیں ہے اور جو لڑکی اس وقت میرے سامنے ہے یہ وہ ہے جس کے ساتھ میں نے کچھ حسین لمحات گزارے ہیں۔ پھر جب خیال آیا تو ایک دم چونک پڑا۔

”اٹھئے مسٹر ویلس ناشتا بھی ٹھنڈا ہو رہا ہے اور وقت بھی اچھا خاصا ہو گیا ہے۔“

”سوری میڈم“ میں نے کہا۔

”آپ پلیز واش روم جائیے اور اس کے بعد دوسرے کمرے میں آجائیے، مسٹر فرینک مارگو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔“

”اوکے آپ چلیے۔“

”جب میں ضروریات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد دوسرے کمرے میں پہنچا تو میز پر ناشتا لگا ہوا تھا اور وہ دونوں میرا انتظار کر رہے تھے۔“

میں نے مسکراتے ہوئے انہیں صبح بخیر کہا اور ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا پھر چونک کر بولا۔

”یہ ناشتا کسی ہوٹل سے آیا ہوا تو نہیں معلوم ہوتا؟“

لیکن میرے کان ان کی آواز پر لگے ہوئے تھے۔

”ہاں کون ہے؟“

”اوڈیئر لائنڈ پول! تم نہیں جانتے میں کس بے چینی سے تمہارے فون کا انتظار کر

رہا تھا۔“

”ہاں وہ تو میں جانتا ہوں اب کیا صورت حال ہے۔“

”اوہ تھینکس گاڈ، تھینکس گاڈ تو پھر مجھے.....“

”ہاں پلیز ٹھیک ہے..... اوکے اوکے.....“

”ہاں ہاں وہ میرے سامنے موجود ہے۔“ اور پھر اس نے مجھے دیکھ کر کہا۔

”مسٹر ویلس لائنڈ پول سے بات کرو۔“

میں نے ریسیور فرینک مارگو کے ہاتھ سے لے لیا۔ ”ہیلو مسٹر لائنڈ پول میں ویلس

بول رہا ہوں۔“

”مسٹر ویلس میں آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔“

”کیا رہا مسٹر لائنڈ پول“

”انتہائی کامیابی سے ان جگہوں پر چھاپے مارے گئے ہیں۔ نقلی مسٹر فرینک مارگو کو

گرفتار کر لیا گیا ہے اور لینی مایکالوس کو بھی ایک اسٹوڈیو سے گرفتار کیا گیا ہے جہاں وہ

شوٹنگ کر رہی تھی اس کے علاوہ اس عمارت سے بھی چار افراد گرفتار کر لیے گئے ہیں۔ ہمارا

چھاپہ انتہائی کامیاب رہا ہے اور ہم لوگ بہت سی ایسی چیزیں حاصل کرنے میں کامیاب

رہے جو ان لوگوں کے خلاف دستاویزی ثبوت کی حیثیت رکھتی ہیں۔ میں اب تک انہی تمام

کاموں میں مصروف رہا ہوں دونوں مجرموں کو اعلیٰ حکام کے حوالے کر دیا گیا ہے اور ابھی

ابھی میری ذمہ داریاں ختم ہوئی ہیں۔“

”تو پھر آپ سے کب ملاقات ہو رہی ہے؟“

”بس تھوڑی دیر کے بعد پہنچ رہا ہوں مسٹر فرینک مارگو کو ان کے مجھے کے چند افراد

لینے میرے ساتھ آ رہے ہیں۔ لینی مایکالوس کو ابھی ہمیں اپنی تحویل میں رکھنا ہوگا کیونکہ کچھ

بیانات وغیرہ کا معاملہ ہے اسے چند افراد کے حوالے کر دیا جائے گا۔“

”ٹھیک ہے۔“

”ایک بات تم سے کہنا چاہتی ہوں مائی ڈیئر ویلس“

”ہاں کہو؟“

”میں جن لوگوں کے ساتھ آ رہا ہوں تمہیں ان کے سامنے نہیں پیش کرنا چاہتا، کیا

یہ ممکن ہوگا کہ تم اس وقت ہوٹل میڈونا کے روم نمبر چوبیس میں چلے جاؤ، جو میں نے ویلس

کے نام سے بک کر دیا ہے اور وہ تمام انتظامات کر دیے ہیں جو تمہارے لیے ضروری ہوں

گے۔ پلیز وقت کی نزاکت کو محسوس کرنا اور یہ نہ سوچنا کہ میں نے خود غرضی سے کام لیا

ہے۔“

”نہیں مسٹر لائنڈ پول، میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہتر قدم ہے، واقعی مجھے ان

معاملات میں منظر عام پر نہیں آنا چاہیے۔“

”اس کی وجہ جانتے ہونا۔“

”ساری باتیں بعد میں ہوں گی پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ کیا میڈونا کے روم نمبر چوبیس

میں، میں بہ آسانی جاسکتا ہوں۔“

”بہت ہی سکون کے ساتھ۔ کاؤنٹر سے چابی لے لینا اور سنو، وہاں میں ایک شخص

کو بھیجے دے رہا ہوں جو تمہیں کچھ ضروری اشیاء بھی فراہم کر دے گا۔ اس کا نام ایلس ہوگا۔

اور وہ اسی نام سے تم سے اپنا تعارف کرائے گا تو بہتر ہوگا اب تم روانہ ہو جاؤ۔“

”اوکے مسٹر لائنڈ پول“ میں نے کہا۔

”تھینک یو ویری مچ۔ کیا میں فون مسٹر فرینک مارگو کو دوں۔“

”نہیں میں ان سے گفتگو کر چکا ہوں۔“ لائنڈ پول نے کہا اور میں نے ریسیور

کریڈل پر رکھ دیا اور مسکراتی نگاہوں سے اپنے دوستوں کو دیکھنے لگا۔ پھر میں نے لینی

مایکالوس سے کہا۔

”مسٹر لائنڈ پول کے کہنے کے مطابق مجھے یہاں سے چلے جانا چاہیے، چنانچہ آپ

لوگ مجھے اجازت دیں۔“

”مگر تم.....!“

”محکماتی معاملات ایسے ہی ہوا کرتے ہیں، یہ ایک مجبوری ہے۔“

”تم سے دوبارہ ملاقات تو ضرور ہوگی۔“ فرینک مارگو نے کہا۔

”یقیناً کیوں نہیں۔“

لینی مائیکالوس میرے قریب آ گئی۔ مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”اور میں تمہیں ایک محسن کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھوں گی۔“

”یہ میرا فرض تھا ڈیر لینی۔“ میں نے کہا اور پھر ان دونوں سے رخصت ہو کر باہر

نکل آیا، پھر ایک ٹیکسی نے مجھے ہوٹل میڈونا پہنچا دیا۔ ٹیکسی ڈرائیور میڈونا کا پتا جانتا تھا ورنہ مجھے شارلن سٹی میں اتنی معلومات کہاں سے حاصل ہوتیں۔

میڈونا کے روم نمبر چوبیس کی چابی طلب کرتے ہی کاؤنٹر مین نے مجھ سے کہا۔

”آپ مسٹر ویلس ہیں؟“

”ہاں۔“

”کاؤنٹر سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہوئے ایک خوش پوش نوجوان نے میری جانب

متوجہ ہو کر مجھے سلام کیا اور میرے قریب پہنچ گیا۔“

”ہیلو مسٹر ویلس۔“

”ہیلو ایلس۔“ میں نے کہا۔

کاؤنٹر سے چابی لینے کے بعد میں ایلس کے ساتھ کمرہ نمبر چوبیس کی جانب چل

پڑا۔ بہت شاندار ہوٹل تھا اور یہ کمرہ بھی بہت اعلیٰ درجے کا تھا۔ ایلس ایک سوٹ کیس لیے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب یہ بات تو مسٹر لائڈ پول ہی جانتے ہیں کہ سوٹ کیس میں جو لباس موجود

ہیں وہ آپ کے سائز کے ہیں یا نہیں لیکن ان کی ہدایت پر یہ میں آپ کے حوالے کر رہا ہوں اور اس کے ساتھ ہی یہ تھوڑی سی رقم بھی انہوں نے آپ کے لیے بھجوائی ہے اور یہ کہا

ہے کہ اگر انہیں آپ سے ملاقات میں کچھ دیر ہو جائے تو براہ کرم آپ محسوس نہ کریں۔

اب مجھے اجازت دیجئے۔“

”اوکے ایلس، لیکن اسکے باوجود اگر تم کچھ دیر یہاں بیٹھنا چاہو تو.....“

”نہیں سر، ہماری ڈیوٹیاں ایسی ہوتی ہیں کہ اپنے کام کی انجام دہی مشکل ہو جاتی

ہے۔ پھر سہی۔“

”اوکے۔“ میں نے کہا اور وہ واپس چلا گیا۔ میں تھکے تھکے سے انداز میں ایک

صوفے پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ میں نے وہ رقم چیک کی اور مجھے حیرت ہوئی کیوں کہ کافی بڑی

رقم تھی۔ پھر میں نے سوٹ کیس کھول کر دیکھا اس میں چند اعلیٰ درجے کے سوٹ تھے، عام

استعمال کے کپڑے بھی تھے۔ میں نے فوراً اپنے ان کپڑوں سے نجات حاصل کی۔ واش

روم میں جا کر غسل کیا اور اس کے بعد نیا لباس پہن کر باہر آ بیٹھا۔ ویسے میڈونا کے نچلے

ہال میں ضروریات زندگی کی تمام چیزیں موجود تھیں، ہال میں موجود شوروم بے حد خوب

صورت تھے، میں اگر ضرورت کی کوئی چیز یہاں سے خریدنا چاہتا تو ضرور خرید سکتا تھا لیکن

فی الحال کسی شے کی حاجت نہیں محسوس ہوئی، البتہ روم سروس کو ٹیلی فون کر کے میں نے کافی

طلب کر لی تھی۔ ذہن اس کی چاہت کر رہا تھا سب کچھ ہو رہا تھا۔ لیکن نجانے میری تقدیر

کیسی تھی، مجھے دنیا شناخت کر رہی تھی۔ لیکن میں اپنے آپ کو شناخت نہیں کر پار رہا تھا۔

بہر حال نئی سوچ کے مطابق میں نے ذہن سے یہ تمام تصور نکال پھینکا اور سوچنے لگا

کہ اب میرا مستقبل کیا ہوگا۔ ضروری ہے کہ لائڈ پول کی زیادہ سے زیادہ ہمدردیاں حاصل

کر کے اپنے لیے کاغذات حاصل کر لیے جائیں ویسے لائڈ پول کی شخصیت بہت اچھی تھی

اور مجھے یہ انداز تھا کہ وہ شخص مجھ سے جو وعدہ کر چکا ہے اس سے منحرف نہیں ہوگا۔

لائڈ پول اس دن نہیں آیا تھا۔ رات کو تیاریاں کرنے کے بعد میں میڈونا کے

ریفرشنگ ہال میں پہنچ گیا اور اس کے بعد تقریباً ساڑھے بارہ بجے تک وہیں بیٹھا رہا۔

ویسے بھی ایک اعلیٰ پولیس آفیسر نے میرا کمرہ بک کرایا تھا اس لیے کوئی خدشہ یا خطرہ بھی

نہیں تھا۔ چنانچہ ہوٹل کی تفریحات میں اپنے آپ کو گم کر کے کچھ دیر کے لیے ماحول کو

تم یقین کرو میری جان کہ یہاں میں بالکل ہی بے بسی کا شکار ہو گیا تھا ورنہ میں اتنا ناپاس بھی نہیں ہوں چونکہ تم مجھے اپنے بارے میں تفصیل بتا چکے ہو اور یہاں شارلن سٹی میں تمہاری آمد کسی بھی طور قانونی حیثیت نہیں رکھتی، اگر میں ایسا کرتا تو تمہارے لیے ایک الگ سے مشکل پیدا ہو جاتی۔“

”میں جانتا ہوں مسٹر لائڈ پول اور میں تم سے اس بات پر پورا پورا اتفاق کرتا ہوں۔“

”اور اتنا وقت جو میں نے صرف کیا تم سے ملاقات کرنے میں تو اس کی وجہ بھی تم یہی سمجھ لو کہ اس سارے مسئلے کو انتہائی حد تک پہنچانا میرے لیے انتہائی ضروری تھا لیکن تمہاری وجہ سے میری بڑی عزت افزائی ہوئی ہے اور میں آج بھی اس بات پر حیران ہوں کہ تم اتنی صحیح جگہ کیسے پہنچ گئے تھے۔“

”جو ذمہ داری تم نے میرے سپرد کی تھی لائڈ پول میں نے خلوص دل سے اسے نبھانے کا ارادہ کر لیا تھا اور میں بہر حال اس میں کامیاب ہو گیا۔“

”تھینک یو، تھینک یو، ویری مچ۔“

”تم اپنے معاملات سے فارغ ہو گئے۔“

”ہاں اب فارغ ہو گیا ہوں اور یہی میں نے سوچا تھا کہ تم سے جھوٹے سچے وعدے کرنے کی بجائے پہلے ان تمام الجھنوں سے نمٹ لوں اس کے بعد تم سے ملاقات کروں گا۔“

”لینی مائیکالوس کا کیا رہا۔“

”وہ عورت جو لینی مائیکالوس کے روپ میں اپنا کام کر رہی تھی اس کا اصل نام ماریا گرانٹھک ہے اور وہ ایک بین الاقوامی تنظیم سے تعلق رکھتی ہے، یہاں اس نے لینی مائیکالوس کا روپ اس لیے اختیار کیا تھا کہ ایک مقبول ہیروئن ہونے کی وجہ سے، لینی مائیکالوس کے تعلقات بڑے بڑے لوگوں سے تھے۔ ماریا گرانٹھک چاہتی تھی کہ ان میں سے ایسے لوگوں کا انتخاب کرے جو حکومت کے اہم عہدیدار ہوں اور ان کے ذریعے شارلن

بالکل بھول گیا تھا۔ البتہ جب اپنے کمرے میں واپس آیا تو طبیعت پر فرحت کا ایک احساس طاری تھا اور اس وقت بھی میں نے اپنے اس خیال کو تقویت دی تھی کہ اگر اپنے طور پر اپنے لیے دنیا میں جگہ تلاش کر لی جائے اور کوئی ایسا ذریعہ اختیار کر لیا جائے جس سے عام انسانوں کی مانند زندگی گزر سکے یعنی میری پسند کے مطابق، تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اب میں نے تو اپنی تلاش میں بہت وقت صرف کر لیا تھا۔ اب یہ دنیا کا فرض ہے کہ میری تلاش کرے۔ اس کے بعد میں سکون کی گہری نیند سو گیا تھا۔

اور درحقیقت دوسرے دن صبح جب میں جاگا تو مجھے اپنے انداز میں بہت تبدیلی محسوس ہوئی۔ اب میں دنیا میں پوری طرح دلچسپی لینے کے موڈ میں تھا اور میں نے اپنے اوپر سے بے بسی کی وہ چادر اتار پھینکی تھی، ناشتا کیا۔ لائڈ پول کی طرف سے مجھے کوئی خاص فکر نہیں تھی۔ اپنے طور پر بھی جدوجہد کی جاسکتی ہے، میں اس قدر بے بس نہیں ہوں، مشکل کا دور تقریباً گزر گیا تھا اور اب میں سکون کی زندگی بسر کر سکتا تھا اپنی شخصیت کو پامال کرنے کی ضرورت نہیں۔ خود اپنے لیے راستے تلاش کروں گا۔

یہ دن بھی آرام سے گزر گیا۔ رات ہوئی اور دوسرے دن تقریباً دس بجے اس وقت جب میں ناشتے وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے یہ سوچ رہا تھا کہ ہوٹل میں گھسے رہنے کے بجائے مجھے کچھ کرنا چاہیے میرے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اور میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔

آنے والا لائڈ پول تھا جس نے مجھ سے پرجوش مصافحہ کیا تھا اس کا چہرہ خوشی سے گلزار نظر آ رہا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تھینک یو ڈیر، تھینک یو ویری مچ۔ حقیقت ہے کہ تم سوچ رہے ہو گے کہ اپنا کام نکالنے کے بعد یہ شخص میری جانب سے بالکل ہی غافل ہو گیا، لیکن ایسی بات نہیں ہے۔ میں تو ہر لمحہ تمہارے بارے میں سوچتا رہا ہوں تمہاری وجہ سے مجھے جو عزت حاصل ہوئی ہے میں ایک بار پھر اس سلسلے میں تمہارا شکر گزار ہوں اور یہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ جو شخص میری اس عزت افزائی کا روح رواں ہے لوگ اس کے بارے میں نہیں جانتے لیکن

سٹی کے سرکاری راز معلوم کرے اور وہ کم بخت ان کوششوں میں کافی حد تک کامیاب بھی ہو گئی۔ مسٹر فریک مارگو البتہ اس کے جال میں نہیں پھنسے تھے لیکن اس نے ان پر اپنا جال نہیں پھینکا، بلکہ ان کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اپنے ساتھیوں کی مدد سے انہیں اغوا کر لیا اور پھر اس کا ایک ساتھی مسٹر فریک مارگو کے روپ میں ان کے محکمے سے بہت سے راز حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اور کیا کیا ہوا ہے لیکن جن لوگوں کے بارے میں ہمیں شبہ تھا ان کی تصدیق کر لی گئی۔ ہمارے بڑے نقصانات ہوئے ہیں لیکن بہر حال اصل لوگ گرفتار ہو گئے۔“

”کیا وہ راز ملک سے باہر پہنچ گئے؟“

”ہاں یقیناً لیکن یہی کیا کم ہے کہ آگے کے نقصانات سے بچ گئے ہم لوگ۔“

”ماریا گرا انتھک کہاں ہے؟“

”سرکاری تحویل میں ہے اب اس کا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ اب وہ ان لوگوں کی قید میں ہے جو صحیح معنوں میں اس کی ان حرکات سے متاثر ہوئے ہیں اس کا کیس اب انہی کے پاس رہے گا، میں نے اپنی ذمہ داریاں ختم کر دیں۔“

”گڈ..... بہر حال مجھے خوشی ہے مائی ڈیئر لائڈ پول کہ میں تمہارے کام آسکا۔“

”اور اب یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں تمہارے کام آؤں۔ میں ایک مستقل مزاج اور زبان کا سچا آدمی ہوں، جو مدد تم نے میری کی ہے اس کے تحت مجھ پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ پوری دیانت داری کے ساتھ تمہاری مشکلات حل کرنے کی کوشش کروں اور تم مطمئن رہو، میں نے اس کے لیے ایک لائحہ عمل تیار کر لیا ہے۔ البتہ میری جان یہاں تمہیں تھوڑی سی دقت ہوگی چونکہ جو شکل اور جو شخصیت میں تمہیں دے رہا ہوں، اس کی یہاں کھپت مشکل ہے لیکن دنیا کا کوئی بھی دوسرا ملک اس بات سے بالکل منحرف نہیں ہوگا کہ تم شارلن سٹی کے باشندے ہو، تمہارے کاغذات تمہارا پاسپورٹ اور دوسری تمام اشیاء تمہیں چند روز کے اندر اندر مہیا کر دی جائیں گی اور اس کے بعد تم جہاں بھی چاہو گے اس

ملک میں تمہاری روانگی کا بندوبست کر دیا جائے گا۔ مالی طور پر بھی تمہاری مدد کی جائے گی، کیونکہ یہ ذمہ داری میں نے قبول کی ہے اور مجھے امید ہے کہ میری تھوڑی سی مجبوریوں کو تم نظر انداز کر دو گے۔ یعنی یہ محسوس نہیں کرو گے کہ میں نے تمہیں شارلن سٹی میں روکنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔“

”نہیں ڈیئر لائڈ پول میں جانتا ہوں جو حقیقتیں ناگزیر ہوتی ہیں ان کے بارے میں کوئی شکایت نہیں کی جاتی۔“

”یہاں کوئی مشکل ہے۔“

”قطعاً نہیں۔ پرسکون زندگی گزار رہا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”صرف تین دن درکار ہوں گے مجھے اور اس کے بعد یوں سمجھ لو کہ تمہارا سارا کام آسانی سے ہو جائے گا۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”لائڈ پول کافی دیر تک مجھ سے گفتگو کرتا رہا، اس نے کچھ اور کرنسی بھی مجھے دی اور اس کے بعد مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا۔ پھر بعد کے تین دن واقعی میں نے بڑے خوشدلی سے گزارے تھے ان تین دنوں کی تین راتوں میں کوئی لڑکی میرے کمرے میں نہیں داخل ہوئی تھی کیونکہ بہر طور ذہنی طور پر میں ان تمام خرافات کا قائل نہیں تھا، نہ ہی اس بات کی خواہش میرے دل میں بیدار ہوئی تھی۔ وہ ماریا گرا انتھک کم بخت خصوصاً میرے حواس پر چھا گئی تھی ورنہ شاید میں اس کی قربت بھی قبول نہ کرتا۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی میرا ماضی بے داغ رہا تھا۔ میں نے کسی کے التفات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔“

بہر حال یہ وقت گزرتا رہا۔ لائڈ پول خود تو میرے پاس نہیں آیا تھا لیکن اس کے ساتھی پہنچے تھے اور انہوں نے میری تصاویر وغیرہ لی تھی اور پھر انہوں نے یہ اطمینان دلایا تھا کہ بہت جلد مسٹر لائڈ پول مجھ سے ملاقات کریں گے، لائڈ پول نے اپنے وعدے کا پورا پورا لحاظ کیا تھا۔ چوتھے دن پھر وہ میرے پاس آیا اور اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

”میں اس کے لئے انتہائی معذرت خواہ ہوں کہ اب تمہیں اپنا نام تبدیل کرنا پڑے

گا۔“

میں تمہاری واپسی ہو، مجھے تلاش کر کے مجھ سے ضرور ملاقات کرنا، تم سے مل کر مجھے خوشی ہوگی۔“

”اوکے ڈیر لائڈ پول۔“

پھر کافی دیر تک لائڈ پول میرے ساتھ رہا اور اس کے بعد اس نے مجھے ہدایات دیں اور کچھ رقم بھی دی اس کے بعد وہ مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا۔ گویا یہ اب اس کی مجھ سے آخری ملاقات تھی اور حقیقت بھی یہی تھی وہ اپنی شہرت کما چکا تھا اور ان دونوں خطرناک لوگوں کی گرفتاری کے بعد اسے جو بھی آسانیاں حاصل ہوئی ہوں مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ میرا کام اس نے کر دیا تھا۔

میں نے پاسپورٹ وغیرہ کا جائزہ لیا اور احتیاط سے اسے رکھ دیا۔ پھر اس کے بعد مجھے تھوڑی سی خریداری کرنی تھی۔ لائڈ پول کی دوبار کی دی ہوئی رقم کافی تھی۔ نئی رقم کے بعد میرے پاس اچھا خاصا کیش جمع ہو گیا تھا جس کے میں نے ٹریولر چیک بنوائے، خریداری کی اور اس کے بعد پیرس جانے کے لیے تیار ہو گیا۔

پھر دوسرے دن مقررہ وقت پر میں نے ہوٹل چھوڑا۔ ایک ٹیکسی لی اور شارلن سٹی کے ایئر پورٹ کی جانب چل پڑا۔

بڑے مطمئن اور مضبوط انداز میں امیگریشن کے قوانین سے گزرا۔ بورڈنگ وغیرہ کے بعد میں جہاز پر پہنچ گیا۔ خوب صورت بوٹنگ جہاز کی ایئر ہوسٹس نے میرا استقبال کیا تھا۔ ویسے بھی مجھے لائڈ پول پر مکمل اعتماد تھا۔ اس نے جو کچھ بھی کیا تھا دوستانہ انداز میں کیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ وہ جس حیثیت کا مالک ہے اس کے بعد اس کے کیے ہوئے کام میں مجھے کوئی الجھن نہیں پیش آئے گی۔

بوٹنگ کی آرام دہ سیٹ پر بیٹھ کر میں نے ایک گہری سانس لی۔ زندگی میں ایک اور تبدیلی رونما ہو رہی تھی۔ دیکھیں آگے تقدیر کیا راستے منتخب کرتی ہے۔

میں نے اپنی اس ہم سفر پر غور بھی نہیں کیا تھا جو میرے قریب آ کر بیٹھ گئی تھی۔ حالانکہ اس نے جو خوشبو لگائی ہوئی تھی وہ اس قدر نفیس تھی کہ میں اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے اس سے لطف اندوز ہوتا رہا تھا۔

پھر جہاز کی روانگی کا وقت ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ رن وے پر دوڑنے لگا پھر فضا

”میرا نیا نام کیا ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
”لائن ہارٹ۔“

”عمدہ نام ہے مجھے پسند آیا۔ یہ تمہارا پاسپورٹ شکل میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں، مائی ڈیر ویلس لیکن نام تبدیل کر دیا گیا ہے تمہارا کیونکہ یہ ضروری تھا۔ یہ بقیہ کاغذات جس سے تم شارلن سٹی کے ایک باعزت شہری کی حیثیت سے اپنے آپ کو کسی بھی جگہ روشناس کرا سکو گے۔ ویسے یہ بتاؤ کہ کہاں جانا پسند کرو گے۔“

”کوئی مخصوص جگہ نہیں ہے۔“

”تو پھر پیرس کی سیر کیوں نہ کرلو، ویسے تم دنیا کے ہر حصے میں جا سکتے ہو۔ یہ انٹرنیشنل پاسپورٹ ایک ایسے شخص کے لیے ہے جس کی شخصیت بے داغ ہے۔“
”پیرس چلا جاؤں گا۔“

”ہاں ٹھیک ہے۔“ لائڈ پول نے کہا۔ پھر مسکرا کر مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔ ”میں نے فیصلہ تو اپنے طور پر کر لیا تھا لیکن پھر بھی اس بات کی گنجائش رکھی تھی کہ تمہاری پسند کو ملحوظ خاطر رکھوں اور اگر تم پیرس نہ جانا چاہو تو تمہیں اس کے لیے مجبور نہ کیا جائے۔“
”مطلب.....؟“

”یہ ٹکٹ..... یہ کل رات کی فلائٹ کے ٹکٹ ہیں۔ تم اسی فلائٹ سے پیرس جا سکتے ہو، تمام کاغذات مکمل کر دیئے گئے ہیں لیکن اب بھی میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ اگر جگہ تبدیل کرنا چاہو تو چند روز اور لگ جائیں گے لیکن میں کوشش کر سکتا ہوں۔“

”نہیں جب شارلن سٹی سے نکلنا ہے تو پھر کہیں بھی جایا جاسکتا ہے۔“

”تمہیں اتنی امداد دی جائے گی کہ تم عارضی طور پر ایک آدھ ماہ اس امداد کے ذریعے بسر کرلو اور اس کے بعد دوست، انسان زندگی میں اپنے راستے خود ہی تلاش کرتا ہے اور تم جیسی شخصیت کا مالک کسی بھی جگہ اپنی جگہ بنا سکتا ہے۔“

”میں تمہارا شکر گزار ہوں، لائڈ پول، واقعی تم نے میری بہترین مدد کی ہے۔ کم از کم ایک شخصیت تو دی تم نے مجھے۔“ جبکہ میں تو اپنی شخصیت ہی کھو بیٹھا تھا۔“

”میرے لائق کوئی اور خدمت ہو تو مجھے بتاؤ، اور ہو سکتا ہے زندگی میں کبھی شارلن سٹی

مناسب ہوتا ہے۔“

”شاید، لیکن تمام لوگ آپ کی مانند اس بات سے متفق نہیں ہوتے۔“

”میں آپ کی بات کر رہی ہوں مسٹر۔“

”مسٹر لائن ہارٹ۔“ وہ بولی اور پھر کہنے لگی۔

”آپ مجھے سوئیس لاک کہہ سکتے ہیں، کیا آپ فرانس جا رہے ہیں؟“

”جی ہاں۔“

”پیرس ہی میں قیام کریں گے؟“

”ہاں۔“

”یہ تو خوشی کی بات ہے، حالانکہ ایسے سفر میں مختصر شناسائیاں صرف لمحاتی ہوتی

ہیں، انسان اپنی منزل پر پہنچتا ہے تو ایک دوسرے کو بھول جایا کرتا ہے، کیا آپ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں؟“

”کبھی کبھی ایسی رفاقتیں آگے بھی بڑھ جاتی ہیں۔“

”ہاں، بالکل آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ ذہنی طور پر میں بھی اس بات سے اتفاق کرتی

ہوں، ویسے مسٹر لائن ہارٹ آپ کے مشاغل کیا ہیں؟“

”کچھ نہیں، بس آپ یوں سمجھ لیجیے ایک آوارہ گرد ہوں زندگی کسی محور پر نہیں ہے،

یوں سمجھ لیجیے بس گزارا کر رہا ہوں۔ کوئی منزل، نہ کوئی راستہ، نہ کوئی روشنی۔“

”کیوں.....؟“

”ہوتا ہے کبھی کبھی کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں خود اپنا مقام کبھی نہیں ملتا، بس وہ

زندگی سے گزر جاتے ہیں اور آخر کار اپنا آخری ٹھکانہ پالیتے ہیں۔“

”میں آپ کے انداز میں ایک مایوسی محسوس کر رہی ہوں۔“

”نہیں ایسی بات نہیں ہے مس لاک، بس آپ یوں سمجھ لیجیے کہ لاوارث انسان ہوں،

کوئی ہے نہیں دنیا میں اس لیے اپنے طور پر جی رہا ہوں، کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ کچھ ایسے

ساتھی ہوں جن کے ساتھ جیا جاسکے لیکن دل کی چاہتیں تو بے شمار ہوتی ہیں۔ ہر چاہت کی

تکمیل تو کبھی نہیں ہوتی۔ وہ خاموش ہو گئی پھر اس نے کچھ لمحات کے بعد کہا۔“

”تعلق شارلن ٹی ہی سے ہے؟“

میں بلند ہو کر سیدھا ہو گیا۔ تب میری ہم سفر نے میری جانب توجہ دی تھی۔ یہ اندازہ تو مجھے ہو ہی گیا تھا کہ وہ کوئی نوجوان عورت یا لڑکی ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسے مزکرہ دیکھنے کی خواہش میرے دل میں بیدار نہیں ہوئی تھی البتہ میں نے اس کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلتی محسوس کی۔ بالکل ایسی آواز جیسے کسی حیرت کی بنا پر نکلتی ہے۔ تب میرا چہرہ اس کی جانب گھوم گیا تھا۔

میں نے اسے دیکھا۔ دلکش خدوخال کی ایک نوجوان لڑکی تھی۔ چہرے پر کچھ ایسی کیفیت تھی کہ انسان ایک بار اسے دیکھ کر دوبارہ دیکھنے کی کوشش ضروری کرے۔ بعض چہرے کچھ ایسے ہی اچھے ہوئے ہوتے ہیں کہ انہیں پڑھنے پر انسان مجبور ہو جائے اور یہ عورت بھی اسی کیفیت کی حامل تھی۔ میں نے اس پر ایک لمحے کے لئے نگاہیں جمائیں تو وہ کسی قدر بوکھلائی گئی اور اس نے فوراً ہی سامنے کی جانب رخ کر لیا، میں نے بھی اسے ایک غیر اخلاقی حرکت تصور کیا تھا اور اس کی جانب سے نگاہیں ہٹائی تھیں۔ میری نگاہوں میں ظاہر ہے اس کے لیے پسندیدگی کے جذبات تو ابھرے تھے لیکن اجنبیت برقرار تھی۔ وہ پرسکون ہو گئی اور اس کے بعد تقریباً ایک گھنٹے تک اس نے میری جانب توجہ نہیں کی تھی جہاز سکون سے اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا اور پائلٹ کیبن سے اس سفر کی خوشگوار کیفیات کی اطلاع مل رہی تھی۔ بہر حال یہ تمام سلسلہ چلتا رہا۔ پھر ایک گھنٹے کے بعد میری ہم سفر نے مجھے خود ہی مخاطب کیا۔ اس کی آواز بے حد پرکشش تھی، اس نے آہستہ سے کہا۔

”آپ شاید بہت زیادہ خاموش طبع اور دوسروں سے الگ تھلگ رہنے کے عادی معلوم ہوتے ہیں۔“ میں نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر مدہم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

”یہ بات نہیں ہے میڈم، لیکن کبھی کبھی جس سے مخاطب ہوا جاتا ہے وہ یہ تصور کرنے لگتا ہے کہ شاید اس کی سمع خراش کی جارہی ہے جبکہ خود اس کی خواہش نہیں ہوتی کہ وہ اپنے ہم سفر سے بے تکلف ہو، یا اس سے گفتگو کرنے کی کوشش کرے۔“

”اوہ تو آپ نے اس لیے یہ خاموشی اختیار کی ہوئی ہے۔“

”نہیں، ہاں اگر آپ مجھ سے گفتگو کرتیں تو ظاہر ہے میں بھی اخلاقی طور پر اس کا

جواب دینے کے لیے مجبور ہوتا۔“

”حالانکہ دوران سفر اس قسم کی تکلف بھری باتوں سے گریز ہی کرنا زیادہ

”جی ہاں۔“

”پیرس میں کتنے عرصے قیام رہے گا؟“

”یہ وقت پر منحصر ہے۔“

”گویا کوئی فیصلہ نہیں کیا آپ نے؟“

”نہیں۔“

”پہلے پیرس گئے ہیں؟“

”کبھی نہیں۔“

”تب تو آپ کو بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔“

”کیوں؟“

”ایک اجنبی جگہ.....“

”نہیں مس لاک، کبھی کبھی اجنبی جگہیں بھی بڑی اپنی اپنی محسوس ہوتی ہیں، میں

بہر حال پیرس میں کوئی ٹھکانہ تلاش کر لوں گا۔“

”پیرس بہت خوب صورت ہے۔“

”ہاں میں نے اس کی داستانیں سنی ہیں۔“

ہم لوگ کافی دیر تک مختلف موضوعات پر بات کرتے رہے، اڑھوئس نے کھانے پینے کی اشیاء پیش کیں۔ ایک دوسرے کا ساتھ دیتے رہے، سولیس لاک ایک خوش اخلاق لڑکی تھی، اب یہ تو نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ذہنی طور پر وہ کیسی ہے، لیکن گفتگو کرنے کا فن جانتی تھی، میں بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ دوران سفر ہم مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہے۔ پھر اس نے اچانک کہا۔

”آپ کسی ہوٹل میں قیام کریں گے؟“

”ہاں، اگر آپ پیرس کی شناسا ہیں تو پھر آپ میری مدد کیجیے اور یہیں سے مجھے کسی

ایسے درمیانے درجے کے ہوٹل کا پتہ بتا دیجیے جہاں میں سکون سے کچھ وقت گزار سکوں۔“ وہ سوچ میں ڈوب گئی پھر کچھ لمحوں کے بعد بولی۔

”ہم نے دوران گفتگو یہ بات بھی کی تھی کہ کبھی کبھی لمحاتی ملاقاتیں بھی ایک طویل

رفاقت کا باعث بن جاتی ہیں، اگر میں آپ کو ایک پیشکش کروں تو آپ بغیر دل میں کوئی بری

بات سوچے اسے قبول کر لیں گے؟“

”پیشکش؟“

”ہاں۔“

”مثلاً؟“

”بوائے ڈن بولون، ایک انتہائی خوب صورت جگہ ہے۔ دریائے سین کے کنارے

آباد ہے اور وہاں حسین کانچ بنے ہوئے ہیں ان میں سے ایک کانچ میں میری والدہ مس

ایرالاک رہتی ہیں، جبکہ مسٹر لاک یعنی میرے والد کا انتقال اب سے کوئی سات سال پہلے

ہو چکا ہے، میڈم ایرالاک کی تھوڑی سی جائداد وہاں پر موجود ہے اور اسی جائداد کا کرایہ ان کا

ذریعہ آمدنی ہے، میں یعنی سولیس چھوٹی موٹی تجارت کر رہی ہوں اسی تجارتی سلسلے میں مجھے

شارلن سٹی آنا پڑا تھا، تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ معمر مسز لاک ایک ایسے مہمان کو دیکھ کر یقیناً

خوش ہوں گی جو پہلی بار پیرس آیا ہے۔ لوگوں کی کچھ عجیب سی کیفیات ہوتی ہیں، چونکہ مسز

لاک نے پیرس ہی میں جنم لیا، وہیں زندگی گزاری، وہیں پلی بڑھیں اور وہیں آج تک

محصور رہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہیں پیرس سے بے پناہ محبت ہے اور وہ یہ سمجھتی ہیں

کہ دنیا میں پیرس سے زیادہ خوب صورت اور کوئی جگہ نہیں ہے، جب کوئی اجنبی شخص وہاں

جاتا ہے، میرا مطلب ہے پیرس اور اتفاق سے اس کا رابطہ کسی طور مسز لاک سے ہو جاتا ہے تو

مسز لاک کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ پیرس کا گوشہ گوشہ اسے دکھائیں، اس کی

آنکھوں میں پیرس کے لیے تعریف کے جذبات پڑھیں، یہ ان کی خوشی ہوتی ہے، میں اصل

میں یہ کہہ رہی تھی مسٹر لاک ہارٹ کے لمحوں کی یہ رفاقت کچھ اور طویل کیوں نہ ہو جائے۔“

”یعنی!“ میں نے حیرت سے کہا۔

”یعنی یہ کہ آپ میرے ساتھ میرے کانچ میں قیام کریں، مسز لاک سے مل کر آپ کو

بے حد خوشی ہوگی اور آپ یقین کیجیے کہ ان سے بہترین گائیڈ آپ کو پورے پیرس میں

ایک بھی نہیں ملے گا اور خدا را یہ نہ سمجھئے کہ اس پیشکش کے پیچھے کوئی اور تصور ہے یا پھر آپ

سے اس قیام کا کوئی معاوضہ وصول کیا جائے گا، یہ تو ایک دوستانہ پیشکش ہے۔“

میں نے حیرانی سے اس لڑکی کو دیکھا، کیا ایسی پیشکشیں اس طرح کر دی جاتی ہیں۔

میں نے دل میں سوچا۔ سولیس لاک نے غالباً میرے تاثرات پڑھ لیے اور بولی۔

اس نے بوئے ڈی بولون کے بارے میں بتا دیا تھا اور نیکیسی چل پڑی تھی۔ میں قریب و جوار کا جائزہ لیتا رہا۔ بلاشبہ پیرس کے بارے میں جو کچھ سنا تھا اسنے کچھ زیادہ ہی پایا تھا لیکن نجانے کیوں میرے ذہن میں ایک بار پھر ٹھک ٹھک سی ہونے لگی تھی، مجھے یوں لگا تھا جیسے یہ شہر میں نے پہلے بھی کبھی دیکھا ہے۔ لیکن شاید خوابوں میں یا شاید اس دور میں جب میری شخصیت کچھ اور ہی تھی۔ پیرس کی یہ نواحی بستی دریائے سین کے خاموش پانی کے ساتھ ساتھ میلوں دور تک چلی گئی ہے۔ خوب صورت سڑکیں شاید سفید سینٹ سے بنائی گئی تھیں، کیونکہ ان کا رنگ عام سڑکوں جیسا نہیں تھا، سڑک کے نیچے دریا کی جانب جھانکنے تو کنارے پر چھوٹے چھوٹے رہائشی مکان نظر آ رہے تھے۔ جنہیں شاید ہفتہ وار تعطیل کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔ اندازہ یہی ہو رہا تھا کہ پیرس کے ہنگاموں سے دور سکون کی تلاش میں آنے والے اپنے پرسکون لمحات یہیں گزارتے ہیں، چند جگہوں پر خوشنما باغیچوں کے بالمقابل پانی میں ہاؤس بوٹ تیر رہے تھے۔ مکانات ایک قطار کی شکل میں بکھرے ہوئے تھے اور شاہ بلوط اور بید کے درختوں کی چھاؤں میں کچھ لوگ مچھلی کے شکار میں مشغول تھے۔ ایک انتہائی پرسکون اور حسین جگہ جو پیرس کے متمول لوگوں کے سفید براق مکانوں کی قطاروں کی شکل میں تاحہ نظر بکھری ہوئی تھی، فرانسیسی طرز کے نازک اور خوب صورت مکان ایک عجیب کیفیت رکھتے تھے۔ بہر حال اس جگہ کی خوب صورتی سے کوئی انکار ممکن نہیں تھا اور ایسے ہی ایک سفید براق مکان یا کانچ کے سامنے نیکیسی رک گئی جس پر نمبر سولہ پڑا ہوا تھا۔ اس نے اس طرح اتر کر نبل ادا کیا جیسے کسی اور کے باہر آنے کی توقع نہ رکھتی ہو اور پھر اپنا مختصر سا سامان اٹھالیا اور میری طرف دیکھ کر بولی۔

”آؤ۔“ دروازہ باہر سے لاک نہیں تھا، اس نے ایک شناسا انداز میں دروازہ کھولا اور پھر ایک خوشنما باغیچے سے گزر کر بڑے دروازے کے پاس پہنچ گئی، یہاں اس نے آؤٹ کا سائن دیکھا اور مایوسی سے ہونٹ سکڑ کر بولی۔

”اوہو! شاید کہیں باہر گئی ہوئی ہیں، لیکن ہماری گاڑی تو موجود ہے، ماما اکثر نیکیسی میں ہی سفر کرتی ہیں چونکہ اب اسے ڈرائیونگ میں دقت ہوتی ہے۔“

”تو اب کیا ہوگا۔ دروازہ تو شاید باہر سے لاک ہے؟“

”میں جانتی ہوں اس دروازے کی چابی کہاں ہوتی ہے۔“ اس نے کہا اور ایک دیوار

”ہاں کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے، بات صرف پسندیدگی کی ہے، کوئی لحوں میں اپنے لیے دل میں مقام بنا لیتا ہے اور آپ انہی لوگوں میں سے ہیں مسٹر لائن ہارٹ۔“

”تعب ہے، میں اپنی اس صفت سے پہلے کبھی کیوں آگاہ نہ ہو سکا۔“ وہ ہنس پڑی پھر بولی۔

”جو کام جب بھی ہو جائے غنیمت ہوتا ہے آپ پہلے یہ بتائیے کہ کیا آپ میری یہ پیشکش قبول کریں گے؟“

”ایک ایسی اجنبی جگہ جہاں قیام کے بعد بھی طویل عرصہ اسے جاننے میں گزارنا پڑے گا، اگر وہاں اس طرح کا کوئی ساتھ، ساتھی یا دوست مل جائے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک خوش بختی کی بات ہے، لیکن پھر یہ بھی سوچنا ہوں کہ ایک اخلاقی پیشکش فوراً ہی قبول کر لینا کچھ عجیب سی بات ہوتی ہے۔“

”ہرگز نہیں جناب، یہ اخلاقی پیشکش نہیں بلکہ حقیقی پیشکش ہے۔“

”اور اگر مسز لاک کو یہ بات پسند نہ آئی تو؟“

”تو آپ میرے رخسار پر ایک تھپڑ ماریں اور اس کے بعد وہاں سے نکل آئیے، پیرس تو بہر حال آپ کے لیے اپنی آغوش وا کر دے گا۔“

”کیسی باتیں کرتی ہیں مس سولیس، آپ جیسی پر اخلاق اور پر خلوص شخصیت کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، لیکن اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ مسز لاک کو واقعی میری موجودگی پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا تو پھر اس پیشکش کو میں اپنی خوش بختی ہی سمجھ سکتا ہوں بلکہ میرے اندر زیادہ اعتماد پیدا ہو جائے گا اور میں یہ سوچوں گا کہ پیرس میں داخل ہونا تو میرے لیے بڑی خوش بختی کا باعث بنا۔“

”تو سمجھ لیجیے کہ آپ کی اس خوش بختی کا آغاز ہو گیا ہے اور اب ہم ساتھ ہیں۔“

میں نے خلوص دل سے اس کا شکریہ ادا کیا تھا اور خاموش ہو کر سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ بہر حال سفر جاری رہا اور اس کے بعد ہم دنیا کے حسین ترین شہر پیرس میں اتر گئے۔ اس وقت شام کا وقت تھا اور پیرس ایک عجیب و غریب تصور پیش کر رہا تھا اتر پورٹ پر کوئی اسے لینے نہیں آیا تھا بلکہ اس نے تمام قوانین سے فراغت کے بعد میرا انتظار کیا تھا اور جب میں بھی اپنے تمام کاغذات وغیرہ کلیئر کر کے باہر پہنچا تو اس نے ایک نیکیسی کو اشارہ کر دیا۔ نیکیسی ڈرائیور کو

ہوں اور یہاں آنے سے خوش بھی۔“

”چنانچہ اب کم از کم دو گھنٹے کی مہلت، اس کے بعد ملاقات ہوگی۔“ میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ کمرے میں بستر پر دراز ہو کر میں گہری گہری سانسیں لینے لگا تھا جو فیصلہ کر چکا تھا۔ اب اس کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا، لیکن کیا ہی عجیب بات ہے کہ ایک اجنبی لڑکی ایک اجنبی مرد کو اس طرح اپنے گھر لے آئی اور قیمتی ساز و سامان سے آراستہ یہ مکان بہر حال بڑی حیثیت کا حامل تھا، کوئی بھی بد نیت انسان یہاں خاصا نقصان پہنچا سکتا تھا لیکن شکر تھا کہ وہ میں نہیں تھا۔

”دو گھنٹے کے بعد وہ جب آئی تو کافی اور کھانے پینے کا بہترین سامان لے کر آئی تھی جس میں تازہ کیک، خاص قسم کے ڈرائی فروٹس اور کافی تھی۔“

”تکلف کا آغاز ہو گیا۔“

”بالکل نہیں، میں کچن میں کھانا بنا رہی ہوں، رات کا کھانا گھر پر ہی کھائیں گے حالانکہ مجھے کھانا بنانا ٹھیک سے نہیں آتا، لیکن پھر بھی بچپن میں سیکھا ہے اور گھر کا کھانا مجھے ہمیشہ اچھا لگتا ہے۔ عموماً ماما کھانا پکاتی ہے، لیکن کبھی کبھی میں بھی کچن میں داخل ہو جاتی ہوں، آج دیکھو نجانے تمہیں کیا کھلاؤں گی؟“

”بہت تکلف کر رہی ہو تم۔“

”کیوں بار بار یہ لفظ کہہ رہے ہو ڈیئر ہارٹ۔“ اس نے کہا۔ بہر حال کافی پینے کے بعد میں بھی اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

”تم اگر چاہو تو باہر کی سیاحت کر لو، حالانکہ شام رات میں تبدیل ہو گئی ہے لیکن پھر بھی جب بوئے ڈی بولون کے سارے کانچ روشن ہو جاتے ہیں تو ان کا عکس دریائے سین میں نظر آتا ہے اور دریائے سین بہت حسین لگتا ہے۔“

”میں تنہا کہیں نہیں جانا چاہتا۔“

”چاہتی تو میں بھی یہی ہوں۔“ اس نے کہا اور پھر بولی

”تو پھر آؤ کیوں نہ میرے ساتھ کچن میں چلو، کم از کم مجھے کوئی مشورہ دے سکو گے۔“ یہ مشغلہ مجھے بھی خاصا اچھا لگا، اس کے ساتھ بہت سا کام کیا تھا میں نے اور وہ ہنستی رہی تھی۔ پھر اس کے بعد ہم باہر نکل آئے منہ ہاتھ وغیرہ دھویا اور بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ موسم

کے قریب پہنچ گئی۔ پھر دیوار پر ایک بٹن دبا کر اس نے ایک خانہ کھولا اور اس میں سے دروازے کی چابی نکال لی، میں حیرانی سے یہ دیکھ رہا تھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

”اصل میں یہاں صرف ماما اور میں رہتے ہیں اور کبھی کبھی ہم اس طرح جدا بھی ہو جاتے ہیں، ایسے موقع کے لیے یہ انتظامات ضروری ہوتے ہیں آؤ۔“ اس نے لاک کھولا اور اندر داخل ہو گئی، کانچ اندر سے بے حد حسین تھا۔ مجھے وہ کانچ یاد آیا جو اسی طرح دریا کے کنارے بنا ہوا تھا اور شارلن سٹی میں پہلی بار میری ملاقات اس چالاک عورت سے ہوئی تھی۔ اسٹائل کچھ ایسا ہی تھا، لیکن بوئے ڈن بولون کا یہ کانچ اس کانچ سے کہیں زیادہ حسین تھا، البتہ یہ محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اسے خاصے دنوں کے بعد کھولا گیا ہو، سولیس لاک نے چاروں طرف حیرانا سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”لگتا ہے، ماما کو یہاں سے گئے ہوئی کافی دن ہو گئے، اور میرے خدا میری یادداشت بھی کس قدر خراب ہو گئی ہے، وہ مجھ سے کہہ بھی رہی تھی کہ میں شارلن سٹی جا رہی ہوں تو ممکن ہے وہ لندن چلی جائے، اصل میں اس کی ایک ہی بہن ہے اور وہ لندن میں رہتی ہے، عموماً وہ سمندری سفر کر کے لندن پہنچ جاتی ہے، یقینی طور پر یہاں کا ماحول یہ بتا رہا ہے کہ ماما کافی دن سے گھر میں موجود نہیں ہے، آئی ایم سوری۔ تمہاری ماما سے ملاقات نہیں ہو سکی، مگر جلدی کیا ہے، آؤ بے دھڑک آؤ میں تمہیں تمہارا کمرہ دکھا دوں۔“

کانچ میں پانچ کمرے تھے جن میں سے دو بیڈروم بنے ہوئے تھے، باقی سب بجائے نظر آ رہے تھے۔ گھر کی ہر شے سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بہترین مالی حیثیت کی حامل ہے۔ پھر اس نے ایک بیڈروم مجھے دیا اور کہنے لگی۔

”دیکھو ڈیئر! یا تو انسان کو آپس میں ایک دوسرے کے قریب نہیں آنا چاہیے اور اگر اس قدر قربت ہو جائے تو پھر کسی کے خلوص پر شک نہیں کرنا چاہیے۔“

”میں تم پر شک تو نہیں کر رہا سولیس۔“

”نہیں، میرا مطلب ہے کہ اب یہاں آ گئے ہو تو یہ بھول جاؤ کہ تم یہاں اجنبی ہو، میرے دوست ہو اور میں بڑی محبت سے تمہیں یہاں لائی ہوں۔ مجھے زیادہ خوشی اس بات کی ہوگی کہ تم بھی اسی محبت سے یہاں اپنائیت کا اظہار کرو مجھے اس سے بے پناہ خوشی ہوگی۔“

”شکریہ کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں ڈیئر سولیس، بہر حال میں تمہارا ممنون بھی

”ہاں۔“ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور میرے بستر پر پابنتی بیٹھ گئی۔
 ”اگر میں روحوں کا قائل ہوتا تو اس وقت یہی سوچتا کہ تم لینی مائیکالوس نہیں بلکہ اس کی
 روح ہو۔“

”اب جودل چاہے سمجھ لو لیکن بہر حال میں ہوں۔“
 ”لینی تم یقین کرو مجھے کوئی ذہنی صدمہ بھی پہنچ سکتا ہے۔ تمہیں یہاں دیکھ کر
 مم..... میں.....“

”اوه میں تمہیں کوئی ذہنی صدمہ نہیں پہنچانا چاہتی۔ تم بہترین انسان ہو ویس۔ اس
 بات کا میں نے پہلے دن بھی اعتراف کیا تھا اور آج بھی کر رہی ہوں۔“

میرے منہ میں نجانے کتنے الفاظ مچل رہے تھے۔ لائنڈ پول کے بارے میں پوچھنا
 چاہتا تھا اس نقلی لینی مائیکالوس کے بارے میں بھی جو گرفتار ہو گئی تھی لیکن نجانے کیوں میں نے
 قحط رویہ اختیار کیا اور میں یہ سب کچھ نہ پوچھ سکا۔ البتہ میری حیرت اپنی جگہ قائم تھی۔ وہ مجھے
 دیکھتی رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔
 ”ایک سوال کروں ویس۔“

”ہاں لینی۔“

”کیا تمہارے دل میں میرے لیے کوئی جگہ ہے؟“

”مم..... مطلب..... مطلب نہیں سمجھا۔“

”تم میری قربت میں جو لحظات گزار چکے ہو کیا اس کے بعد تمہارے دل میں میرے
 لیے محبت کا بھی کوئی جذبہ پیدا ہوا ہے؟“ ایک بار دماغ پھر بھک سے اڑ گیا۔ اصل لینی
 مائیکالوس کے ساتھ میں نے کوئی ایسا وقت نہیں گزارا تھا وہ تو بس چند لمحوں کے لیے ملی تھی
 اور اس کے بعد دوبارہ اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی تو کیا یہ..... یہ مگر آہ کیسے ممکن ہے کیسے
 ممکن ہے۔ البتہ ان الفاظ نے مزید قحط کر دیا تھا۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔ وہ
 آہستہ سے بولی۔

”جواب نہیں دو گے؟“

”لینی تمہیں یہاں دیکھ کر مجھے جس قدر حیرت ہوئی ہے تم یہ سمجھ لو کہ اس کے بعد میں
 کسی بات کا جواب دینے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ براہ کرم مجھے بتاؤ یہ سب کچھ کیا ہے۔ یہ

انتہائی خوشگوار تھا ہواؤں میں خاصی خشکی تھی۔ پھر ڈنر کیا گیا۔ وہ اپنی ماما کے بارے میں باتیں
 بتاتی رہی اور بہت دیر تک ہم باتیں کرتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد باہر تھوڑی سی مڑگشت کے
 لیے نکلے پرسکون خاموشی، گہرا سناٹا، کہیں کہیں کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آ جاتی
 تھیں۔ لیکن یہ کتے کناج کے احاطوں میں اندر بند ہوا کرتے تھے اور ان سے کوئی خطرہ نہیں
 تھا، خاصا طویل چکر لگانے کے بعد ہم واپس آ گئے، وہ کہنے لگی۔

”تم یقین کرو میں بے حد خوش ہوں، ایک پسندیدہ شخص اگر مہمان بن جاتا ہے تو
 دل کو بڑی مسرت ہوتی ہے۔“ خاصی رات گئے ہم لوگ اپنی اپنی خواب گاہوں میں پہنچ گئے
 تھے، مجھے اس کی نیت میں کوئی کھوٹ نظر نہیں آئی تھی۔

اور اپنے طور پر میں بہر حال ایک پاکیزہ فطرت کا انسان تھا۔ خود میری اپنی ذات کسی
 کے اعتماد کو دھوکا دینے کی حامل نہیں تھی لیکن اس وقت رات کا تقریباً ایک بج رہا تھا جب
 میرے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور میں چونک پڑا۔ دروازہ چونکہ اندر سے بند نہیں تھا
 اس لیے دستک دینے والا اندر داخل ہو گیا۔ مدھم روشنی میں، میں نے آنے والی کی شکل دیکھی
 اور میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ آنکھیں ناقابل یقین انداز میں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔
 میں حیرت سے منہ پھاڑے لینی مائیکالوس کو دیکھ رہا تھا۔ جوشخوابی کے لباس میں ملبوس مدھم
 روشنی میں بھی نمایاں نظر آ رہی تھی۔ میں ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا تھا۔ حیرت کی وجہ سے میرے
 منہ سے آواز تک نہیں نکل رہی تھی لیکن آنکھیں بھلا دھوکا کہاں کھا سکتی ہیں۔ لینی مائیکالوس
 ہی تھی۔ میرا ذہن چکر کر رہ گیا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں جاگتی آنکھوں سے کوئی
 خواب دیکھ رہا ہوں لیکن وہ پرسکون تھی اور اس کی مدھم سی مسکراہٹ اس بات کی غماز تھی کہ
 اسے یہاں آ کر نہ تو کوئی حیرت ہوئی ہے اور نہ مجھے یہاں دیکھ کر۔ وہ خاموش اپنی جگہ کھڑی
 مجھے دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

”قرب نہیں بلاؤ گے مجھے مائی ڈیر ویس۔“

”نت..... تم تم.....“

”پچانو مجھے۔ کیا نہیں پہچان پائے۔“

”لل..... لینی..... تم یہاں پیرس میں۔“ میرے منہ سے ہکلائے ہوئے انداز

لیکن لیکن آخر وہ..... بہر حال اپنے دماغ پر زور دینے کے بجائے زبان کو کنٹرول کر کے صحیح انداز اختیار کروں۔ حقیقت تو سامنے آ ہی جائے گی۔ دل پر جو کچھ گزر رہی تھی اس کا دل ہی میں رہنا اس وقت میرے لیے زیادہ مناسب ہے۔ میں چکرائی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا تو وہ ہنس کر بولی۔

”اوه یہ ایک لمبی کہانی ہے۔“

”پہلے مجھے یہ بتاؤ تمہیں لینی مائیکالوس کہوں، سولیس لاک یا پھر ماریا گرانٹھک؟“

”اب تو بہتر یہ ہے کہ تم مجھے صرف ماریا کہو۔ تمہاری زبان سے یہ لفظ مجھے بہت اچھا لگے گا۔“ اس کے اس انداز سے مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے واقعی میری کارکردگی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم لیکن مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے ہوئے تھے اور اپنے آپ کو سنبھالنا انتہائی مشکل ہو رہا تھا۔ سب سے پہلے مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اب جبکہ وہ مجھ پر ظاہر ہو گئی ہے تو وہ مجھ سے یہ سوال کرے گی کہ میں لائن ہارٹ کی حیثیت سے پیرس کیسے آ گیا۔ اسے تقریباً میرے تمام حالات معلوم ہو گئے تھے اور وہ جانتی تھی کہ میرے پاس شارلن سٹی سے نکلنے کے لیے کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ایسے عالم میں لائن ہارٹ کی حیثیت سے مین اسکا ہم سفر ہی نہیں رہا بلکہ یہاں اس کے ساتھ مقیم تھا۔ کیا مجھے یہاں لانے کی وجہ کچھ اور ہے یا پھر یہ صرف اتفاق۔ اوه میرے خدا، اس سے زیادہ عجیب و غریب بات اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی لیکن میں نے آخری وقت تک خود کو سنبھالے رکھنے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ طے کر لیا تھا کہ اس سے آسانی سے ہار نہیں مانوں گا چاہے کچھ بھی ہو جائے اور اب تو مجھے یہ بھی احساس ہو رہا تھا کہ جب ایسی صورت حال ہے کہ وہ سولیس لاک ہے ہی نہیں تو پھر مزر لاک کی موجودگی کا کیا جواز پیدا ہو سکتا ہے۔ سارا کھیل ہی بدل گیا تھا۔ اس چالاک لڑکی نے ایک کے بعد ایک جھوٹ بولا اور میں صحیح معنوں میں اصل صورت حال نہ سمجھ پایا تھا۔ بہر طور میں اپنی حیرتوں کو اس پر ظاہر کرتا رہا لیکن اندر ہی اندر میرا ذہن آئندہ ہونے والی گفتگو کے بارے میں اندازے لگا رہا تھا۔ میں نے کہا۔

”بہر حال جو کچھ بھی ہے اب تمہیں تو میں ماریا گرانٹھک کہہ کر ہی مخاطب کروں گا۔“

”صرف ماریا۔“

”ماریا ان حالات میں میری عقل جس قدر بھی خط نہ ہو جائے کم ہے۔ بھلا غور تو کرو

کاٹچ تو جہاں اس وقت میں موجود ہوں سولیس لاک کا ہے اور یہاں، م..... میرا مطلب ہے تم یہاں، آہ کیا ہے یہ سب کچھ کیا ہے؟ میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ آنکھیں بند کر لیں اور دیر تک گردن جھکائے بیٹھا رہا۔ چند لمحات اسی طرح گزر گئے۔ وہ بھی خاموش تھی اور نجانے کیا سوچ رہی تھی۔ میں نے پھر نگاہیں اٹھائیں اور کہا۔“

”مگر لینی مائیکالوس، تم.....“ الفاظ میرے منہ میں اٹک گئے کیونکہ دوسرے لمحے پھر ایک ہتھوڑا پڑا تھا۔ وہ لینی مائیکالوس نہیں تھی بلکہ میرے سامنے اب جولزی بیٹھی ہوئی تھی وہ سولیس لاک ہی تھی۔ لباس وہی، انداز بھی وہی، بیٹھنے کا طریقہ بھی وہی لیکن سولیس لاک اوه میرے خدا، یہ میں کس طلسم میں پھنس گیا۔ میں نے سوچا اور ایک بار پھر آنکھیں پھاڑ کر اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

”ایک بار پھر معذرت چاہتی ہوں ویس یا پھر دوسرے الفاظ میں ڈیر لائن ہارٹ، میں نہ سولیس لاک ہوں اور نہ لینی مائیکالوس۔“

”سس سس سس..... سولیس لاک، سولیس لاک بھی نہیں ہو۔“

”ہاں، لینی مائیکالوس یہ ہے۔“ اس نے اپنا نیچے لٹکا ہوا ہاتھ اوپر کیا تو میں نے اس کے ہاتھ میں ایک ربڑ ماسک دیکھا جو اس نے میرے سامنے ڈال دیا، ماسک سے یہ اندازہ تو نہیں ہوتا تھا لیکن اس کے نقوش، سر پر لگی ہوئی وگ، یہ ظاہر کرتی تھی کہ وہ لینی مائیکالوس کا ماسک ہے، لینی مائیکالوس کا ماسک، سولیس لاک کے چہرے پر اور وہ کہتی ہے کہ وہ سولیس لاک بھی نہیں ہے۔ میں بڑھال انداز میں اسے دیکھتا رہا تو وہ بولی۔

”اس وقت جب میری تم سے ملاقات ہوئی تھی تو میں یہی ماسک لگائے ہوئی تھی اور اصل لینی مائیکالوس نہیں تھی بلکہ میرا اصلی نام ماریا گرانٹھک ہے، سمجھ رہے ہونا ڈیر، میں ماریا گرانٹھک ہوں اور میرا جو چہرہ تم اس وقت دیکھ رہے ہو یعنی سولیس لاک کا چہرہ وہ اصل میں میرا اصل چہرہ ہے یعنی ماریا گرانٹھک کا چہرہ۔“ میں اب بھی خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ بہر حال ان سارے انکشافات کا اثر تو میرے ذہن پر پڑا ہی تھا۔ کیسے یقین کر لوں، یہ لڑکی ہے یا قیامت اور پھر جو واقعات میرے علم میں تھے اوه میرے خدا اگر میرے منہ سے کوئی ایسی ویسی بات نکل جاتی تو وہ میری جانب سے مشکوک ہو جاتی۔ ہو سکتا ہے اسے اس بارے میں کچھ نہ معلوم ہو، ہو سکتا ہے یہ بات وہ بالکل نہ جانتی ہو کہ اس کی گرفتاری میں میرا ہاتھ تھا۔

لینی مائیکالوس کا تعلق بہت بڑے بڑے حلقوں سے ہے۔ یعنی ان لوگوں سے بھی جن سے مجھے اپنا کچھ کام لینا تھا چنانچہ لینی مائیکالوس کو اغوا کر کے میں نے ایک جگہ رکھا اور خود اس کا میک اپ اختیار کر کے اس کی رہائش گاہ پر رہنے لگی۔ جس کانچ میں میری تم سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ وہ لینی مائیکالوس کے ایک دوست پیرٹ کا ہی کانچ تھا لیکن اس وقت اس میں اصلی لینی مائیکالوس نہیں بلکہ میں تھی۔ پھر میری تم سے ملاقات ہو گئی اور بعض اوقات کچھ لوگ اس طرح دل کو بھا جاتے ہیں جیسے تم مجھے اس وقت بھائے اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے اندر مردانگی کا ایسا جز ہے جسے دیکھ کر دل خود بخود تمہاری جانب کھینچ لگتا ہے۔ یقین کرو میں ایک محتاط لڑکی ہوں، میں نے کبھی مردوں کی قربت قبول نہیں کی۔ اول تو میرا پروفیشن جس میں اجنبی لوگوں کی قطعی گنجائش نہیں ہوتی اور پھر یہ بھی ہے کہ دوستوں کے درمیان پھنس کر آدمی اپنے مشن سے دور ہٹ جاتا ہے تو میں لینی مائیکالوس کی حیثیت سے تم سے ملی اور جب تم میرے ساتھ رہنے لگے تو آہستہ آہستہ میری تمام صلاحیتیں کند ہو گئیں اور ٹھنڈیوں محسوس ہوا جیسے میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں۔ بہر حال میرا کام اپنے طور پر جاری رہا لیکن پتا نہیں کس طرح کم بخت مقامی انتظامیہ کو میرے بارے میں معلومات حاصل ہو گئیں اور آخر کار انھوں نے مجھے گرفتار کر لیا۔“

”گرفتار کر لیا؟“ اب میری اداکاری کرنے کی باری تھی۔

”ہاں۔ میں بھی گرفتار ہو گئی اور میرا ایک بہترین ساتھی مائیکل لوٹھر بھی گرفتار ہو گیا جو وہاں ایک اور شخص فرینک کے میک اپ میں تھا اور فرینک نامی شخص بہت بڑی حیثیت کا مالک تھا اور ہمیں اس سے بہت سی ایسی معلومات حاصل ہوئی تھیں جو ہمارے لیے بے حد کارآمد ہو سکتی تھیں۔ بہر حال یہ تھی صورتحال، اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم ایک دم سے لائن ہارٹ کیسے بن گئے۔ ویس کو شارلن سٹی سے نجات کیسے حاصل ہوئی“

”اوہ ماریا۔ حالانکہ یہ لفظ منہ سے ادا کرتے ہوئے مجھے کتنا عجیب لگتا ہے، میں اس وقت تمہارے مکان میں ہی تھا جب اچانک اس مکان کو چاروں طرف سے پولیس نے گھیر لیا۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ مجھے اندازہ ہو گیا اور میں یہ نہیں سمجھا تھا کہ پولیس تمہارے لیے آئی ہے بلکہ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میرے پاس کاغذات وغیرہ نہیں تھے، میں جانتا تھا کہ اگر ایک بار پولیس کے ہتھے چڑھ گیا تو زندگی بچانا مشکل ہو جائے گا۔ وہ مجھے غیر ملکی جاسوس یا

کہ تمہاری تین تین شخصیتیں میرے سامنے ہیں اور پتا یہ چلا ہے کہ تم وہ بالکل نہیں ہو جو میرے علم میں ہے۔“

”ہاں اور میں تم سے اس قدر مخلص ہوں کہ اب میں نے تمہیں اپنے بارے میں وہ تمام حقیقتیں بتا دی ہیں۔“

”صرف ایک حقیقت اور بتا دو؟“

”پوچھو۔“

”کیا ماریا اگر انتھک تمہارا آخری نام ہے۔“ وہ ہنس پڑی پھر بولی۔

”ذخیرہ میں نہیں جانتی کہ انسان ایک دوسرے کو اپنے بارے میں کیسے یقین دلاتا ہے۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ میرے یہ الفاظ بالکل سچ ہیں اور اب میں تم سے کوئی فریب نہیں کر رہی ہوں میں اپنی تمام تر محبتوں کا سہارا لے کر تم سے یہ گفتگو کر رہی ہوں اور اس میں ایک لفظ بھی غلط نہیں ہے۔“

”تو تم ماریا اگر انتھک ہو؟“

”ہاں۔“

”اور سولیس لاک۔“

”ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔“

”میرا بھی یہی اندازہ تھا۔“

”تم نے اصل بات تو پوچھی ہی نہیں۔“

”وہ کیا؟“

”یہ کہ لینی مائیکالوس کیا چیز تھی۔“

”میں یہ واقعی نہیں جانتا۔“

”اب میں تمہیں اپنے بارے میں بتا دینا ضروری سمجھتی ہوں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ میں ایک ایسے آرگنائزیشن کے لیے کام کرتی ہوں جو دنیا بھر میں اپنا جال پھیلانے ہوئے ہے۔ اس کے بارے میں تفصیل تمہیں بعد میں بتاؤں گی۔ مختصر سن لو، میں اور میری آرگنائزیشن کے کچھ افراد شارلن سٹی ایک اہم کام کے لئے گئے ہوئے تھے۔ شارلن سٹی میں لینی مائیکالوس نامی ایک اداکارہ بڑی شہرت رکھتی ہے اور یہ بات میرے علم میں آ گئی تھی کہ

ایسے دولت مند بھی ہیں جنہوں نے دنیا بھر میں اپنا کاروبار کسی نہ کسی شکل میں پھیلا رکھا ہے اور وہ مختلف صنعتیں قائم کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ بھی ایسے ہی ایک دولت مند شخص کا کاروبار جس نے اپنا ٹھکانہ کسی خفیہ جگہ بنا رکھا ہے اور پوری دنیا میں اپنے کاروبار کا جال پھیلا رکھا ہے۔ اس کا آرگنائزیشن گولڈن ہارس کے نام سے مشہور ہے۔“

”مگر اس کا کاروبار کیا ہے؟“

”دنیا بھر کی حکومتوں کے لیے ان کی ضروریات پوری کرنا چاہے وہ اسمگلنگ کے ذریعے ہوں چاہے بڑے بڑے ملکوں میں ڈاکہ زنی کرنی پڑتی ہو، چاہے ملکوں کے راز چوری کر کے ایک دوسرے کو فروخت کرنا ہوں۔ چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا کام وہ شخص کرتا ہے اور اس کام کے لیے اس نے دنیا کے ہر ملک میں ہر شہر میں اپنے آدمی پھیلا رکھے ہیں۔ ایک باقاعدہ طریقہ کار ہے اس کا یہ دولت مند شخص ان سب کو اعلیٰ درجے کی تحواہیں دیتا ہے اور اپنے مخصوص ذرائع سے کام لے کر ان کو انہی کے شہر میں ہر طرح کا تحفظ بھی فراہم کرتا ہے یا اگر کسی کو آؤٹ ڈور بھی بھیجا جائے تو اسے بھی تحفظ مہیا کیا جاتا ہے، یہ ہے گولڈن ہارس تنظیم کا سارا کاروبار اور مین اس تنظیم کی رکن ہوں۔ مجھے اور میرے ایک ساتھی کو اس کام کے لیے بھیجا گیا تھا اور وہاں ہم لوگ ایک چھوٹے سے گروہ کے ساتھ کام کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔ ہمارا طریقہ کار یہی ہے کہ ہم اس وقت تک اپنے ادارے کے افراد سے رابطہ نہیں کرتے جب تک کہ کوئی سخت ہی مشکل پیش نہ آجائے۔ ویسے ہم کسی شہر میں کام کرنے کے لیے نکلتے ہیں تو وہاں پر ہمارے محافظوں کو بھی الرٹ کر دیا جاتا ہے اور وہ ہماری نگرانی بھی کرتے ہیں اور ہمارا تحفظ بھی لیکن ہمارے کسی مسئلے میں مداخلت نہیں کرتے وہ جب تک کہ ہم کسی مشکل کا شکار نہ ہو جائیں۔ تو ایسا ہی ہوا۔ میں اپنا تقریباً 95 پرسنٹ کام مکمل کر چکی تھی اور لینی مایکالوس کے میک اپ میں وہ تمام مفادات حاصل کر چکی تھی جس کے لیے مجھے وہاں بھیجا گیا تھا لیکن پھر ان لوگوں کو شبہ ہو گیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں کے ایک اعلیٰ افسر لائڈ پول نے مجھے گرفتار کر لیا۔ اپنی دانست میں اس نے میرے تحفظ کے سارے کام کر دیے تھے لیکن ہمارا وہ شعبہ جو بعد میں ہمارا تحفظ کرتا ہے ہمارے لیے مستعد تھا چنانچہ ان لوگوں کی تمام تر کوششوں کے باوجود آخر کار مجھے شارلن سٹی سے پیرس فرار کرایا گیا اور میرے کچھ اور ساتھیوں کو مختلف گوشوں میں نکال دیا گیا کیونکہ یہ بھی ایک ضرورت تھی، ہم

کچھ بھی قرار دے سکتے تھے۔ چنانچہ میں جان توڑ کے ان کے نرغے سے نکل آیا اور وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔ بس اس کے بعد مجھ پر کیا کیا ہوتی ہے یہ تمہیں نہیں بتا سکتا۔ پھر ایک ایسے ایجنٹ سے رابطہ قائم ہو گیا جو ایک معقول رقم لے کر لوگوں کو شارلن سٹی سے باہر نکالتا تھا۔ وہ کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ کی تیاری میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ بہر حال اس کی مانگ پوری کرنے کے لیے مجھے ایک چھوٹا سا ڈاکا بھی ڈالنا پڑا اور میں نے اس کی خواہش پوری کر کے وہ رقم اسے ادا کر دی جس کے نتیجے میں اس نے مجھے ایک پاسپورٹ اور ایسے کاغذات دیے جن کی بناء پر میں شارلن سٹی سے نکل کر پیرس آ سکتا تھا اور یوں میں لائن ہارٹ بن گیا کیونکہ اس کے نام سے مجھے پاسپورٹ دیا گیا تھا۔ بس یہ ہے میری مختصر کہانی اور اس کے بعد تم جہاز میں نظر آ گئیں مگر میں بھول کر بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ یہ تم ہوگی۔“

اور اس وقت تم میری حیرت کا اندازہ نہیں لگا سکتے جب میں نے جہاز میں اپنے برابر کی سیٹ پر تمہیں دیکھا تھا لیکن مجھے اس قدر اطمینان ضرور تھا کہ تم مجھے میری اصل شکل میں نہیں پہچان سکو گے۔ میں نے اسی وقت دل میں سوچ لیا تھا کہ تم جہاں کہیں بھی جا رہے ہو میں تمہیں اپنے ساتھ پیرس لے کر جاؤں گی۔ تم جیسی شخصیتیں بہت کم ملتی ہیں اور میں آج بھی یہ بات کہتی ہوں کہ شاید تم سے زیادہ میں نے زندگی میں کسی کو پسند نہیں کیا۔“

”بڑی عجیب بات ہے، ماریا واقعی بڑی عجیب بات ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم کہہ رہی تھی کہ تم گرفتار ہو گئیں؟“

”ہاں اصل میں میری خواہش ہے ڈیرویلز کہ میں تمہیں وہ ساری حقیقتیں بتا دوں کیونکہ اس دوران میں بھی تمہارے بارے میں سوچتی رہی ہوں اور میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگر تم پسند کرو تو میرا اور تمہارا ساتھ دائمی ہو جائے۔“

میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا، وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔

”تو میں نے تم سے اپنے آرگنائزیشن کا تذکرہ کیا تھا۔ یہ آرگنائزیشن یا تنظیم گولڈن ہارس کہلاتی ہے اور جیسا کہ میں نے تمہیں مختصر بتایا کہ گولڈن ہارس دنیا بھر میں اپنے کاروبار کرتی ہے۔ تمہیں انتہائی عجیب محسوس ہوگا کہ لوگ جس طرح مختلف کاروبار کرتے ہیں، چاہے وہ کتنے ہی بڑے پیمانے پر ہو اس میں وہ کوئی خاص شعبہ منتخب کرتے ہیں۔ کوئی امپورٹ ایکسپورٹ کرتا ہے کوئی جہاز رانی کرتا ہے کوئی ٹیکسٹائل کی صنعتیں لگاتا ہے کچھ

اس شخص کے بارے میں اور کوئی نہیں جانتا“
”گولڈن کراؤن گروپ؟“

”ہاں میں تمہیں بتاتی ہوں۔ اصل میں جب کہ میں نے تم سے کہا وہ بہت عجیب و غریب شخص ہے، فرض کرو ایک خاتون کو ایک کتا چوری کروانا ہے اور وہ گولڈن ہارس سے رابطہ قائم کر لے تو گولڈن ہارس اتنے معمولی اخراجات پر یہ کام کرتا ہے جو اس خاتون کو ناگوار نہ گزریں۔ یہ چھوٹے سے چھوٹا کام ہے اس طرح کام کی نوعیت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ دس ڈالر سے دس ارب ڈالر تک کا کام ہر شخص کے شہر میں اس کی خواہش کے مطابق ہو سکتا ہے، تمہیں یقیناً تعجب ہوگا کہ گولڈن ہارس تنظیم ہر معیار کا کام کرتی ہے۔ چاہے وہ کسی نوعیت کا ہو یا کتنی ہی نوعیت کا ہو۔ ہم دس ڈالر کا کام بھی اسی انداز میں اور اسی دلچسپی سے کرتے ہیں جیسے دس ارب ڈالر کا کوئی کام۔ اور ایسے کاموں کے لیے گولڈن ہارس دنیا کے ہر ملک میں نئے نئے نمائندوں کی تلاشی میں سرگرداں رہتی ہے ان کی ذہنی بساط کے مطابق۔ یعنی اگر ایک شخص صرف جیب تراشی جانتا ہے تو وہ بھی گولڈن ہارس کا ممبر بن سکتا ہے اس کا تنخواہ دار بن سکتا ہے لیکن اسے جیب تراشی بند کر کے صرف لوگوں کی جیبوں سے گولڈن ہارس کی خواہش کے مطابق اشیاء نکالنا ملے گی اور اسے بھی وہی تحفظ حاصل ہوگا جو بڑے سے بڑے کام کرنے والے کو ہے اس کے علاوہ کوئی تجوری ٹورنے کا ماہر ہے۔ کوئی پیشہ ور قاتل ہے یا پھر اس سے آگے کے شعبے شروع ہوتے ہیں تو ان میں سے ہر شخص کی ایک حیثیت ہوتی ہے اور تنظیم میں اس کا ایک مقام ہوتا ہے اس طرح تنظیم چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا کام کرتی ہے۔“

”لیکن اس سے کام کرانے والے لوگ اس کی جانب متوجہ کیسے ہوتے ہیں؟“ میں نے سوال کیا اور وہ مسکرا دی پھر بولی۔

”ہاں یہ بھی ایک الگ شعبہ ہے۔ یعنی ایسے ضرورت مندوں کی تلاش جنہیں اپنا کوئی کام کرانا ہو اور گولڈن ہارس پورے اعتماد کے ساتھ اس کا وہ کام کرتی ہے اس کے ساتھ ساتھ ہی افراد کی صورت حال بھی ہے، یعنی ہم باقاعدہ انسان کی شخصیت کا تجزیہ کر کے اسے نمبر ایک نمبر دو نمبر تین پر رکھتے ہیں اور اس کی ایک الگ صورت حال مقرر کر دی جاتی ہے مثلاً ایک چھوٹی سی تربیت دے کر ہم سب سے پہلے اپنے نمائندے کو وائٹ کراؤن دیتے ہیں۔ وائٹ کراؤن ایک شناختی نشان ہے اور اس شخص سے وائٹ کراؤن کے مطابق ہی کام لیا جاتا ہے۔

سب ایک ساتھ ایک ہی سمت سفر نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اس طرح ہماری شناخت ہو جاتی اور کچھ پیچیدہ الجھنیں سامنے آ جاتیں، میرا خیال ہے اب تمہاری تشفی ہوگئی ہوگی۔ یہ صورت حال تھی، لیکن چاہے کوئی بھی قسم لے لو مجھ سے، تمہارے لیے میں بے حد متردد تھی کیونکہ یہ بات میرے علم میں بھی تھی کہ تم بے یار و مددگار ہو، تمہارے پاس کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ بھی نہیں ہے۔ شاید تم میری بات پر یقین کر لو کہ تمہیں جہاز میں سفر کرتے دیکھ کر میرے دل میں پھول ہی پھول کھل گئے تھے اور مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تم نے کسی نہ کسی طرح شارلن سٹی سے چھٹکارہ حاصل کر ہی لیا ہے۔ میرا خیال ہے اب تمہارے ذہن میں کوئی بات تشنہ نہیں رہے گی ہوگی۔“

میں ابھی دریائے حیرت میں غوطہ زن تھا۔ کیا عجیب چکر چلا ہے۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بدلی ہوئی شکل کی یہ لڑکی میری پوری طرح شناسا ہوگی، آہ اگر کوئی غلط بات منہ سے نکل جاتی تو اس وقت یہ میری دوست ہونے کی بجائے دشمن ہوتی۔

وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی اور پھر بولی۔ ”کیا اب بھی تم مجھ سے غیروں جیسا سلوک کرو گے؟“

اس کی آنکھوں میں جو دعوت تھی میں نے اسے سمجھ لیا اور بہر حال پیرس میں اس کا مہمان بھی تھا اور اب ایک ایسا شناسا بھی جس کی حقیقت صرف وہی جانتی تھی اور جو کسی بھی وقت لائن ہارٹ کی بجائے کسی اور نام سے شناخت کرایا جاسکتا تھا۔ اس لیے اس سے تعاون کرنا ہی ضروری تھا اور اس تعاون کے نتیجے میں مجھے خاصا وقت بہتر گزارنے کے مواقع مل سکتے تھے۔

پھر ہمارا دوسرا دن ساتھ ساتھ ہی تھا۔ اس نے مجھے پیش کش کی کہ اگر میں چاہوں تو وہ مجھے پیرس کی سیر کرائے لیکن ذہن پر کچھ ایسی کہولت سوار تھی کہ میں نے اس پروگرام کو بعد کے لیے ملتوی کر دیا اور اس سے باتیں کرتا رہا۔ اس نے مجھے گولڈن ہارس کے بارے میں مزید تفصیلات بتائیں، ایسے شعبوں کے بارے میں تو وہ بتا ہی چکی تھی جو دنیا کے مختلف ملکوں میں اپنے اور اس کے کارکنوں کی حفاظت کرتے ہیں اس دولت مند شخص کے بارے میں اس نے کہا تھا۔

”تم یقین کر و ایک گروپ ہے جو گولڈن کراؤن ہے سوائے گولڈن کراؤن گروپ کے

ہمارے بارے میں پتا چل جاتا۔ ایسی صورت میں ناکامی تو ہونی ہی تھی۔“
 ”تو پھر جن پارٹیوں سے تمہارا رابطہ ہوتا ہے وہ اس ناکامی کے بعد تمہارے ساتھ کیسا رویہ اختیار کرتی ہیں۔“

”غلط رویہ اختیار کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں اگر صورت حال ایسی ہو کہ بعد میں ان کا کام واپس ہونے کی گنجائش ہو، تو ہم پھر کوشش میں لگ جاتے ہیں اور اگر کوئی ایسا مسئلہ ہوتا ہے کہ کام نہ ہو سکا اور باقی ختم ہو گئی تو پھر اس پارٹی کا دیا ہوا ایڈوانس اسے واپس کر دیا جاتا ہے اور اس سے معذرت کر لی جاتی ہے۔“
 ”گڈ۔ واقعی اس میں کوئی شک نہیں اس سے پہلے ایسے کسی آرگنائزیشن کے بارے میں سنا بھی نہیں ہے۔“

وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔
 ”اب سن لو گے اور تم نے سن بھی لیا ہے لیکن کتنا عجیب لگے گا تمہیں۔ جب تم خود بھی وہی سب کچھ کر رہے ہو گے۔“
 میں نے اس کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کی اور پھر چونک کر بولا۔
 ”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ ڈیڑھ کہ اب تم بھی اس آرگنائزیشن کے لیے کام کرو گے۔“
 ”میں؟“

”ہاں۔“

”لیکن کیسے؟“

”جب تم میری پسند ہو تو یہ سمجھ لو کہ میری انتہائی خواہش یہی ہوگی کہ تمہیں مجھ سے دور نہ رہنے دیا جائے۔“

”یعنی..... یعنی..... یعنی“

”ہاں..... لیکن جو کچھ بھی ہوگا تمہاری اجازت سے۔ تمہاری مرضی سے۔“

”مجھے کچھ اور سمجھانے کی کوشش کرو ڈیڑھ ماریا۔“

”میں تمہیں اس آرگنائزیشن میں رکھوا دوں گی۔ تم ہمارے ساتھی بن جاؤ گے اور ہمارے ساتھ مل کر کام بھی کرو گے۔“

ہاں اگر وہ اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک ہے تو اس کا تجزیہ کرنے کے بعد اسے براؤن کراؤن دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد مزید بات آگے بڑھتی ہے اور ریڈ کراؤن دیا جاتا ہے، آخر میں گرین کراؤن ہوتے ہیں اور گرین بڑے اعلیٰ پائے کے لوگ ہوتے ہیں، گرین کراؤن کے سپرد بڑے بڑے کام کیے جاتے ہیں۔ آخری اعزاز جو بہت بڑی بڑی اور ذہین ترین شخصیتوں کو دیا جاتا ہے وہ گولڈن کراؤن ہے بس یہ آخری اعزاز ہے اور گولڈن کراؤن سے براہ راست چیف رابطہ قائم رکھتا ہے اور صرف وہی چیف کے بارے میں جانتا ہے لیکن گولڈن کراؤن حاصل کرنے کے لیے جو کچھ کرنا پڑتا ہے وہ ایک الگ ہی صورت حال کا حامل ہے۔“
 ”تمہارے پاس کون سا کراؤن ہے؟“

”ریڈ کراؤن۔“

”اوہو گرین نہیں۔“

”نہیں ابھی میں اپنے آپ کو اس معیار پر نہیں لے جاسکی۔“

”گڈ۔ تم نے ایک ایسی دنیا کا انکشاف کیا ہے میرے سامنے جسے ایک روایتی دنیا ہی کہا جاسکتا ہے۔ کیا عجیب و غریب تنظیم ہے یہ مگر اس کی جڑیں کہاں کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں۔“

”میں مکمل طور پر نہیں جانتی لیکن جہاں تک میرے علم میں ہے تم دنیا کے کسی بھی ملک کا نام لو وہاں تمہیں گولڈن ہارس مل جائے گی۔“

”واقعی باکمال ادارہ ہے۔ اچھے کام صرف وہی ہوتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ ادارے کے اپنے کچھ اغراض و مقاصد بھی ہوں گے؟“

”وہ میں تم پر ظاہر کر چکی ہوں، دولت، دولت صرف دولت، کمائی۔ کمائی صرف کمائی، کسی بھی مشکل کا شکار ہو اگر تمہارا تعلق گولڈن ہارس سے قائم ہو جائے تو بس سمجھ لو تم اپنی مشکل کا حل پا لو گے۔ ہم لوگ آخری حد تک یہ کوشش کرتے ہیں کہ اپنے ممبروں کو پوری طرح مطمئن کر سکیں۔“

”کبھی ناکامی نہیں ہوتی؟“ میں نے سوال کیا۔

”کیوں نہیں، اب تم دیکھو نا یہ صرف اتفاق تھا کہ میں اس وقت اپنا کام کر چکی تھی جب وہاں میرے بارے میں علم ہوا یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں اپنا کام نہ کر پاتی اور ان لوگوں کو

”آہ لیکن کیا یہ سب کچھ آسانی سے ہو جائے گا؟“

”میں ریڈ کراؤن ہوں اور مجھے اتنا حق حاصل ہے کہ اپنا کوئی پرابلم ان کے سامنے لے آؤں اور میرا پرابلم یہ ہے کہ میں اب تم سے دور نہیں رہ سکتی۔ حالانکہ ہم لوگوں کی تربیت میں یہ بات شامل ہے کہ ہم اپنے پسند کے مرد کی قربت حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ ہمارے ذاتی معاملات پر کبھی کوئی پابندی نہیں ہوتی لیکن کسی کے لیے کبھی دل میں اتنا بڑا مقام نہیں بنا سکتے کہ وہ ہم پر حاوی ہو جائے اور اس طرح آرگنائزیشن کو کوئی نقصان پہنچ جانے کا خدشہ ہو۔“

”ایسا ہوتا ہوگا۔“

”سینکڑوں واقعات ہوتے ہیں۔ ایسے معاملات سے آرگنائزیشن خود نمٹ لیتی ہے۔“

”تو کیا تمہیں اس کی اجازت دی جائے گی ماریا کہ تم مجھے اپنے ساتھ رکھ سکو؟“

”تمہاری مکمل ضمانت میں قبول کروں گی پھر میرا ایک استحقاق ہے یعنی یہ کہ جو کچھ میں کرنا چاہوں اس پر غور کرنے کے بعد میری بات کو تسلیم کر لیا جائے کیونکہ میں ریڈ کراؤن ہوں۔“

”یعنی اب تم مجھے اس تنظیم میں شامل کرادو گی؟“

”تنظیم میں اس کی گنجائش ہے اور میں تمہارے حالات سے بہ خوبی واقف ہوں۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ تم تنظیم کے لیے کسی قدر نقصان دہ ثابت ہو، بلکہ ابتدائی معاملات طے کرنے کے بعد ممکن ہے تمہیں تنظیم میں نہایت اعلیٰ مقام مل جائے کیونکہ میں تمہاری شخصیت کی تھوڑی بہت جھلک دیکھ چکی ہوں اس جگہ بھی جہاں تم نے ہمارے آدمیوں کو شکست دی تھی جو بعد میں گرفتار ہو گئے تھے۔ میں دو جگہ تمہاری کارکردگی دیکھ چکی ہوں۔“

”تنظیم یہ سب قبول کر لے گی؟“

”یہ مجھ پر چھوڑ دو۔“

”او کے ماریا، میں تیار ہوں۔“ میں نے کہا۔

ہر کام کا ایک معاوضہ ہوتا ہے۔ ہر عمل کے لئے رد عمل ضروری ہے۔ ماریا گرانٹھک میرے لیے سب کچھ کر رہی تھی اور میں اس کے لیے..... لیکن یہ میری منزل نہیں تھی۔ میری شخصیت دو حصوں میں تقسیم تھی۔ ایک حصہ ایک مستعد چاق و چونڈ شخص واپس کے روپ میں تھا

اور دوسرا نامعلوم۔ لاکھ کوشش کے باوجود میں اس دوسرے انسان سے الگ نہیں ہو پا رہا تھا۔ وہ جب بھی میرے اندر جاگتا۔ میں ادا سیوں میں ڈوب جاتا اور غیر اختیاری طور پر حسرتوں کا شکار ہو جاتا۔ میری نظریں خلاؤں میں کھو جاتیں جہاں میرا ماضی گم ہو گیا تھا۔ یہ کیفیت طویل عرصہ جاری رہتی تھی۔

”گولڈن ہارس کے بارے میں ماریا نے جو کچھ کہا تھا وہ بالکل درست تھا۔ یہ بے حد پراسرار تنظیم تھی۔ لوگ ایسے کاروبار بھی کرتے ہیں مجھے حیرت ہوتی تھی۔ ملکوں کا نظام بھی اس باقاعدگی سے نہیں چل پاتا جس طرح اس تنظیم کا نظام چل رہا تھا۔ ہر شخص اپنی جگہ مستعد۔ ہر کام میں سلیقہ۔“

مجھے وہ انٹ کراؤن مل گیا تھا۔ ماریا گرانٹھک نے سب کچھ با آسانی کر لیا تھا۔ مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا میں پیرس میں ہی رہنا چاہتا ہوں۔

”نہیں۔“

”پھر کہاں جانا چاہتے ہو؟“

”کہیں بھی نہیں۔“

”گڈ۔ سیاحت کرتے رہنے کے خواہشمند ہو۔“

”ہاں۔“

”تب تمہارا شعبہ زید اے ہے۔ تمہیں کسی بھی کام سے کہیں بھی بھیجا جاسکتا ہے۔“

”میں یہی چاہتا ہوں۔“

”میرے لیے ایک ہوٹل کا کمرہ مخصوص کر دیا گیا۔ جہاں میں مطمئن تھا اور پھر مجھ سے چھوٹے چھوٹے کام لیے جانے لگے۔ جنہیں میں نے بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ یہاں ہمارا انچارج آرنس ویلس تھا۔ میں نے کام کی تکمیل کے بعد اسے رپورٹ پیش کی تو اس نے حیرت کا اظہار کیا۔“

”یہ رپورٹ تم نے تیار کی ہے۔“

”جی سر۔“

”میرا مطلب ہے یہ تمہاری تحریر ہے۔“

”جی سر۔“

”مان لی۔“ اس نے کہا۔

”کسی سے یہ نہ کہنا کہ یہ رپورٹ تم نے تیار کی ہے۔ میں اسے اپنی تحریر میں لکھ لوں گا۔ یہ کہہ کر کہ اس کے نکات تم نے بتائے تھے۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے۔“

”ہرگز نہیں بلکہ آئندہ رپورٹیں بھی آپ ہی تیار کریں۔“

”گڈ۔ اب ٹھیک ہے۔“

لیکن مسٹر ویلس میرے لیے ایک شوشہ چھوڑ گئے تھے۔ کیا میں ایک تجربہ کار جرائم پیشہ آدمی ہوں۔ کیا ماضی میں کوئی ایسا واقعہ ہوا تھا جس کی بنا پر میری یادداشت گم ہو گئی لیکن کچھ بھی سوچوں فائدہ کچھ نہ ہوگا۔

مسٹر ویلس میرے تعاون سے مطمئن ہو گئے تھے۔ مجھ سے کئی چھوٹے چھوٹے کام لیے گئے جنہیں میں نے چنگی بجاتے کر ڈالا۔ ادھر ماریا گرانٹھک کو کسی بڑے کام کے لیے فرانس سے باہر جانے کی ضرورت پیش آ گئی۔ چنانچہ وہ چلی گئی لیکن وہ میرے لیے ثانوی حیثیت رکھتی تھی۔ مجھے اس کی غیر موجودگی سے کوئی قلق نہ ہوا۔

پھر ایک دن مسٹر ویلس نے مجھے طلب کر لیا۔

”تمہیں ملابو جانا ہے۔“

”ملا بو کیا ہے؟“

”استوائی گنی کا دار الحکومت جہاں تمہیں فنگ سے ملاقات کرنی ہے۔“

”میں سمجھا نہیں۔“

”آخر کار میں ہار گیا۔ میں نے اپنے مفاد کی خاطر تمہیں تاریکی میں رکھنے کی کوشش کی لیکن میرے ضمیر نے تسلیم نہیں کیا۔ تو میں نے تمہارے بارے میں رپورٹ پیش کر دی اور اب تمہیں ایک تجرباتی مہم پر بلا یا گیا ہے۔“

”مجھے کیا کرنا ہے؟“

”تیاری اور خود کو اس مہم پر آمادہ کرنا۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے بے پردائی سے کہا۔

مسٹر ویلس نے پیرس ائر پورٹ پر مجھے رخصت کرتے ہوئے کہا۔ ”کوئی اور خیال دل میں ہو تو مجھے بتا دو۔ ویسے شاید میں تمہیں کبھی نہ بھول سکوں۔“

”اور کسی تجربہ کار کارکن نے تو تحریر نہیں کرایا۔“

”نہیں سر۔“

”یقین نہیں آتا۔“

”تب پھر آپ تحقیق کرنے کے انتظامات کریں۔“ میں نے کہا اور وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔ ویلس نہ جانے کس قسم کا انسان تھا۔ حالانکہ اس کا تعلق ایک جرائم پیشہ تنظیم سے تھا اور مزاجاً بھی تند تھا لیکن اس نے اسی شام میرے ہوٹل کے کمرے میں مجھ سے ملاقات کی۔

”میں اب بھی اس رپورٹ سے مشکوک ہوں۔“

”آ خر کیوں؟“

”اس لیے کہ تم نے جس انداز میں کام کیا ہے وہ ایک مکمل تربیت یافتہ شخص کا کام معلوم ہوتا ہے۔“

”مسٹر ویلس۔ یہ میرا قصور ہے؟“

”نہیں۔ بس میں حیران ہوں۔“

”آپ کی حیرانی دور کرنے کے لیے مجھے کیا گھرنا چاہیے۔“

”کچھ بھی نہیں۔ اصل میں تمہارے بارے میں اب مجھے یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ ہر قسم

کینکام تمہیں سوئپ دیے جائیں۔“

”آپ ضرور فیصلہ کریں۔ میں اس میں کوئی مزاحمت نہیں کروں گا۔“

”ایک اور مشکل بھی درپیش ہے۔“ مسٹر ویلس نے رخسار کھجاتے ہوئے کہا۔ ”کسی اہم

آدمی کو ہم اپنے لیے مخصوص نہیں رکھ سکتے۔ اگر کوئی خصوصی کارکردگی کا مظاہرہ کرے تو اس کی

رپورٹ براؤن آفس کو بھیجنا ہوتی ہے تاکہ براؤن آفس اس کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا سکے۔

تمہارے بارے میں رپورٹ دینا میرا فرض ہے جبکہ.....“ مسٹر ویلس۔“

”جبکہ میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔ اس وقت میرا گروپ تیرہ افراد پر مشتمل ہے اور ان

میں کوئی شخص ایسی صلاحیتوں کا مالک نہیں ہے۔“

”مجھے ہنسی آ گئی۔ میں نے کہا۔“ بات وہی آ گئی۔ ویسے آپ کو ایک بات کا اطمینان

دلا دوں۔ وہ یہ کہ مجھے بڑائی درکار نہیں۔“

”ایک بات کہوں مان لو گے؟“

”اور یہ تمہارا خاندان ہے۔“

”ہاں۔“

”بڑی عجیب بات ہے۔“

”یہ تمہارا کمرہ ہے اس وقت تک آرام کرو جب تک خود کو کوئی طور پر اس کے لیے تیار نہ کرلو۔“

”تمہیں اس کا اختیار ہے۔“

”سو فیصد۔“

اس کمرے کی عقبی کھڑکی سے دور تک بکھرے کیلے کے کھیت نظر آتے تھے۔ ان میں مقامی لوگ کام کرتے تھے۔ افق میں سرمئی پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔ سیاہ روکین بے حد جوان آریالوکی آنکھیں بھی اپنے بھائی کی مانند خوب صورت تھیں اور بدن کسی کھلاڑی کی مانند چست اور کسا ہوا تھا۔

”ڈز نیبل پر یہ سب موجود تھے اور یوں لگ رہا تھا جیسے یہ ایک سیدھا سادہ خاندان ہو۔ فنک نے اپنی ماں کو بتایا کہ ویلس اس کا دوست ہے اور طویل عرصہ کے لیے ملابوں آیا ہے۔“

”خوب صورت اور دلکش ہے۔“ بوڑھی مسز ویسٹ نے کہا۔ ”اس کے یہاں قیام سے ہمیں خوشی ہوئی۔“

رات کو تاریک ماحول پر نگاہ دوڑاتے ہوئے میں نے فنک سے کہا۔

”مجھے یہاں آکر بہت عجیب لگا ہے۔“

”کیوں؟“

”تمہارے گھر کا ماحول اس میں بڑی سادگی ہے۔“

”پورے شہر میں کسی کو گمان بھی نہیں کہ میں گولڈن ہارس نامی کسی تنظیم سے منسلک ہوں، لیکن.....“

”ہاں، لیکن کیا؟“

اس وقت جو کچھ ہوں گولڈن ہارس کی وجہ سے ہوں۔ ورنہ یہ خاندان جو اس وقت ملابوں کے باعزت خاندانوں میں سے ایک ہے بھیک مانگ رہا ہوتا۔

”کیا میری واپسی یہاں نہ ہوگی؟“

”اس کا فیصلہ تنظیم کرے گی۔“ وہ افسردگی سے بولے۔ پھر انھوں نے ہنس کر کہا۔ ”تفصیل تمہیں بتا دی گئی ہے۔ مزید تفصیل فنک سے معلوم ہوگی۔“

پیرس سے افریقہ تک کے سفر کے دوران میں نے تنظیم کے اس کام کے بارے میں ہی سوچا اور مسٹر ویلس کے بتائے ہوئے واقعات کی تفصیل پر غور کرتا رہا۔ استوائی گنی سے مجھے ایک شخص پروفیسر لاث کی تلاش کر کے لانا تھا۔ جس کے بارے میں ہدایت کی گئی تھی کہ اسے اگر زندہ لانا ممکن نہ ہو تو ہلاک کر دیا جائے۔ تاہم ہدایت تھی کہ اسے زندہ لانے کی پوری پوری کوشش کی جائے۔

ملابو افریقہ کی روایتی سرزمین تھی اور فنک کے بارے میں مجھے علم نہیں تھا کہ وہ بھی افریقی نژاد ہے۔ کالی خوبصورت آنکھوں اور ورزشی جسم والے سیاہ فام نے میرا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

”دنیا کے مختلف ممالک کے باشندوں سے میرا تعارف ہے اور میں ان کی شناخت رکھتا ہوں۔ اس شناخت کے سہارے میں کہہ سکتا ہوں کہ تم فریج نہیں ہو ڈیر نو ویس۔“

”تمہارے خیال میں، میں کہاں کا باشندہ ہو سکتا ہوں؟“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”ایشیائی۔ خالص ایشیائی۔“ انھوں نے کارڈ رائیو کرتے ہوئے کہا۔

”مزید۔“

”پاکستانی۔ انڈین۔“

”شاید۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”تمہارے بارے میں رپورٹ میرے پاس پہنچ گئی ہے۔ مجھے تمہارے ساتھ کام کر کے خوشی ہوگی۔“

اس کی رہائش گاہ ایک پر فضا مقام پر تھی۔ تاحد نگاہ کیلوں کے جھنڈ بکھرے ہوئے تھے جن کے درمیان اس کا خوبصورت مکان تھا۔ اس مکان میں اس کی بیوی دیوا، بہن آریالو اور ماں رہتے تھے۔ بڑا گھریلو ماحول تھا۔ بے حد دلکش اور خوشگوار۔

”یہ بہت خوب صورت جگہ ہے۔“

”ہاں آئیڈیل۔“

”کب سے کام شروع کرو گے۔“

”تمہارے کچھ وقت آرام کے بعد۔ اس سے پہلے ملاہوں کی سیر کرلو، جلدی نہیں ہے۔“

پھر میں دیر تک ان دونوں کے بارے میں معلوم کرتا رہا تھا۔ دوسرے دن فنگ نے آریالو کو میرے سامنے لا کر کہا۔ ”ڈیرویلز میں نے آریالو کی ڈیوٹی لگا دی ہے کہ وہ تمہیں ملاہوں کی سیر کرائے، جیپ تمہارے پاس رہے گی۔ میں کچھ وقت کی رخصت چاہوں گا تمہیں اعتراض تو نہیں۔“

”نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

آریالو مجھے جیپ میں لے کر چل پڑی۔ یہ لڑکی خاصی ذہین تھی۔ راستے میں اس نے کہا۔

”افریقہ پہلی بار آئے ہیں مسز ویلس؟“

”ہاں۔“

”تب آپ کو یہ بہت پسند آئے گا۔“

”ہاں خوب صورت جگہ ہے۔ آپ کیا کرتی ہیں مس آریالو۔“

”اب کچھ نہیں۔“

”تعلیم حاصل کی ہے؟“

”ہاں۔“

”کتنی؟“

”یہ نہ پوچھیں۔“ وہ ہنس کر بولی۔

میں خاموش ہو گیا۔ مجھے خود بھی اس کی تعلیم سے دلچسپی نہیں تھی اس نے مجھے ملاہوں کی جغرافیائی حیثیت بتائی وہاں کے مسائل بتائی رہی پھر ایک اوپن ائر ریسٹوران میں لے گئی جو ایک بلند و بالا پہاڑی پر بنا ہوا تھا اور وہاں تک جانے کے لیے بہترین سڑک بنائی گئی تھی۔ اندازہ بھی نہیں ہو سکا کہ جیپ نے کتنی بلندیاں عبور کر لی ہیں۔ یہ اندازہ اس وقت ہوا جب ہم ریسٹوران میں جا کر بیٹھ گئے۔

”ہم اتنی بلندی پر آ گئے۔“ میں نے پستیوں میں پھیلی آبادی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیوں؟“

”ایک منشیات کے اسمگلر گروہ کے جال میں پھنس گیا تھا اور بائگ جیسی جگہ پکڑا گیا تھا وہ بھی ڈرگس کے ساتھ جہاں ڈرگس کی اسمگلنگ کی سزا صرف موت ہے لیکن گولڈ ہارس کے ایک ممبر نے میری زندگی بچائی اور اس کی مدد سے وہ گروہ ہی فنا ہو گیا۔ پھر میں باقاعدہ اس گروہ میں شامل ہو گیا اور اپنے وطن میں ہی مجھے نمائندہ بنا دیا گیا۔“

”اب مطمئن ہو۔“

”پوری طرح۔ کیلے کے یہ باغات میرے ہیں اور میں افریقہ میں کیلے کا بڑا تاجر ہوں میں نے شادی بھی کر لی ہے۔“

”پروفیسر لاٹ کا کیا قصہ ہے۔“

”قصہ تو معلوم نہیں، لیکن یہ شخص گارنیٹ یا ہیگلون دونوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہے اس کے پاس کوئی ایسا راز ہے جو کسی ملک کے لیے باعث دلچسپی ہے اور وہ ملک چاہتا ہے کہ یا تو لاٹ کو اس کے حوالے کر دیا جائے یا پھر ایسا ممکن نہ ہو تو اسے ختم کر دیا جائے تاکہ یہ راز کسی اور کے کانوں تک نہ پہنچے۔“

”گارنیٹ، ہیگلون؟“

”ملاہوں کے دو بڑے گارنیٹ ایک جادوگر قبیلے کا، روحانی پیشوا ہے اور ہیگلون شراب کا تاجر۔ ایک بڑے علاقے میں اس کی شراب کی فیکٹری ہے اور وہ جرائم پیشہ افراد کا ایک گروہ رکھتا ہے۔ خطرناک اور دہشت گرد، مقامی حکومت ان دونوں سے نالاں ہے۔ مگر ان کے سامنے بے بس ہے۔ اصل میں پہلے یہ دونوں ایک دوسرے کے گہرے دوست تھے بعد میں اتنے ہی گہرے دشمن بن گئے۔“

”وجہ؟“

”نامعلوم! فنگ نے جواب دیا۔“

”ہمیں کیا کرنا ہے۔“

”لاٹ کی تلاش۔“

”کوئی مناسب طریق کار۔“

”تلاش کرنا ہو گا۔“

”وہ گوشہ جہاں دھواں اٹھ رہا ہے ملابو کے شہر کا آخری حصہ ہے۔“

”گویا یہاں سے پورا شہر نظر آتا ہے۔“

”موسم مختلف ہے ورنہ کبھی کبھی بادل اس ریسٹوران کو چھپا لیتے ہیں اور ریسٹوران میں

بیٹھے لوگ بھیگ جاتے ہیں۔“

”وہ جو سرخ پھریرے نظر آ رہے ہیں وہ کون سی جگہ ہے؟“

”وہ مقدس عبادت گاہ ہے۔“ وہ عقیدت بھرے لہجے میں بولی پھر جیسے چونک پڑی اور

جلدی سے کہنے لگی۔ ”میرا مطلب ہے وہ کنگ گارنیٹ کی خانقاہ ہے۔“

”کنگ گارنیٹ۔“ میں نے چونک کر کہا۔

”ہاں نردوان کا سوداگر۔“

اس کی آنکھوں میں کوئی خاص بات تھی جسے میں محسوس کیے بغیر نہ رہا۔ گارنیٹ کے

بارے میں فنک مجھے بتا چکا تھا جہاں تک میرا اندازہ تھا وہ گارنیٹ کے بارے میں بات کر رہی تھی۔

میں نے فوراً کہا۔ ”آہ کیا واقعی وہ نردوان شگفتی رکھتا ہی، کیا وہ سکون بانٹتا ہے۔“

”وہ اس دنیا کا باشندہ نہیں ہے۔ بے غرض، معصوم، دوسروں کے لیے دکھی۔“

”تم اس کے بارے میں کیا جانتی ہو؟“

”کچھ نہیں..... کچھ بھی نہیں.....“ وہ جلدی سے بولی۔

”آر سیالو تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔“

”نہیں..... کوئی ایسی بات نہیں..... میں نے دوسروں سے ہی سنی ہے مگر لوگ معصوم

لوگوں کے بارے میں بھی من گھڑت افسانے تراش لیتے ہیں۔“

”کیا مطلب؟“

”یہاں اس کے مخالف بھی ہیں۔“

”مخالفت کی کیا وجہ ہے؟“

”اس سے بڑھتی ہوئی عقیدت لوگ اس کے پاس نردوان کی تلاش میں جاتے ہیں لیکن

مخالف اس کے بارے میں کہانیاں گھڑتے ہیں۔“

”خود تمہارا کیا نظریہ ہے؟“

”کچھ نہیں۔ میرا بھائی اس کا مخالف ہے۔“

”اوہ..... فنک.....“

”ہاں۔“

”اور تم اس سے عقیدت رکھتی ہو۔“

”میں اس بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔“

”ٹھیک ہے، میں بات سمجھ رہا ہوں، لیکن اطمینان رکھو فنک سے میں کبھی اس کا تذکرہ

نہیں کروں گا۔“

”فنک کی مخالفت بھی بس بے معنی ہے۔“

”وہاں عقیدت مندوں کا مجمع ہوتا ہے؟“

”ہاں، ہمیشہ۔“

”اس کی تعلیمات کیا ہیں؟“

”کچھ نہیں کہتا وہ اپنی زبان سے۔ بس ضرورت مندوں کے لیے وہاں دعا ہوتی ہے۔“

آر سیالو نے کہا اور میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ البتہ میں نے محسوس کر لیا تھا کہ آر سیالو،

گارنیٹ کے عقیدت مندوں میں سے ہے۔ اس کی گفتگو سے یہی اندازہ ہوتا تھا، میں نے اس

سلسلے میں اس سے گفتگو کرنا زیادہ مناسب نہیں سمجھی کہ کہیں وہ کسی شک و شبہ کا شکار نہ ہو

جائے۔ البتہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ گارنیٹ جو کوئی بھی ہے اس نے مضبوط بنیاد پر اپنا رنگ بنایا

ہے، دنیا کے مختلف گوشوں میں یہ کاروبار بھی ہوتا ہے بہر حال یہ کوئی اہم اور انوکھی بات نہیں

تھی، بہت وقت وہاں گزارنے کے بعد ہم واپس چل پڑے۔ آر سیالو کے بارے میں، میں

نے یہ اندازہ بے شک لگا لیا تھا کہ وہ ایک سمجھدار لڑکی ہے اور حسن و عشق کے چکر میں پڑ جانے

والوں میں سے نہیں۔ ویسے بھی کم از کم اب میرا نظریہ اس قدر خراب نہیں ہوا تھا کہ میں

آر سیالو جیسی لڑکی کی جانب متوجہ ہو جاتا۔ پھر رات کے کھانے پر فنک میرے ساتھ تھا، اس

نے اپنی مصروفیات کے بارے میں تفصیلات بتائیں، کاروباری مشاغل میں الجھا رہتا تھا،

ویسے اس کی مالی حالت خاصی بہتر تھی، لیکن یہ بھی اسی نے بتایا تھا کہ اس حالت کو سنوارنے

میں تنظیم اس کی مددگار رہی تھی۔ اس تنظیم کے بارے میں بھی میں نے اچھے خاصے اندازے

لگائے تھے، لیکن مجھے دنیا کے کسی بھی گوشے میں ایک پرسکون قیام درکار نہیں تھا۔ میں تو اپنی

اور یہ حقیقت ہے کہ کبھی کبھی وہ اس قسم کے جادوئی مظاہرے کرتا ہے کہ لوگ حیرت سے دیوانے ہو جاتے ہیں۔ کچھ لوگوں کے کام بھی بنے ہیں، لیکن تم خود سوچو، ڈیئر ویلس کہ عام لوگوں کو اگر کوئی مشکل درپیش ہو اور خاص لوگ اس مشکل کو حل کرنے کے درپے ہو جائیں تو مشکل تو حل ہو ہی جاتی ہے، ایک بہت ہی خوب صورت چکر چلا ہوا ہے، لیکن ہم اس بات سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ وہ شخص تھوڑا بہت کچھ جانتا ضرور ہے۔“

”دکس سلسلے میں؟“

”میرا مطلب ہے جادوئی عمل اس کا وجود تو ہے نا!“

”کوئی ایسی بات دیکھی ہے تم نے؟“

”میں تو آج تک نہیں دیکھی، لیکن لوگوں کی زبانی اس کی کہانیاں اکثر سنی ہیں، خاص طور سے اس کے عقیدت مندوں کی زبانی۔“

”ہاں ہر کام کو ایک پائندہ شکل دینے کے لیے محنت تو کرنی ہی ہوتی ہے۔“

ہماری کار اس علاقے میں پہنچ گئی جسے میں پچھلی رات بلند یوں سے دیکھ چکا تھا، فاصلہ اچھا خاصا تھا، علاقہ بھی پہاڑی ٹیلوں پر مشتمل، غاروں اور چٹانوں کا علاقہ تھا۔ آبادی سے دور دراز تھا لیکن یہاں تک پہنچنے کے لیے بہت عمدہ بندوبست کیا گیا تھا۔ راستے میں فنگ نے ہی مجھے بتایا۔

”اور یہ سڑکیں بھی اس کے عقیدت مندوں ہی کی بنائی ہوئی ہیں۔ خصوصاً یہاں تک آنے کے لیے، ورنہ اس طرف اتنی قیمتی سڑکوں کا اور کوئی مصرف نہیں تھا، حکومت نے اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کی ہے، یہ صرف ذاتی سرمائے سے پرائیویٹ طور پر تعمیر ہونے والی سڑک ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور کہا۔

”جب انسانی عقل پر پردے پڑ جاتے ہیں تو پھر ایسے ہی عمل وجود میں آتے ہیں کہ صرف نیک جذبوں کے تحت کسی کے لیے کوئی کام کیا جائے۔“

ہم پارکنگ لاث میں گاڑی کھڑی کر کے ان میڑھیوں کی جانب بڑھ گئے جو بلند یوں کی طرف جاتی تھیں، بہت زیادہ میڑھیاں نہیں تھیں، آخری میڑھی کے بعد ایک انتہائی چوڑا پلیٹ فارم تھا جس پر موزائیک کیا گیا تھا۔ پہاڑی چٹانوں کو جس طرح استعمال کیا گیا تھا وہ کم از کم ایک قابل دید چیز تھی۔ قدرتی ٹیلے جوں کے توں رہنے دیئے گئے تھے لیکن انہیں اس

زندگی کی حقیقتوں سے آشنا ہونا چاہتا تھا، بشرطیکہ تقدیر کبھی اس کا موقع دے۔

پھر میں نے اور فنگ نے گارنٹ کی خانقاہ پر جانے کا منصوبہ بنایا اور فنگ نے اس کی تیاریاں مکمل کر لیں، اس نے مجھے بتایا۔

”وہاں روز عبادت ہوتی ہے اور عبادت گزار مقامی باشندے ہی نہیں بلکہ دنیا کے مختلف گوشوں سے آتے ہیں۔“

”دنیا کے مختلف گوشوں سے.....“ میں نے کسی قدر متحیرانہ انداز میں کہا۔

”ہاں تم خود دیکھو گے، وہاں موجود افراد میں سفید ملکوں کے باشندے بھی ہوں گے، اسپینش بھی، مشرق وسطیٰ سے بھی کبھی کبھی کچھ لوگوں کو وہاں دیکھا گیا ہے۔“

”مگر ڈیئر فنگ تمہارا کیا خیال ہے کیا اس کی تعلیمات یا جو بھی اس کا طریقہ کار ہے انٹرنیشنل ہے۔“

”آج تک اندازہ نہیں ہو سکا۔“

”لیکن یہ اندازہ تو صاف ہو جاتا ہے کہ اگر اس کے شناساؤں میں دنیا کے مختلف گوشوں کے باشندے ہیں تو پھر تو یہ پتا چلتا ہے کہ اس کا کوئی ایسا چکر چلا ہوا ہے جس میں بہت سے ملکوں کے باشندے شامل ہیں۔“

”تم یقین کرو کہ اس دوران میں نے اس کے لیے بڑی کوشش کی ہے اور کام بھی کیا ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں اس سے مکمل طور پر واقفیت نہیں حاصل کر سکا۔ بہت بڑا فراڈ ہے وہ اور نجانے اس نے کیا کیا کھیل کھیل رکھے ہیں، میری سمجھ میں تو ابھی تک کچھ نہیں آیا اور پھر ڈیئر ہمارا تو ایک ہی مقصد ہے، ذاتی طور پر تو ہم کسی کے پیچھے لگنے کے قائل نہیں ہیں، ہمیں تو صرف یہ دیکھنا ہے کہ پروفیسر لاث کس کے پاس ہے، وہ ہے یا یہ گھلون ہے، کون ہے بس یہ معلومات حاصل کرنی ہے اور اس کے لیے ہمیں ان میں داخل ہونا ہوگا۔“

”تو ٹھیک ہے ہم آج ان میں داخل ہوئے جاتے ہیں۔“ میں نے کہا اور فنگ بھی مسکرانے لگا۔ ہمیں یہ آسانی حاصل تھی کہ خانقاہ میں عقیدت مندوں اور عبادت گزاروں کا کوئی تعین نہیں تھا، ہر شخص وہاں پہنچ سکتا تھا اور اس سلسلے میں کوئی قباحہ نہیں تھی۔ جب ہم روانہ ہوئے تو فنگ نے مجھے بتایا۔

”میں بہت بار وہاں کا جائزہ لے چکا ہوں، وہاں عجیب و غریب کھیل ہوا کرتے ہیں

لے کر نمودار ہوئے ہال میں بیٹھے لوگوں میں مشروب تقسیم ہونے لگا۔

”یہ کیا ہے؟“

”مقدس مشروب۔“

”شراب.....؟“

”نہیں، لیکن میرا دعویٰ ہے کہ نشہ آور ہے۔“

”ہمیں بھی ملے گا۔“

”یقیناً مگر یہ عقب میں جگہ ہے۔“

”ہوں، ٹھیک ہے۔“ میں نے مطمئن ہو کر کہا اور ان کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر میں نے ایک سفید فام کو دیکھا۔ بحری قزاقوں کا ساحلیہ بنائے ہوئے تھا۔ بہترین لباس، قیمتی انگشتریاں اور گلے میں چین پہنے ہوئے تھا۔ لوگ اسے آگے آنے کا راستہ دے رہے تھے۔

”فنگ! میں نے فنگ کو مخاطب کیا۔“

”ہوں۔“

”ادھر دیکھو۔“

”میں ہر طرف دیکھ رہا ہوں۔“

”کون ہے؟“

”گار تھک۔“

”صرف گار تھک ہے۔“

”نہیں ملاو میں تیسری قوت بن کر ابھر رہا ہے، کئی بحری جہازوں کا مالک ہے۔“

”عقیدت مند ہے۔“

”نہیں، تماش بین۔“

”ہوں۔“ میں نے گہری سانس لی۔ یہ آدمی مجھے کافی خطرناک معلوم ہو رہا تھا

مشروب کا پیالہ ہم تک بھی پہنچا۔

”سوگھ کر دیکھو۔“ فنگ نے کہا۔

”مجھے کوئی تجربہ نہیں ہے۔“

”خالی کر دو۔“ وہ بولا اس میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔

طرح قابل استعمال بنالیا گیا تھا کہ دیکھ کر داد دینے کو دل چاہے۔ عبادت گاہ میں اس وقت جو ماحول نظر آ رہا تھا وہ انتہائی پراسرار اور خوشگوار تھا۔ وسیع و عریض ہال میں درحقیقت مختلف نسلوں کے لوگ باادب بیٹھے ہوئے تھے، فضا میں خوشبوئیں بسی ہوئی تھیں، کہیں کہیں بخود دان نصب تھے اور ان سے لطیف دھواں خوشبوؤں کے ساتھ خارج ہو رہا تھا۔ چاروں طرف مدہم روشنی پھیلی ہوئی تھی، ہال کے کسی دور افتادہ گوشے میں بہت ہی مدہم سروں میں ایک خاص قسم کی آواز آرہی تھی جو انسانی ذہنوں کو اپنی گرفت میں لیتی تھی، ایسے کاموں کے لیے ایک پراسرار ماحول تو فطری عمل کے مطابق تھا ورنہ لوگوں کے ذہن قبضے میں لینے کے لیے دقت پیش آتی۔ سفید رنگ کے ڈھیلے ڈھالے لباس جنہیں بدھ مت کے پیردکاروں کے لباس کہا جاسکتا تھا (بدن پر پہنے ہوئے تندرست و توانا پجاری ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے۔ ان کے سیاہ جسموں پر غالباً تیل یا چربی ملی ہوئی تھی اور وہ الگ ہی نظر آ رہے تھے۔ بڑے پلیٹ فارم کے آخری حصے میں ایک قربان گاہ دائرے کی شکل میں بنائی گئی تھی اور اس پر گارنیت بیٹھا ہوا تھا۔ مہاتما بدھ کی طرح آسن جمائے آنکھیں بند کیے۔ ہاتھ مخصوص انداز میں رکھے ہوئے یہ ایک قومی ہیکل سیاہ فام تھا اور اس کے چہرے سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ انتہائی خطرناک شخصیت کا مالک ہے۔ غیر معمولی طور پر بڑا چہرہ اور اسی کے مطابق خدوخال، پھولی ہوئی ناک کے نتھنے اوپر کی جانب اٹھے ہوئے، موٹے موٹے ہونٹ، شخصیت ایسی ہی تھی کہ پہلی نگاہ میں انسان اس سے متاثر ہو جائے، میں نے پورے ہال میں ایک گہری نگاہ ڈالی تھی ہم لوگ بھی عقیدت مندوں کے ہجوم میں شامل ہو گئے تھے اور ہم نے ایک ایسا گوشہ اپنالیا تھا جو پہاڑی چٹانوں کے قریب تھا اور کسی ایسی صورت حال کے تحت مناسب جگہ تھی جہاں سے ہم گارنیت کو آسانی سے دیکھ سکتے تھے، ہال میں تقریباً خاموشی ہی چھائی ہوئی تھی لیکن کبھی کبھی مدہم مدہم سرگوشیاں ابھرنے لگتی تھیں۔ میں نے سرگوشی کے لہجے میں فنگ سے کہا۔

”کیا یہاں کچھ خاص تقریبات بھی ہوتی ہیں؟“ اجتماع اسی وقت ہوتا ہے، ابھی

عقیدت مند آ رہے ہیں کیونکہ بہت سے گوشے خالی ہیں۔“

”اس کے بعد کیا کوئی تقریر وغیرہ ہوتی ہے؟“

”نہیں“ نظریں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ عقیدت مندوں میں عورتیں اور مرد

دونوں ہی تھے۔ ہال بھرتا جا رہا تھا۔ پھر چند بٹے کٹے پجاری ہاتھوں میں بالٹیاں اور پیالے

”پھر منظر بدلا۔ قربان گاہ میں چند سیاہ فام لڑکیاں داخل ہوئیں اور سازوں کی تھاپ تیز ہوگئی۔ تینوں لڑکیاں مختصر ترین لباس میں تھیں۔ انہوں نے بیچانی انداز میں رقص شروع کر دیا۔“

”اب یہ نشہ دو آشتہ کیوں نہ ہوگا۔“ میں نے تبصرہ کیا۔

”اسی طرح عقیدت مندوں کی تعداد بڑھتی ہے۔“

”یہ تو بڑھتی رہے گی۔“ میں نے مسکرا کر کہا اور افریقہ کا روایتی رقص دیکھنے لگا۔

دوسرے لوگ بھی محو تھے۔ لڑکیاں رکے بغیر ناچ رہی تھیں۔

طلمسی کھیل جا رہی رہا اور ہم اس میں کھوئے رہے۔ تمدن اور جدید دنیا کے لیے یہ ایک انوکھا کھیل تھا۔ پھر بھی یہ بات مد نظر رکھنا ضروری تھی کہ یہ افریقہ کا علاقہ تھا اور ابھی یہاں یہ سب کچھ موجود تھا۔

عقیدت مند دم سادھے بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ماحول میں کچھ تبدیلی پیدا ہوئی۔ وہ جدید لباس میں ملبوس چار جوان تھے جو اپنی جگہ سے اٹھے تھے اور پھر انہوں نے سب مشین گنیں نکال کر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی تھی۔

اس خاموش، پرسکون اور پرسحر ماحول میں مشین گنوں نے اچانک ہلچل مچادی۔ چیخیں، کراہیں، افراتفری۔ لوگ جان بچانے کے لیے اٹھے اور کشتہ ہو کر گرنے لگے۔ فنگ نے مجھے دھکا دیا اور خود بھی چٹان کی آڑ میں سیدھا لیٹ گیا۔ پھر اس نے ایک ریوالور میرے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔

”وقت ضرورت۔“

لیکن اس سے زیادہ ضرورت کا وقت اور کون سا ہوتا۔ میرے سامنے قتل عام ہو رہا تھا۔ بھاگتے ہوئے لوگ ایک دوسرے پر ڈھیر ہو رہے تھے۔ صرف چار افراد لاتعداد انسانوں کو موت کی وادی میں دھکیل رہے تھے۔ میرے بالکل قریب ایک چوڑے بدن کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی جگہ تبدیل کی تو ایک مشین گن والے نے اسے نشانہ بنالیا۔ گولیوں کی بوچھاڑ سے اس کی آدمی کھوپڑی اڑ گئی۔ میں نے احتیاط سے اس مشین گن بردار کا نشانہ لیا اور ٹرائیگر دبا دیا۔ اس کی مشین گن ہوا میں اچھلی اور وہ فرش پر جا پڑا۔

یہ ہال میں کسی اور طرف سے چلنے والی پہلی گولی تھی ورنہ وہی گولیاں چلا رہے تھے۔

سست کا اندازہ ہونا مشکل کام نہیں تھا اور مجھے یقین تھا کہ اس لیے میں نے ان کی طرف سے ایکشن ہونے سے پہلے دوسرے مشین گن بردار کو نشانہ بنایا اور میری چلائی ہوئی گولی اس کے دل میں پیوست ہوگئی۔ اب فنگ نے مجھے یہ ذمے داری سونپی تھی تو مجھے بہر حال اسے پورا کرنا تھا۔ خطرہ صرف یہ تھا کہ چونکہ دوسرے لوگ بھی بھاگ رہے تھے اگر میرا نشانہ ذرا بھی چوکا تو کوئی بے گناہ بھی میرے ہاتھوں مر سکتا تھا۔

اور ایسا ہی ہوا، تیسرے مشین گن بردار نے میرا صحیح نشانہ لیا تھا لیکن دو افراد اس کی زد میں آ کر پھلتی ہو گئے۔ ہاں جب وہ ذمے میں بوس ہوئے تو میں نے اپنا کام دکھا دیا۔ اس بار میں نے دو فائر کیے تھے اور دونوں کامیاب رہے۔ ایک گولی نے اس کی پیشانی میں سوراخ کیا تھا اور دوسری نے سینے کے عین درمیان، چوتھے حملہ آور نے البتہ جی چھوڑ دیا اور پلٹ کر بھاگ نکلا۔

جونہی میدان خالی ہوا فنگ اٹھ گیا۔ ”بھاگو.....“ اس نے کہا اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک اجنبی سمت رخ کیا۔

”ادھر..... کہاں؟“

”آ جاؤ.....“ وہ بولا اور میں نے تعرض نہیں کیا۔ ہم لاشوں اور زخمیوں کو پھیلا نکتے ہوئے دوڑنے لگے۔ چکنے فرش پر خون کی پھسلن ہو رہی تھی۔ فضا میں زخمیوں کی چیخیں اور کراہیں گونج رہی تھیں۔ ہم ان سے بچ کر بھاگ رہے تھے۔ ”سنہیل کر، یہاں سے نیچے کودنا ہے۔“ فنگ نے کہا اور واقعی اگر میں ایک لمحہ نہ سنہلتا تو بری طرح گرتا۔

یہ ایک درہ نما جگہ تھی یا اسے پہاڑی گیلری کہا جاسکتا تھا۔ فنگ احمق نہیں تھا کہ اس طرف آیا تھا۔ ضرور اسے کوئی راستہ معلوم ہوگا کیونکہ کوئی اور اس طرف نہیں نظر آیا تھا۔ اور ایسا ہی تھا۔ آگے چل کر ایک سوراخ نظر آیا جو کافی تنگ تھا فنگ نے کہا۔

”اس جگہ سے لیٹ کر گزرتا ہوگا، تم میرے پیچھے آؤ۔“ وہ خود اسی سوراخ سے گزرنے کا مظاہرہ کرنے لگا پھر میں نے بھی اس کی تقلید کی۔ میرے خیال میں یہ بہتر تھا کیونکہ ہال میں جن لوگوں نے یہ قتل عام کیا تھا ان سے مزاحمت صرف ہم نے کی تھی، کون جانے ان کا دائرہ کار کیا ہو، اس کے علاوہ عبادت گاہ سے باہر اندر ہونے والے واقعے کا کیا رد عمل ہو۔ اس لیے کسی پوشیدہ راستے سے باہر نکلنا بہتر تھا۔ بشرطیکہ فنگ ان پیچ در پیچ بھول بھلیوں میں بھٹک

”ہاں اور دن کی روشنی میں۔“

”اب راستہ مشکل ہو گیا ہے۔“

”زیادہ مشکل نہیں، ذرا غور کرو۔“

”غور؟“ میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

”سمندر کی آواز سنائی دے رہی ہے۔“

”ایں.....ہاں، شاید۔“ میں نے غور کرتے ہوئے کہا۔ لیکن اب میں اس آواز کی

سمت معلوم کرنے میں کوشاں تھا۔ پھر میں نے کہا۔ ”آؤ کوشش کرتے ہیں۔“

”زیادہ پریشانی کی بات بھی نہیں ہے۔“ یہ رات پہاڑوں میں گزرائی ہوگی۔ دن کی

روشنی میں ہم راستہ آسانی سے تلاش کر لیں گے۔“

”تب پھر متحرک رہنا کیا برا ہے۔“

”ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔“ اس نے کہا۔ اور ہم پھر احتیاط سے آگے بڑھتے

گئے۔ ”یہ تو سوچنا ہی غلط ہے کہ گارنٹیٹ کو اس واقعے کا علم نہ ہوگا۔“ یقیناً۔“

”کیا اس کی نگرانی نہ ہوتی.....“ میرا جملہ ادھورا رہ گیا کیونکہ ایک پتھر سے ٹھوکر لگی

تھی اور تیز آواز پیدا ہوئی تھی۔ یہ کوئی اہم بات نہیں تھی لیکن اس کا رد عمل خطرناک تھا۔ اچانک

ہی ٹارچ کی تیز روشنی بلندی سے ہم پر پڑی اور ہم روشنی میں نہا گئے۔ اس کے ساتھ ہی گولیوں

کی تڑاہٹ سنائی دی۔ ہم نے سوچے سمجھے بغیر لمبی چھلانگیں لگائی تھیں لیکن یہ چھلانگیں ہمیں

نشیب میں لے گئیں۔ یہ شکر تھا کہ گہرائی چار پانچ فٹ سے زیادہ نہیں تھی، چوٹیں تو لگی تھیں

لیکن گولیوں سے بچ گئے تھے۔

”ادھر، اس طرف۔“ فنگ نے کہا اور ہم ایک طرف دوڑنے لگے۔ گولیوں کا طوفان آ گیا تھا۔

لیکن وہ چٹانیں ہماری مددگار تھیں جو ان کے اور ہمارے درمیان رکاوٹ تھیں۔ ہم دوڑتے

رہے اب روشنیاں ہمارا تعاقب کر رہی تھیں وہ شاید تعداد میں کم تھے اس لیے ہمیں ان

پہاڑوں میں گھیر نہیں پارہے تھے۔ البتہ ہمارا تعاقب کر رہے تھے۔ اور کئی بار ہم ان کی

روشنیوں کی زد میں آئے تھے لیکن وہ ہمیں شکار کرنے میں کامیاب نہیں ہو پارہے تھے۔ پھر

ہمارے قدم گہرائیوں میں اترنے لگے۔



نہ جائے۔

سوراخ کے دوسری طرف ایک جگہ سرنگ تھی جس کی طوالت زیادہ نہیں تھی۔ لیکن ٹھن

بے پناہ تھی۔ میں کسی طرح فنگ سے پیچھے نہ رہا اور بہ مشکل سفر کرتا رہا۔ سرنگ کا دہانہ بھی ایک

پہاڑی گیلری میں کھلتا تھا۔ ہوا میں گہرے گہرے سانس لینے کے بعد فنگ نے کہا۔

”ہمیں چلتے رہنا چاہیے۔“

”کہاں پہنچیں گے۔“

”ساحل پر۔“

”اوہ، کیا ساحل یہاں سے قریب ہے؟“

”ہاں، لیکن زیادہ قریب بھی نہیں ہے، البتہ یہ ساحلی پہاڑیاں ہی ہیں۔“

پھر ہم ان پہاڑی بھول بھلیوں میں بھٹکتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد ہی مجھے اندازہ ہو گیا

کہ فنگ راستہ بھٹک گیا ہے اس کے انداز سے اب ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا یہاں تک کہ وہ رک

گیا۔

”کیا بات ہے؟“ میں نے صورت حال جاننے کے باوجود پوچھا۔

”کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔“ فنگ عجیب سے لہجے میں بولا۔

”راستہ بھٹک گئے ہو۔“

”ایسا ہی لگتا ہے۔“

”ایک سوال پوچھوں؟“

”ہوں۔“

”اس راستے کے بارے میں کیا جانتے ہو؟“

فنگ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ ”بہت عرصے سے تنظیم کے لیے کام کر رہا ہوں اور

مجھے گارنٹیٹ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی ہدایت تھی اس لئے اس کی ٹوہ میں لگا

ہوا تھا، اسی دوران یہ راستہ دریافت ہوا، مگر صورتحال مختلف تھی۔

”مثلاً؟“

”یہ سمندر کے راستے عبادت گاہ تک پہنچتا تھا۔“

”یعنی اس طرف سے وہاں گئے تھے۔“

”فنگ..... صورت حال خطرناک ہے۔“

”ہاں اندازہ ہو رہا ہے۔“

”یہ لالچ ہمارے لیے پناہ گاہ بھی ہو سکتی ہے اور معلومات کا ذریعہ بھی۔“

”چلیں۔“

”ہاں یہی بہتر ہے لیکن سامنے سے نہیں بلکہ آؤ۔“ پھر ہم نے ساحلی چٹانوں کا سہارا لے کر سمندر کا رخ اختیار کیا اور پھر آخری فیصلہ کر کے پانی میں اتر گئے۔ اس کے علاوہ کوئی ذریعہ بھی نہیں تھا۔ پہلے ہم نے گہرے پانی کا رخ کیا پھر لالچ کی سمت کا تعین کر کے اس کی طرف بڑھنے لگے۔ اس ویران ساحل پر لالچ کی موجودگی ہی مشکوک تھی لیکن جو کارروائی عبادت گاہ میں ہوئی تھی اور جس طرح یہاں کی نگرانی ہو رہی تھی اس سے ہمیں شبہ تھا کہ یہ لالچ پر مکمل خاموشی تھی۔ اسے باقاعدہ لنگر ڈال کر یہاں روکا گیا تھا۔ وہ اتنی بڑی تھی کہ اسے ایک چھوٹا موٹا جہاز کہا جاسکتا تھا۔

کچھ لمحے انتظار کرنے کے بعد ہم لنگر کی زنجیر کے ذریعے اوپر چڑھے پھر تھوڑی سی کوشش کر کے لالچ پر چڑھ گئے۔ ہمارے کپڑے شرابور ہو گئے تھے جو توں میں پانی بھر گیا تھا لیکن اور کیا کرتے۔ لالچ کا عرشہ خالی تھا، لیکن دور پہاڑیوں میں سخت جدوجہد نظر آرہی تھی روشنی کی سفید زبانیں لہرا رہی تھیں۔

”فنگ اس لالچ پر پناہ ہماری مجبوری ہے نیچے اترنے کی کوشش خطرناک ہوگی۔ ابھی وہ لوگ ہمیں تلاش کر رہے ہیں ان کی واپسی سے پہلے ہمیں پناہ گاہ تلاش کرنی ہوگی۔“

”پناہ نہیں کیا چکر ہے۔“

”اس کے بارے میں سوچنے کا وقت نہیں ہے۔“

”میرا ذہن ماؤف ہو رہا ہے اب اس صورتحال کو تم سنبھالو۔“

”فکر مت کرو..... آؤ۔“ میں نے کہا اور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں لالچ میں کوئی ایسا گوشہ تلاش کرنے لگا جو شک و شبہ سے بالاتر ہو اور ہم لالچ کے مختلف حصے دیکھتے پھرے۔

اسی وقت ہمارے کانوں میں تیز سیٹی کی آواز ابھری اور ہمیں رکنا پڑا۔ ہمیں سامنے سے کچھ سائے دوڑتے نظر آئے۔

”وہ اسی طرف آرہے ہیں۔“ میں نے کہا۔

”میں نے راستہ بھی پالیا ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”وہ سامنے سمندر ہے۔“ فنگ بولا۔

”اوہ، بچو.....“ میں نے سامنے سے ٹارچ روشن ہوتے دیکھی۔ اس کے پس منظر میں کئی سائے تھے۔ چھپنے کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ ناہموار چٹانوں کے کنارے پناہ گاہ بنائے جائیں۔ چنانچہ ہم چٹانوں کے ساتھ چپک کر لیٹ گئے۔ یہ بھی ایک سنسنی خیز تجربہ تھا۔ وہ ہمیں چھوتے ہوئی گزرے تھے۔ اگر ٹارچ کا رخ بھاگتے ہوئے بھی نیچے ہو جاتا تو ہم روشنی میں آ جاتے، لیکن وہ آگے بڑھتے گئے۔

سیٹیوں کا تبادلہ ہو رہا تھا اور ہمیں موقع مل گیا تھا۔ چنانچہ ان کے آگے نکلنے کے بعد ہم احتیاط سے آگے کھسنے لگے اور پھر اس درے سے نکل آئے۔ ساحل دور نہیں تھا لیکن جو چیز ہمیں سب سے پہلے نظر آئی وہ ایک عظیم الشان موٹر لالچ تھی جو ساحل پر بچکولے لے رہی تھی۔

”گارتھک۔ اوما کی گاڑ۔“ فنگ کے منہ سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی اور میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہونٹوں پر جمادیا جس قدر خاموشی طاری ہوگئی تھی اس کے بعد یہ سرگوشی بھی سنی جاسکتی تھی، فنگ کو بھی فوراً ہی یہ احساس ہو گیا تھا کہ بے اختیاری میں اس کے منہ سے نکلنے والی سرگوشی نقصان دہ ہو سکتی ہے، چنانچہ وہ خاموش ہو گیا اور اس نے انگلی سے میرا ہاتھ تھپتھپایا کہ میں اس کے منہ پر سے ہاتھ ہٹاؤں۔ پھر اس کے بعد فنگ نے کچھ نہیں کہا تھا، اندر موجود شخص جواب تنہا معلوم ہوتا تھا اپنی جگہ سے ہٹا اور اس نے کیمین کی الماری سے کوئی شے نکالی، بعد میں اس کا اندازہ ہو گیا کہ وہ شراب کی بوتل اور گلاس وغیرہ تھے، مسہری پر آنے کے بجائے اس نے ایک طرف پڑی ہوئی میز پر یہ دونوں چیزیں رکھیں اور اس کے بعد خود بھی میز پر بیٹھ گیا۔ یہاں سے ہم اس کے پاؤں دیکھ سکتے تھے، اس کی ساتھ ساتھ ہی گلاس کی کھنک بھی سنائی دے رہی تھی، ہم دم سادھے خاموش اپنی جگہ ساکت بیٹھے رہے، صورت حال مخدوش تھی لیکن اس وقت اس میں کچھ بہتری رونما ہوئی جب بڑی لالچ کا انجن اشارت ہونے کی آواز سنائی دی۔ اس آواز کے ساتھ ہی ہلکے ہلکے چپکولے بھی لگے تھے اور میں نے آنکھیں بند کر لیں کیونکہ اب یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ہم کسی نامعلوم سمت چل پڑے ہیں، لیکن گارتھک کے نام پر فنگ کا چونکنا مجھے کچھ یاد دل رہا تھا اور مجھے وہ لمحات یاد آ گئے جب ایک چوڑے چکلے چہرے اور بڑی مونچھوں والا ایک شخص خانقاہ میں داخل ہوا تھا اور فنگ نے بے اختیار کہا تھا کہ وہ گارتھک ہے میری نگاہوں میں اس شخص کا حلیہ گردش کرنے لگا۔ بہر حال اب یہ تو بعد میں ہی معلوم ہو سکتا تھا کہ گارتھک کون ہے، لالچ اب شاید باقاعدہ سمندر کے سینے پر رواں ہو گئی تھی اور اس سے اتنی آواز پیدا ہو گئی تھی کہ ہماری سرگوشی باہر نہ سنی جاسکے، گارتھک اطمینان سے بیٹھا شراب پی رہا تھا، فنگ نے میرے کان سے منہ لگا کر کہا۔

”میں سمجھتا ہوں اب ہماری سرگوشی سنی نہیں جاسکے گی۔“

”یہ گارتھک کون ہے؟“

”تم نے اسے خانقاہ میں دیکھا تھا اور میں نے تمہیں بتایا تھا۔“

”کیا شاندار لالچ ہے۔ میں نے پہلے اسے کبھی ساحل پر نہیں دیکھا۔“

”ممکن ہے یہ ہیگلون کی ملکیت ہو۔“

”گو یا تمہارا ذہن بھی ان ہی لائنوں پر سوچ رہا ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”عبادت گاہ میں یہ خوریزی اس کے علاوہ اور کون کر سکتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ قتل عام کی اس کارروائی کا پلان اس لالچ پر بنا ہو اور اب یہ اپنے مقاصد حاصل کر کے یہاں سے چل پڑے۔“

”اوہ یہ تو بتاؤ کیا ایسے واقعات اس سے پہلے بھی عبادت گاہوں میں ہو چکے ہیں۔“

”اس پائے کا کوئی نہیں اور میں سمجھتا ہوں.....“ فنگ خاموش ہو گیا۔ ہمیں محسوس ہوا تھا کہ کچھ لوگ لالچ پر آئے ہیں۔ اس وقت اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم اس کھلے دروازے سے اندر داخل ہو جائیں جہاں موجود تھے آنے والوں کی تعداد خاصی معلوم ہوتی تھی۔

”جس بڑے کیمین میں ہم داخل ہوئے اس کے کئی پورشن تھے اور لالچ کو ہر طرح ایک بہترین عیش گاہ بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ چنانچہ اس شاندار مسہری کے نیچے ہمیں پناہ ملی جو ایک گوشے میں تھی۔ یہ ایک محفوظ پناہ گاہ بھی ہو سکتی تھی اور مخدوش بھی۔ لیکن مجبوری تھی۔ قدموں کی آواز اسی طرف آتی محسوس ہو رہی تھی۔ ہم نے سانس روک لیے۔“

کیمین کا دروازہ کھلا اور کئی قدموں کی چاپ سنائی دی۔ پھر ایک غرغرائی ہوئی آواز ابھری۔ ”ٹھیک ہے کریمر اب ان لوگوں پر لعنت بھیج دو اور یہاں سے چلو۔“

”دل میں خلش رہ جائے گی سر، آخر وہ کون تھے۔“ دوسری آواز سنائی دی۔

”لیکن اس سے زیادہ یہاں رکا بھی نہیں جاسکتا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ واپس

آ کر اس بارے میں تحقیقات کرو بلکہ یہ ضروری ہے۔“

”او کے مسٹر گارتھک۔“ کسی نے کہا اور واپس جاتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی

دی۔

”لیکن کیوں، کیا گارتھک کی وہاں کسی سے دشمنی چلتی ہے؟“

”یہ میں نہیں کہہ سکتا۔“ اس کے بعد خاموشی طاری ہو گئی تھی، کافی دیر تک گارتھک بیٹھا شراب پیتا رہا اور اس کے بعد ہم نے اسے جوتے اتارتے ہوئے دیکھا، پھر اس کا لباس بھی زمین پر آ پڑا اس کا مطلب ہے کہ وہ شب خوابی کا لباس پہن رہا ہے یا پھر بے لباس ہی اپنے بستر پر دراز ہو گیا ہے، کیونکہ اس کے قدم مسہری کی جانب بڑھے تھے اور پھر وہ مسہری پر چالینا تھا جس کی وجہ سے مسہری کا گدا کچھ نیچے دب گیا تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ ہم لوگوں کو کوئی وقت ہوتی، ہم لوگ بھی آرام سے کیمین کے فرش پر دراز ہو گئے تھے کیونکہ یہ اندازہ ہمیں ہو گیا تھا کہ اب کم از کم اس وقت تک کیمین سے نکلنا ممکن نہیں ہوگا جب تک گارتھک خود ہی نہ اٹھے یا لالچ اپنے سفر کی تکمیل نہ کر لے میں نے مدھم سرگوشی میں فنگ سے کہا۔

”تم بتا سکتے ہو جزیرہ لائپس یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے؟“

”میرا خیال ہے ڈیڑھ یا دو گھنٹے کا سفر ہوگا؟“

”اس کا مطلب ہے کہ ہم رات ہی رات میں وہاں پہنچ جائیں گے۔“

”اور کیا یہ اچھی بات نہیں ہوگی؟“

”خیر یہ تو میں نہیں کہہ سکتا، البتہ تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ اچھی بات کیوں

ہوگی؟“

”اس لیے کہ رات کی تاریکی میں ہمیں لالچ سے ہٹ کر کہیں پوشیدہ ہونے کا موقع

مل جائے گا۔“

”لیکن لائپس سے واپسی کیسے ممکن ہوگی؟“

”قدرت کوئی نہ کوئی بندوبست کر دے گی، میں اس بات پر ایمان رکھتا ہوں۔“

”کیا یہ گارتھک ہمارے لیے کارآمد نہیں ہو سکتا؟“

”کیا یہ بات قابل توجہ نہیں ہے کہ اس نے وہاں فارنگ کیوں کی تھی؟“

”بے شک ہے۔“

”ہاں مجھے اس کا چہرہ یاد آ گیا۔“

”تفصیل شاید اس وقت میں نے تمہیں نہیں بتائی تھی۔ یہ بے حد خطرناک آدمی

ہے؟“

”ہے کون؟“ میں نے سوال کیا۔

”اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو اب یہ لالچ لائپس کی جانب جا رہی ہے۔“

”لائپس۔“

”ہاں، ایک جزیرہ ہے اور یوں سمجھ لو کہ گارتھک اس جزیرے کا بے تاج بادشاہ ہے

کیونکہ اس کا تین چوتھائی حصہ گارتھک کے استعمال میں ہے۔“

”بقیہ۔ میں نے سوال کیا۔“

”بقیہ پر مختلف کام ہوتے ہیں جن میں کچھ سرکاری کام بھی شامل ہیں۔“

”لیکن گارتھک نے وہاں۔“

”میں بتا رہا ہوں۔“ فنگ نے کہا پھر بولا۔

”وہاں گارتھک کو نکلنے کی کانوں کا مالک ہے اور یہاں لائپس وہ کوئلے کا بے تاج

بادشاہ کہلاتا ہے لیکن اس کے بارے میں بھی یہی مشہور ہے کہ وہ انتہائی خطرناک آدمی

ہے۔“

”یوں لگتا ہے جیسے یہاں خطرناک لوگوں کا مجمع ہے، ویسے لائپس کے بارے میں

تمہارا کیا خیال ہے؟“

”میں وہاں دو تین بار جا چکا ہوں لیکن بالکل ہی مختلف مسئلے کے لیے، البتہ گارتھک

کے بارے میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ لائپس پر اس کی حکمرانی ہے وہ کوئلے کی کانیں

خرید چکا ہے اور اس علاقے کا سب سے بڑا ٹھیکیدار ہے، کوئلہ بار کرانے والے کئی

جہازوں کا مالک، بے حد دولت مند آدمی ہے، اور میرے خدا، اب میں یہ بات دعوے

سے کہہ سکتا ہوں کہ جن لوگوں نے وہاں فارنگ کر کے ہلاکت خیزی کی تھی وہ گارتھک ہی

کے آدمی تھے۔“

چھپکیوں کی طرح ریگتے ہوئے کیمین کے دروازے تک پہنچے، انتہائی حد تک کوشش کر کے اسے بے آواز کھولا اور باہر نکل آئے، لالچ پر مکمل خاموشی طاری تھی اور کسی انسان کا وجود نہیں معلوم ہوتا تھا، اس کے ساتھ ساتھ ہی لالچ جس جگہ لگی تھی، وہاں لکڑی کا ایک چوڑا پلیٹ فارم بنا ہوا تھا جس کی صرف دو سیڑھیاں ملے کرنی پڑتیں۔ ہم نے صورتحال کا جائزہ لیا، قرب و جوار میں کوئی بھی جاگتا ہوا نظر نہیں آ رہا تھا، لیکن چونکہ ہم صورتحال سے نادانف تھے اس لیے بہت محتاط تھے، سیڑھیوں پر بیٹھ کر ہم نے باہر کا بغور جائزہ لیا۔ پھر میں نے فنگ سے پوچھا۔

”تم کہہ رہے تھے کہ تم لامپس آچکے ہو؟“

”ہاں لیکن اس طرف نہیں اور نہ ہی ادھر دوسری طرف سے آنے والوں کے لیے

اجازت ہے، بغیر اجازت کوئی ادھر نہیں آ سکتا۔“

”گویا صرف گارٹھک ہی کا علاقہ ہے؟“

”ہاں۔“

”تب تو پھر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔“

”آؤ۔“ فنگ نے کہا اور ہم سیدھے کھڑے ہو گئے پھر ہر قسم کا خطرہ مول لے کر ہمیں آگے بڑھنا پڑا۔ داہنے ہاتھ پر ایک بڑا سا شید نظر آ رہا تھا اور اس شید میں کونسلے کے انبار لگے ہوئے تھے، ہم اسی جانب بڑھ گئے اور چند لمحوں کے بعد شید کے نیچے پہنچ گئے۔ یہاں زمین پر لاتعداد لوگ سو رہے تھے، ان کے جسموں پر مخصوص قسم کی کان کنوں کی نیلی وردیاں تھیں، سوتے ہوئے لوگوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہم آگے بڑھے، شید کے دوسرے حصے پر جو کھلا ہوا تھا بڑی بڑی پائپ لائنیں ہوئی تھیں۔ یہ پائپ لائنیں بڑی تھیں، ان کے عقبی حصے میں ایک ایسا گودام بنا ہوا تھا جس میں لاتعداد وردیوں کے ڈھیر تھے اور اس وقت ایک ہی بات ہم دونوں کے ذہن میں بیک وقت آئی تھی، یعنی یہ کہ فوری طور پر اور کچھ کیا جائے نہ کیا جائے لیکن یہ وردی تبدیل کر لینی چاہیے، اس سے کم از کم عارضی طور پر تو بچت ہو سکتی ہے۔ فنگ نے کہا۔

”تو پھر اس صورت حال سے کچھ نہ کچھ تو پتا چل ہی سکے گا۔“

”دیکھا جائے گا۔“ فنگ نے جواب دیا۔ وہ اس کیفیت سے زیادہ متاثر نہیں معلوم ہوتا تھا اور یہ وجہ میری سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی، یا تو وہ ایسے معاملات میں حد درجہ دلیر تھا یا پھر ممکن ہے اس کی سوچ یوں ہو کہ اب جو ہوگا دیکھا جائے گا اس کا اندازہ درست ہی نکلا۔ تقریباً پونے دو گھنٹے سفر کے بعد لالچ کے انجن بند ہونے کی آواز سنائی دی، اس کے بعد وقفے وقفے سے وہ اشارت ہوتا رہا۔ غالباً لالچ کو کسی مخصوص جگہ لگانے کی کوشش کی جا رہی تھی، ہم دم سادھے پڑے رہے پھر کچھ دیر کے بعد لالچ ایک جھٹکے کے ساتھ رک گئی اور زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ کسی نے کیمین کا دروازہ کھولا اور مسہری کے قریب آ گیا۔

”مسٹر گارٹھک۔“ مسٹر گارٹھک، کیا آپ سو گئے؟

”تم پر کیا قیامت ٹوٹی ہے؟“ گارٹھک کی خوفناک آواز سنائی دی۔

”ہم لامپس پہنچ گئے ہیں۔“

”تو پھر کیا لامپس پر زلزلہ آیا ہوا ہے؟“

”نہیں، آپ اترنا پسند نہیں کریں گے؟“

”دفع ہو جاؤ، میں صبح کو جاؤں گا اور خبردار اس کے بعد کسی کو اس طرف رخ نہ کرنے دینا، قدموں کی آواز آہستہ رہے تاکہ میری نیند میں خلل نہ پڑے، دفع ہو جاؤ۔“ گارٹھک غرائے ہوئے لہجے میں بولا اور آنے والا خاموشی کے ساتھ واپس پلٹ گیا۔ میں اور فنگ بغور تمام صورتحال کا جائزہ لے رہے تھے، ہمیں اندازہ ہو گیا تھا کہ اب کیا صورتحال ہے، بہر حال یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی جو ہمیں پریشان کرتی، ہم خود بھی کیمین سے نکل سکتے تھے کیونکہ گارٹھک سو رہا تھا یوں وقت گزرتا رہا، ہم نے فرش سے کان لگا دیے تھے اور آوازیں سننے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ ہمیں اندازہ ہو جائے کہ اب لالچ پر سے تمام افراد اتر گئے ہیں، ظاہر ہے وہ اسے لنگ کرنے کے بعد اس پر رکنے کا کوئی جواز نہیں رکھتے تھے۔ تقریباً پینتالیس منٹ تک انتظار کرنا پڑا اور پھر ہم ریگتے ہوئے مسہری کے نیچے سے نکل آئے، کیمین کے بارے میں ہمیں سے خاصا اندازہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ ہم

ہے۔“

میں نے فنگ کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا فنگ نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ویسے کبھی کبھی اس کے قسم کے ایڈونچر بھی ہونے چاہیں تمہیں ایک بات بتاؤں۔
بہت عرصے قبل میں نے اس جزیرے کے بارے میں کچھ ایسی باتیں سنی تھیں جو بالکل خفیہ
تھیں میرا ایک دوست تھا جس نے مجھے بتایا تھا کہ اس جزیرے پر کچھ ایسے غیر قانونی کام
ہوتے ہیں جن کی اطلاع پتا نہیں حکومت کو ہے یا نہیں۔ لیکن اگر اس کی اطلاع حکومت کو
مل جائے تو جزیرے والوں کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اس نے مجھے یہ بھی بتایا
تھا کہ گارتھک اس جزیرے پر صرف کوئلے کی کھدائی نہیں کر رہا بلکہ کچھ ایسا بھی کام ہے جو
یا تو حکومت کی نگاہ میں ہے اور حکومت اس سے چشم پوشی کرتی ہے یا پھر گارتھک اپنے
تعلقات کی بناء پر کسی کو اس بارے میں ہوا لگنے نہیں دیتا۔“

”لیکن فنگ ظاہر ہے ہمیں ان معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

”وہ تو میں جانتا ہوں لیکن فطرت میں تجسس بھی تو ہوتا ہے البتہ اگر تم بور ہو رہے ہو
تو مجھے بتاؤ۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہماری فوری جدوجہد یا تو یا یہیں سے واپسی
کے لیے ہوگی یا پھر یہاں کچھ وقت آرام کیا جائے۔ میرا مطلب ہے کہ یہاں کے حالات
کا تجزیہ کیا جائے۔“

”ظاہر ہے فنگ ہم اپنی مرضی سے یہاں نہیں آئے بلکہ وہ اتفاقیہ حادثہ ہمیں یہاں
لے آیا ہے اور اس کے بعد ہمیں یہاں سے واپسی ہی کا سفر اختیار کرنا ہے۔“

”میرے دوست اگر مناسب سمجھو تو ایک ازتالیس گھنٹے کا وقفہ یہاں گزار لو۔“

”مطلب۔“

”میری معلومات میں کچھ گرانقدر اضافہ ہو جائے گا۔ تم تو یہاں سے اپنا کام کرنے
کے بعد چلے جاؤ گے لیکن مجھے یہیں رہنا ہے۔“

”کیا خیال ہے ڈیر لائن ہارٹ اگر ہم؟“

”میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔“

”انتہائی مناسب ہے، یہ لباس اور ہماری یہ شکل ہمیں فوراً ہی دوسروں کی نگاہوں
میں مشکوک کر دے گی، بلکہ کوئلے کے یہ ڈھیر تمہارے لیے معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔“
میں اس کی بات سمجھ گیا اور زندگی بچانے کے لیے یہی ضروری تھا، چنانچہ ہم نے اپنا کام
خاموشی سے شروع کر دیا، ہم نے اپنی جسامت کے مطابق وردیاں تلاش کیں اب تھوڑا
بہت فرق تو خیر ہوتا ہی ہے، لیکن بہر حال کچھ وردیاں ایسی تھیں جو ہمارے جسموں پر فٹ
آئیں اور ہم نے اپنے لباس سے چھٹکارہ حاصل کر لیا۔ فنگ نے ہنس کر کہا۔
”کوئلے کی گرد اگر اپنے جسم پر مل لو تو یہ زندگی بچانے میں تمہاری معاون ثابت
ہوگی۔“

”پتا نہیں یہاں میری نسل کے لوگ موجود ہیں یا نہیں۔“

”اب ان باتوں پر غور کرنا بیکار ہے، بہر حال ہمیں تقدیر پر بھروسہ تو کرنا ہی پڑے
گا۔“ وردیوں پر غالباً نمبر بھی پڑے ہوئے تھے، لیکن اس وقت ہم نے ان پر غور نہیں کیا،
اب اپنے لباس چھپانے کا معاملہ تھا چنانچہ ہم نے لباسوں کی ایک گٹھری سی بنائی اور پائپ
لائن کی جانب بڑھ گئے۔ پائپ لائنیں کافی عرصے سے یہاں پڑی ہوئی تھیں اور مٹی کی تہہ
ان پر جمی چلی گئی تھی چنانچہ آدھی سے زیادہ وہ زمین میں دفن ہو گئی تھیں، ہم نے ایک جگہ
مٹی کی کھدائی کی اور اس کے بعد اپنے لباس محفوظ طریقے سے اس مٹی میں دبا دیے اس
کے علاوہ اور کوئی چارہ کار ممکن نہیں تھا۔ جو رقم یا کرنسی وغیرہ تھی اسے اپنے لباس میں محفوظ
کرنے کے بعد طے یہ کیا گیا کہ اسی پائپ لائن میں رات گزارنے کا بندوبست کر لیا
جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک دلچسپ اور پرسکون آرام گاہ تھی اب یہ الگ بات
کہ ہمارے ذہن پرسکون نہیں تھے۔ فنگ اور میں وہیں دراز ہو گئے۔ کافی دیر تک ہم لوگ
خاموشی سے حالات کے بارے میں سوچتے رہے۔ پھر فنگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عجیب بات ہے اور یہ جو کچھ ہوا ہے یقینی طور پر ہماری توقع کے بے حد خلاف

ساتھ رہے، قربانیاں بے شک دی جاتی ہیں لیکن صرف پیٹ کے لیے نہیں قربانی دینے کا مقصد تو کوئی ایسا مشن ہوتا ہے جس کا تعلق دل کی گہرائیوں سے ہو۔ خیر چھوڑو میں بھی کیا باتیں لے کر بیٹھ گیا میں تو کہہ رہا تھا کہ اگر مناسب سمجھو تو مجھے اس جزیرے کے بارے میں تھوڑا بہت جاننے کا موقع دے دو اس کے بعد ظاہر ہے ہم یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے اور واپس اپنی جگہ پہنچ کر پھر نئے سرے سے اپنی جدوجہد کا آغاز کر دیں گے۔“

”ٹھیک ہے پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، یہ باتیں تو برسبیل تذکرہ نکل آئی ہیں۔“

اس کے بعد ہم سونے کی کوشش کرنے لگے حالات عجیب بھی تھے اب خوف زدہ رہ کر جاگ تو نہیں سکتے تھے سوئے اور خوب سوئے اور اس وقت جاگے جب چاروں طرف تیز دھوپ پھیل گئی تھی۔

”فنگ نے ایک انگڑائی لی اور میری طرف دیکھا میں بھی اسی وقت جاگا تھا۔ میں مسکرا دیا۔“

”ہیلو؟“

”ہیلو فنگ۔“

”رات کسی گزری؟“

”بہت پرسکون۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس میں کوئی شک نہیں ہے انسانی جسم بہر حال ہر چیز کا عادی ہو جاتا ہے۔“

”سوائے ایک چیز کے!“

”کیا!“

”بھوک۔ کیا تم بھوک کے عادی ہو سکتے ہو؟“

”اوہ نہیں واقعی، یہ ایک بہت سنجیدہ مسئلہ ہے۔“

”تو پھر یہ بتاؤ کہ کھانے پینے کے لیے کیا کیا جائے؟“

”یہ مسئلہ تو ازل سے انسان کے ساتھ ہے یعنی رزق کی تلاش بلکہ انسان ہی کیا ہر

”تو پھر؟ میں نے سوال کیا اور فنگ ہنس پڑا پھر بولا۔“

”یہ معلومات مجھے مستقبل قریب میں کچھ فائدہ ہی پہنچا سکتی ہیں۔“

”نہیں فنگ میں بھی اتنا مصروف آدمی نہیں ہوں جس کام کے لیے آیا ہوں اس کے لیے کوششیں تو جاری رکھوں گا۔ کامیاب ہو گیا تو ٹھیک ہے ادارے کی نیک نامی حاصل کر لوں گا۔ ناکام رہا تو اپنی ناکامی کی رپورٹ پیش کر دوں گا۔“

”ہمیں کامیاب ہونا ہے۔“ فنگ نے کہا۔

”مشکل نظر آتا ہے۔“

”کیوں؟“

”یہ دونوں نام یعنی گارنٹ اور ہیگن میرے لیے بڑی عجیب حیثیت کے حامل ہیں دونوں کا انداز بالکل مختلف ہے اور ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ پروفیسران میں سے کس کے قبضے میں ہے؟“

”ہر کام میں کچھ نہ کچھ وقت لگتا ہے، یہ نہیں ہوتا کہ ہمارے لیے ایک راستہ منتخب کر دیا جائے تاکہ جائیں اور اپنے مقصد کی تکمیل کر ڈالیں۔ تھوڑا بہت تو صورت حال کا اندازہ لگانا پڑتا ہے اور اس کے بعد ہی کام کی بات ہوتی ہے۔“

”میں جانتا ہوں۔“

”ویسے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ تمہاری کارکردگی اب تک کیا رہی ہے، لیکن میں تمہیں

ایک بات اور بتاؤں۔ دنیا ذرا مختلف قسم کی چیز ہے۔“

”مطلب؟“

”لوگ صرف اپنی مطلب برآری چاہتے ہیں تم اگر کسی سلسلے میں جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے موت کا شکار ہو جاؤ تو تمہارے ہاتھ کیا آئے گا۔ میں تو اس سلسلے میں درمیانہ روی کا قائل ہوں۔“

”یعنی!“

”کام بے شک ایمانداری سے کرو لیکن اس طرح کہ اپنی زندگی کا تحفظ بھی ساتھ

ہو گئے اس وقت ہم ایک ایسی ہی لائن سے گزر رہے تھے اور ہمارے عقب میں ایک دیگر آنری تھی، نجانے کیوں دیگر ہمارے پاس آ کر رک گئی جھوٹا سا انجن لگا ہوا تھا، چھوٹے چھوٹے کھلی چھت کے ڈبے تھے جن میں خاص قسم کا لوہا بھرا ہوا تھا، لوہے کی چھوٹی چھوٹی سلیں بنی ہوئی تھیں جو دیگر کے دو ڈبوں میں بار تھیں، باقی کچھ ڈبے بالکل خالی نظر آ رہے تھے۔ دیگر کے انجن سے ایک شخص نے آواز دی۔

”ہے، ٹائن الیون پلیز۔“ ہم دونوں رک گئے فنگ نے جلدی سے کہا۔

”لیس سر۔“ ہمیں آواز دینے والا ایک چوڑے چکے بدن کا ایک سیاہ فام تھا۔

”پلیز بیٹھ جاؤ ہری اپ ہری اپ۔“ اس نے کہا۔

اور فنگ نے مجھے فوراً اشارہ کیا، ہم ایک خالی ڈبے پر چڑھ گئے اور ٹرین وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ میں نے تمہیرانہ انداز میں کہا۔

”یہ یہ کیا؟“

”خاموش رہو، وقت جو کچھ فیصلے کرے گا مناسب ہی کرے گا، غالباً ہمیں مزدوروں

کی حیثیت سے طلب کر لیا گیا ہے۔“

ہم خاموشی سے ٹرین میں بیٹھ کر آگے بڑھتے رہے، ٹرین تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد دو پہاڑوں کے درمیان ایک درے جیسی جگہ میں داخل ہو گئی اور اس کے بعد وہ دیر تک اسی درے میں چلتی رہی اب ہمیں یہ احساس ہو رہا تھا کہ وہ کسی قدر ڈھلان میں جا رہی ہے۔ رفتار بھی کسی قدر تیز ہو گئی تھی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک سرنگ میں داخل ہو گئی اور گھپ اندھیر چھا گیا، ہم اس سفر میں دلچسپی محسوس کر رہے تھے، کونسلے کی کسی کان میں اترنے کا یہ پہلا موقع تھا اور ہم بڑی دلچسپی سے یہ سفر کر رہے تھے، پھر آگے چل کر تھوڑی تھوڑی روشنی نظر آئی۔ یہ روشنی دیواروں میں لگی ہوئی بجلی کے بلبوں سے پھوٹ رہی تھی لیکن بے حد مدہم بہت ہی کم پاور والے بلب لگائے گئے تھے، لیکن یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ ٹرین پیچ در پیچ راستے اختیار کرتی ہوئی زمین کی گہرائیوں میں اترتی چلی جا رہی ہے، الغرض کافی فاصلہ اس انداز میں طے کیا گیا اور اس کے بعد ٹرین کی رفتار سست ہونے لگی۔ ہم یہ

جاندار جسم اپنے رزق کی تلاش میں نکلتا ہے۔“

”یہاں اس جزیرے پر، میرا مطلب ہے لامپس پر کیا لامبوہی کی کرنسی چلتی ہے۔“

”یہ لامبوہی کا ایک جزیرہ ہے، لیکن؟“

”لیکن کیا؟“

”میرے خیال میں یہاں کرنسی بیکار ہوگی۔“

”کیوں؟“

”تمہیں بتا چکا ہوں کہ جزیرے کا دو تہائی حصہ گارتھک کے قبضے میں ہے اور ظاہر ہے گارتھک نے یہاں بازار اور دکانیں نہیں لگائی ہوں گی اور بقیہ وہ حصہ جو آزاد کہلاتا ہے ہمارے لیے ممنوعہ علاقہ ہے یعنی ہم وہاں نہیں جاسکتے، ایسی صورت میں خریداری کا کیا تصور کیا جاسکتا ہے؟“

”تو پھر فاقہ کشی؟“

”فی الحال۔“

”اوکے، یہ بھی تجربات میں سے ایک ہے۔“ میں نے کہا اور ہم پاپ لائن سے باہر نکل آئے، یہ خطرہ تو مول لینا ہی تھا، ہماری نگاہیں قرب و جوار میں بھٹکنے لگیں دن کی روشنی میں ہم نے اس جزیرے کے ماحول کو دیکھا جگہ جگہ سیاہ رنگ کی لکیریں نظر آ رہی تھیں یہ ریلوے لائن تھی جس پر سے دیگر گزرتی تھیں، بدنامہ بد صورت ویکوں کے ڈبے جگہ جگہ نظر آ رہے تھے، چھوٹی چھوٹی ٹرینیں جو کانوں میں سفر کرتی تھیں آ جا رہی تھیں، یہاں کا سب سے بڑا مسئلہ یہی تھا باقی لوگ ادھر سے ادھر گھوم پھر رہے تھے سب سے پہلے ہمیں یہ اندازہ لگانا تھا کہ ہمارے بارے میں لوگوں کا کیا رویہ ہوتا ہے، بہر حال ہم بھی ٹھیلنے والے انداز میں چل پڑے، ہم تنہا نہیں تھے یہاں بے شمار لوگ ہمارے انداز میں آوارہ گردی میں مصروف تھے، پتا نہیں یہ آوارہ گردی تھی یا پھر ان کی ڈیوٹیاں اس وقت نہیں لگی ہوئی تھیں۔ بہر حال ہم لوگ آگے بڑھتے رہے سب سے پہلے خوراک کی تلاش تھی، لیکن اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ یہاں کھانے پینے کی کوئی چیز مل سکتی ہے، تن بہ تقدیر

والے کی جانب ہی ہے۔

”وہ۔“ میں نے حیرانی سے کہا۔

”غور سے دیکھو مائی، ڈیئر لائن کیا وہ پروفیسر لائٹ نہیں ہے؟“

”کیا؟“ میرے ذہن میں بھی ایک چھنا کا سا ہوا تھا۔ واقعی فنگ درست ہی کہہ رہا

تھا۔ پروفیسر لائٹ کے بارے میں جس قدر تفصیل ہمیں بتائی گئی تھی آنے والا شخص اس پر پورا اترتا تھا لیکن دماغ چکرا کر رہ گیا تھا، یہ پروفیسر لائٹ یہاں کہاں سے آ مر، ہم تو اسے ہنگوٹن یا گارنٹ کی قید میں تصور کر رہے تھے، وہ تو آزادی سے یہاں گھوم پھر رہا تھا، ان لوگوں کے ساتھ چلتا ہوا وہ آخر اس دین تک ہی آ گیا جس میں لوہے کی سلیں چبی ہوئی تھیں۔ وہ قریب پہنچا اور اس نے اشارہ کیا، تب اس کے ساتھ آنے والے دو آدمیوں نے لوہے کی ایک سل اپنی جگہ سے سرکائی اور ایک خاص قسم کی کیل پروفیسر کے ہاتھ میں تھا دی، لائٹ نے کیل کو لوہے کی اس سل پر گھسا اور اسے کھرچنے لگا پھر اس نے محدب شیشے سے اس سل کو دیکھا اور دیر تک دیکھتا رہا۔ پھر مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ ہم اس کے بہت قریب موجود تھے اور کوئی بھی ہماری جانب متوجہ نہیں تھا، یہاں یہ احساس ہوتا تھا کہ اس جگہ جو مزدور کام کرتے ہیں ان کی اپنی ایک عزت ایک مقام ہے اور کوئی بھی بلاوجہ انہیں پریشان نہیں کرتا۔ بہر حال پروفیسر لائٹ کو یہاں دیکھ کر تو صورت حال ہی بدل گئی تھی ہم تو یہاں اتفاقہ طور پر ہی آ گئے تھے۔ لیکن پروفیسر لائٹ یہاں موجود ہے گویا تقدیر نے ہمیں صحیح جگہ پہنچا دیا تھا۔ لیکن ظاہر ہے ابھی ہم اس پر کوئی تبصرہ نہیں کر سکتے تھے، لائٹ کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے، لیکن میرا خیال ہے دو چار سلیں اور چیک کر لو تا کہ بعد میں پروڈکشن میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔“

”اوکے ڈیئر لائٹ۔“ ایک اور قوی ہیکل سیاہ فام نے کہا اور اب شک و شبہ کی کوئی

مہنجائش نہیں رہی، ڈیئر لائٹ کا مطلب یہ تھا کہ ہم نے جو کچھ سوچا ہے وہ بالکل درست ہے، آہ یہ واقعی ایک انوکھی بات تھی جس پر نہ آنکھوں کو یقین آ رہا تھا نہ کانوں کو، لیکن آنکھ

حیرت انگیز سفر طے کرتے ہوئے ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جو ایک بہت بڑے اسٹیشن کی حیثیت میں نظر آرہی تھی، ہمارے اطراف میں پلیٹ فارم تھا۔ دونوں سمت بنے ہوئے پلیٹ فارم پر لاتعداد ہمارے جیسے مزدور گھوم پھر رہے تھے جگہ جگہ مختلف شعبے بنے ہوئے تھے۔ بہترین عمارتیں زیر زمین بنائی گئی تھیں اور ان میں تیز روشنیاں جگمگا رہی تھیں، طرح طرح کی پائپ لائنیں بکھری ہوئی تھیں اور بھاری مشینوں کے چلنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ انتہائی عجیب و غریب کارخانہ ہمارے لیے باعث حیرت تھا۔ فنگ نے سرسراتی آواز میں کہا۔

”یہ کونسلے کی کان تو نہیں ہو سکتی، میں نے اس سے پہلے کبھی کونسلے کی کان نہیں دیکھی لیکن میرے پاس اس کے بارے میں خاصی معلومات ہیں، وہاں یہ سب کچھ نہیں بنایا جاتا، یہ تو مجھے کچھ اور ہی چکر معلوم ہوتا ہے، آہ کیا میں واقعی کسی اجنبی کہانی سے دو چار ہونے جا رہا ہوں۔“

ٹرین رک گئی اور ہم لوگ نیچے اتر آئے اصل میں ہم اب جب یہاں آ گئے تھے تو اس صورتحال سے واقف ہونا ضروری سمجھتے تھے، لیکن جس شخص نے ہمیں ٹرین میں سوار ہونے کے لیے کہا تھا وہ انجن سے اترنے کے بعد ہمارے پاس پہنچ گیا۔

”تم لوگ یہاں روکو، شاید ہمیں اسے ان لوڈ کرنا پڑے۔ بس نگرانی کر لینا باقی کام تو مشینیں کریں گی۔“

اس کا انداز اس قدر نرم تھا کہ ہمیں خاموش ہونا پڑا۔ پھر کچھ افراد آتے نظر آئے ایک شخص سفید سوٹ پہنے آنکھوں پر چشمہ لگائے ان لوگوں کے ساتھ اور وہ سب اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ دفعتاً ہی فنگ نے میرا شانہ دبایا اور اس کی سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔

”اوہ میرے خدا، نونونو۔“

”کیا ہوا فنگ؟“

”وہ دیکھو۔“ فنگ نے اشارہ کیا اور میں نے محسوس کیا کہ اس کا اشارہ سفید سوٹ

اور کان بہر حال دماغ سے جنگ نہیں کر سکتے، پروفیسر لاٹ ہمارے سامنے آچکا تھا، لیکن وہ گارتھک کی تحویل میں ہے یہ ہم نے سوچا بھی نہیں تھا۔

پھر ہم پروفیسر لاٹ کو باہر جاتے دیکھتے رہی، اچانک ہی فنگ نے مجھے اشارہ کیا۔ اور، میں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ فنگ ایک مخصوص انداز میں آگے بڑھ رہا تھا اور میں نے محسوس کر لیا کہ وہ پروفیسر لاٹ کا پیچھا کرنا چاہتا ہے، یہاں کے ماحول کو دیکھنے کے بعد اس بات میں کوئی خطرہ نہیں محسوس ہوا تھا چنانچہ ہم پروفیسر لاٹ کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے ایک گیٹ سے باہر نکل آئے اور پھر ہم نے پروفیسر لاٹ کی رہائش گاہ بھی دیکھ لی، ایک شاندار عمارت تھی جس میں وہ داخل ہوا تھا اور اس نے چلتے ہوئے یہ الفاظ کہے تھے۔

”ٹھیک ہے، تم مال ان لوڈ کر کے فیکٹری پہنچا دو، اس کا پروسیس شروع ہو جانا چاہیے۔“

بقیہ لوگ واپس چلے گئے تھے اور پروفیسر لاٹ اندر مکان میں داخل ہو گیا تھا۔ ہم بھی ایک دوسرے راستے کی جانب چل پڑے اور گھوم پھر کر پھر اسی شیڈ میں نکل آئے، ٹرین اب بھی موجود تھی اور وہ لوہے کی سلیس کرینوں کے ذریعے نیچے اتار کر ٹرالیوں میں رکھی جا رہی تھیں، ہم لوگ بھی اس کام میں مصروف ہو گئے، اس شخص نے پھر ہمیں دیکھا۔ مسکرا کر ہمارا شکریہ ادا کیا جو ہمیں یہاں تک لایا تھا اور مطمئن انداز میں آگے بڑھ گیا۔ سلیس ان لوڈ ہوتی رہیں، بہت سے مزدور اس کام میں مصروف ہو گئے تھے، ہم نے بھی حتی المقدور ان کا ہاتھ بٹایا۔ پھر تھوڑی دیر کے لیے وقفہ ہو گیا اور یہ وقفہ ہمارے لیے بڑا غنیمت ثابت ہوا کیونکہ وقفہ ہوتے ہی دو تین ٹرالیاں اس جانب بڑھیں تھیں جدھر یہ کام ہو رہا تھا اور ان ٹرالیوں پر چائے کے برتن سجے ہوئے تھے، چائے کے ساتھ خاص قسم کے سینڈوچز بھی تھے انہیں دیکھ کر ہماری آنکھیں چمک اٹھیں اور پھر یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ کوئی مخصوص حد نہیں ہے کھانے پینے کی چنانچہ اس وقت قدرت نے ہمارے لیے خوراک کا جو بندوبست کیا اس کے لیے کم از کم میں تو اپنے دل میں شدید شکر گزار تھا فنگ کے بارے میں مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اس کی کیفیت کیا ہے، خوب اچھی طرح شکم سیر ہونے کے بعد ہم لوگ پھر

کام میں مصروف ہو گئے۔ فنگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”کم از کم اس محنت کا صلہ ہمیں پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دیا گیا ہے یعنی اعلیٰ قسم کے سینڈوچز اور یہ چائے ورنہ سچی بات ہے کہ پیٹ میں آنتیں۔ قرقر کرنے لگی تھیں۔“

میں مسکرا کر خاموش ہی رہا، فنگ آہستہ سے بولا۔
”کیا کہتے ہو کیا یہاں کچھ وقت گزارنے کا ارادہ ہے۔“
”جیسا تم مناسب سمجھو۔“
”پروفیسر لاٹ سے ملاقات کرو گے۔“
”جلد بازی نہیں ہوگی۔“

”میں بھی یہی کہنا چاہتا ہوں“

”میرے خیال میں ہمیں اسی ٹرین سے واپس چلے جانا چاہیے اگر یہ واپس جائے تو ورنہ پھر دیکھتے ہیں کہ کیا صورت حال ہوتی ہے، اس کے بعد ہم دوبارہ یہاں آنے کی کوشش کریں گے، ظاہر ہے ایسے تو یہ سب کچھ نہیں کیا جاسکتا۔“

”میں تم سے بالکل اتفاق کرتا ہوں۔“ فنگ نے جواب دیا اس سے زیادہ گفتگو ہم نے یہاں کرنا مناسب نہیں سمجھی تھی البتہ ہم وہاں مختلف شعبے دیکھنے کے لیے چل پڑے تھے مزدوروں کو یہاں ہر طرح کا اعتماد اور مکمل آزادی حاصل تھی غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ گارتھک یا اس کارخانے کا سربراہ جو بھی ہے اس نے اپنے علاقے کو محفوظ کر کے اپنے طور پر اپنے آپ کو محفوظ کر لیا تھا پھر ہم آگے بڑھتے رہے جگہ جگہ گودام بنے ہوئے تھے، جگہ جگہ ریلوے لائنیں بکھری ہوئی تھیں اور بہت سی دکنیں آ جا رہی تھیں لیکن ان گوداموں میں سے ایک میں داخل ہو کر ہم نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر ہماری آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ چھوٹے میزائلوں کے خول تھے جو غالباً یہاں اس کارخانے میں بنائے جا رہے تھے اور اس کے بعد ہماری جستجو اور بڑھ گئی پھر ہم نے تمام ہی گودام دیکھ ڈالے راتوں کی نائیں میزائلوں کے خول اور جدید ترین اسلحے کے مختلف پارٹس یہاں تیار ہو رہے تھے اور یہ

بات میرے اور فنگ دونوں ہی کے لئے شدید حیرت کا باعث تھی لیکن بہر حال ہم اسے دیکھتے رہے ابھی کسی بات پر کوئی تبصرہ کرنا مناسب نہیں تھا کافی وقت یہاں گزر چکا تھا پھر ہم نے ایک ٹرین کو واپس جاتے ہوئے دیکھا، کئی مزدور اس میں چڑھ گئے تھے چنانچہ ہم دونوں بھی ٹرین کے ایک خالی ڈبے میں جا بیٹھے اور ٹرین واپسی کا وہی راستہ طے کرنے لگی جدھر سے ہوتی ہوئی یہاں تک آئی تھی، ذہن میں عجیب و غریب خیالات تھے حالانکہ میرا معاملہ تو بالکل ہی مختلف تھا بینک میں اس تنظیم میں شامل ہو گیا تھا اور گولڈن پارس کے لیے ہر طرح کی خدمت انجام دینے پر آمادہ تھا لیکن دل کی گہرائیوں میں کچھ اور ہی تھا اور ان تمام کارروائیوں کا مقصد صرف یہی تھا کہ اپنے آپ کو بہلائے رہوں اور اہل نظر اور اہل دل کے سامنے اپنے آپ کو پیش کردوں کہ ہے کوئی جو مجھے میری شناخت کرا دے ہے کوئی جو مجھے میری منزل سے آشنا کر دے، احتیاطاً فنگ بھی خاموش تھا جبکہ اس کے چہرے پر نجانے کیا کیا کچھ نظر آ رہا تھا وہاں شیڈ میں جو کچھ مل گیا تھا اسے غنیمت سمجھتے ہوئے ہم نے خوب شکم سیری کر لی تھی کیونکہ اب یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ کھانے پینے کی اشیاء کہاں دستیاب ہوں، البتہ ایک خیال دل میں تھا کہ جس طرح وہاں کام کے دوران مزدوروں کو چائے اور سینڈ وچ پیش کئے گئے تھے ممکن ہے اوپر بھی اسی قسم کا کوئی بندوبست ہو، بہر حال تلاش کرنا تھا، پھر ہم واپس اسی جگہ پہنچ گئے مزدور جو شیڈ سے باہر تک آئے تھے، ڈبوں سے اتر اتر کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے میں اور فنگ بھی آہستہ آہستہ آگے چلتے ہوئے واپس اسی عیش گاہ پر آ گئے جس میں ہم نے رات بسر کی تھی فنگ نے مجھے اشارہ کیا اور اندر بیٹھ گیا۔

”میں تمہیں بتا نہیں سکتا کہ میرے دل و دماغ کی کیا کیفیت ہے؟“

”اس میں کوئی شک نہیں ہے فنگ کہ یہ سب کچھ تو غیر متوقع طور پر ہوا ہے۔“

”یاد رہے یقین کرو میں تو خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا ہم تو یہی سمجھ رہے تھے بلکہ ہم کیا تنظیم کا بھی یہی خیال تھا کہ پروفیسر لاٹ گارنٹ کے پاس ہے اور ہمیں سے اس کام کا آغاز کیا گیا تھا لیکن یہ تو صورتحال بالکل مختلف نکلی۔ بہر حال ہمارا مقصد تو صرف یہ ہے کہ ہم کسی طرح پروفیسر لاٹ کو حاصل کر کے تنظیم کے حوالے کر سکیں۔“

”ایک بات بتاؤ لائن۔“

”ہاں پوچھو۔“

”تم نے پروفیسر لاٹ کے چہرے سے کوئی اندازہ لگایا؟“

”کیسا اندازہ؟“

”کیا اس کی حیثیت قیدیوں جیسی ہے؟“

”حیثیت تو نہیں، جس طرح وہ لوگ اس کا احترام کر رہے تھے اور جس طرح وہ ان

لوگوں کو احکامات دے رہا تھا اور وہ اس کے احکامات پر عمل کر رہے تھے اس سے تو یہ اندازہ ہوتا تھا کہ پروفیسر لاٹ اپنی ایک الگ حیثیت رکھتا ہے۔“

”افسوس ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ پروفیسر لاٹ ہے کیا چیز؟“

”تنظیم کے لوگ یہ بات شاید کبھی کسی کو نہیں بتاتے؟“

”ہاں۔ لیکن وہاں اسلحے کے جو خول دیکھے انہیں دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں

کانوں کی کھدائی کے بجائے اسلحہ سازی ہوتی ہے اور یہ خفیہ اسلحہ فیکٹری زبردست اسلحہ تیار

کرتی ہے دیے تمہارا کیا خیال ہے کیا حکومت لامبو بھی ان معاملات میں ملوث ہوگی؟“

”یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب تم خود سوچو بھلا میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا

ہوں؟“ فنگ گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا۔

”بہر حال میں تو حیران ہوں۔ اس بات پر کہ دیکھو کس طرح اتفاقیہ طور پر ہم ان

معاملات میں ملوث ہو گئے اور یہاں لائسنس تک پہنچے ورنہ شاید اس طرف ہمارا ذہن کبھی

جاتا اور ہم گارنٹ اور ہیگلون ہی میں بھٹکتے رہتے اور اس طرح ہمیں کبھی پروفیسر لاٹ

دستیاب ہوتا۔“ میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا پھر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بہر حال پہلے ہم یہاں سے فرار ہونے کے منصوبے بنا رہے تھے اور ہمارا اولین

مقصد یہ تھا کہ جس طرح بھی بن پڑے ہم یہاں سے نکل جائیں لیکن اب ہمیں یہاں رکنا

ہوگا۔“

”اور زیادہ مستعدی سے کام کرنا ہوگا۔“ فنگ نے جواب دیا۔“

گئے اور وہاں کا جائزہ لینے لگے، دور تک چلتے رہنے کے بعد ہم نے وہ جگہ دیکھی جہاں سمندر کے کٹاؤ میں کچھ کشتیاں موجود تھیں، دفعتاً ہی فنگ کے دل میں کوئی خیال آیا اور اس نے کہا۔

”ڈیر لائن کیا ان میں سے کسی خالی کشتی پر اتر کر دیکھا جائے؟“
”وجہ؟“

”لبے سفر کرنے والی لانچوں پر کھانے کے ذخائر بھی ہوتے ہیں، اگر ہمیں وہاں سے کچھ دستیاب ہو جائے۔“

”ٹھیک ہے چلو۔“ میں نے کہا اور ہم دیر تک اطراف کا جائزہ لیتے رہے جیسے یوں ہی گھوم رہے ہوں، لیکن حقیقت یہ تھی کہ ہمیں وہاں موجود لوگوں کے بارے میں اندازہ لگانا تھا کئی موٹر بوٹ یہاں کھڑی ہوئی تھیں چپوؤں والی کشتیاں بھی تھیں جن میں کہیں کہیں لوگ نظر آ جاتے تھے لیکن ایک بڑی لانچ پر پہنچ کر ہم نے آخر کار اس پر اترنے کا فیصلہ کر لیا ہم آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترتے ہوئی لانچ پر آ گئے، لانچ پر واقعی اس وقت کوئی موجود نہیں تھا چنانچہ ہم نے اس کا جائزہ لینا شروع کر دیا اور جب ہم لانچ کے اندر گراؤنڈ کیبن میں پہنچے تو ہمارے ذہنوں کو حیرت کے شدید جھٹکے لگے اس لانچ میں ہمارے تصور سے الگ کی چیزیں موجود تھیں یعنی جدید ترین ساخت کا اسلحہ اور یہ اسلحہ انتہائی مہارت اور عمدگی سے مختلف حصوں میں پوشیدہ کیا گیا تھا اس میں ہیڈ گرنیڈ، رائفلیں، مشین گنیں وغیرہ بہت بڑی تعداد میں موجود تھیں ہم انہیں دیکھ کر انکسٹ بدنداں رہ گئے تھے، فنگ نے کہا۔

”میرے خدا مجھے تو اب یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس جگہ سے دنیا کے جدید ترین ممالک کو اسلحہ سپلائی ہوتا ہے اب یہ پتا نہیں کہ یہ بات حکومت لامبو کے علم میں ہے یا نہیں؟“

”فنگ میں تو یہ اندازہ قائم کر رہا ہوں کہ گارنیٹ اور مگلیون کا رتھک کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔“

”تم یقین کرو کسی نے گار تھک کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں ہوگا، وہ بس کوئلے

”پیشک۔“

”اور یہاں قیام کرنے کے لیے ابھی تک تو ہمیں کوئی دقت پیش نہیں آئی لیکن ہماری سب سے اہم دقت یہ ہے کہ ہمیں یہاں کھانا کہاں سے دستیاب ہوگا۔“
”یہ معلومات حاصل کرنا پڑیں گی، ظاہر ہے جو لوگ یہاں کام کرتے ہیں انہیں بہر طور کہیں نہ کہیں سے کھانا بھی فراہم ہوتا ہوگا۔“

”تو پھر دوست زندگی کی سب سے پہلی مشکل یہی ہوتی ہے کہ انسان پیٹ بھرنے کا بندوبست کرے، باقی سارے معاملات اس کے بعد شروع ہوتے ہیں تو کیوں نہ ہم وہ جگہ تلاش کریں جہاں شکم سیری کا انتظام ہو سکے۔“ فنگ نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی، واقعی فنگ درست کہہ رہا ہے ہمیں اب یہاں اس وقت تک قیام کرنا ہوگا جب تک کہ لاٹ کو یہاں سے نکال لے جانے کا بندوبست نہ ہو سکے، چنانچہ کچھ دیر آرام کے بعد ہم پھر آوارہ گردی کے لیے نکل کھڑے ہوئے جزیرہ لائپس اپنے طور پر ایک عجیب و غریب جزیرہ تھا پتا نہیں وہ علاقہ جس کے بارے میں یہ کہا جاتا تھا کہ سرکاری تحویل میں ہے کس نوعیت کا حامل ہوگا لیکن ادھر کا جو علاقہ نظر آ رہا تھا وہ اپنے طور پر خاصی سنسنی خیز اہمیت کا حامل تھا چونکہ یہ جگہ افریقہ کے ایک ایسے حصے میں تھی جہاں روایتی قسم کے نشانات بھی ملتے تھے اس لیے یہ بھی دیکھنا تھا کہ اس حیثیت سے یہاں کیا ہو رہا ہے، بہر حال ہم خاصی دیر تک وہاں گھومتے پھرتے رہے سب سے بڑا فائدہ ہمیں یہ ہوا تھا کہ یہاں تمام لوگ اپنے اپنے طور پر اپنے کاموں میں مصروف رہتے تھے، پھر ہمیں اس کا اندازہ ہو گیا کہ ان لوگوں کو کھانا کہاں سے ملتا ہے، یہی کہا جاسکتا تھا ایسے بہت بڑے بڑے شیڈ بنے ہوئے تھے جہاں کھانے کا بندوبست تھا لیکن ان لوگوں کے کھانے کا جو انداز تھا اسے دیکھ کر طبیعت کو شدید کراہیت کا احساس ہوا وہ جانوروں کی طرح کھانا کھاتے تھے اور کھانا بھی بس یوں ہی سالتا تھا احتیاطاً ہم نے بھی تھوڑا بہت کھانا لے لیا، ہماری وردیاں ہمارے بڑے کام آ رہی تھیں اور ان کے استعمال کے بعد ہمیں کسی قسم کی کوئی دقت نہیں رہی تھی۔

غرض یہ کہ وقت گزرتا رہا پھر رات کا اندھیرا پھیل گیا تو ہم سمندری علاقے میں نکل

بجائے، وقفے وقفے سے یہ ڈھول بجتے رہے پھر خاموشی چھا گئی لیکن بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی تھی رات کی تاریکی میں ہم مسلسل آگے بڑھتے رہے اور ہمارے ذہن و دل ہر قسم کے خیالات سے خالی ہو گئے تھے ہمیں یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ ہم ایک انوکھی جگہ آ گئے ہیں پھر کافی فاصلے پر ہمیں کچھ روشنیاں نظر آئیں اور فنگ نے کہا۔

”ذرا ادھر بھی دیکھیں، فاصلہ بیشک زیادہ ہے لیکن کوئی حرج بھی نہیں ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ اس کے بعد ہم اس جانب چل پڑے تھے یہاں تک کہ ہم ایک پہاڑی کے دامن میں پہنچے جہاں بڑے بڑے سوراخ نظر آ رہے تھے یہ غالباً غار تھے اور فنگ نے فیصلہ کیا کہ رات انہی غاروں میں بسر کی جائے اور اگر ممکن ہو سکے تو انہی میں سے کسی ایک غار میں ایک مستقل پناہ گاہ حاصل کر لی جائے پھر یہاں بیٹھ کر باقی کام شروع کیے جائیں اور ایسے ایک غار کی تلاش ہمیں کوئی مشکل ثابت نہیں ہوئی تھی چنانچہ غار میں داخل ہو کر ہم اس کی ٹھنڈی زمین پر دراز ہو گئے رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی پھر رات کے کسی حصے میں ہمیں نیند آ گئی تھی سپیدہ سحر نمودار ہوتے ہی ہم جاگ گئے اور باہر کے ماحول کا جائزہ لینے کے لئے نکل آئے، ہم نے باہر نکل کر صورتحال کا جائزہ لیا یہاں غاروں میں باقاعدہ آبادی تھی عورتیں اور بچے وغیرہ بھی نظر آ رہے تھے کافی فاصلے پر ایک عجیب سی کھنڈر نما جگہ نظر آ رہی تھی، فنگ نے کہا۔

”یہ ایک قدیم قلعہ ہے جیسے انیسویں صدی کے آغاز میں تعمیر کیا گیا تھا اور شاید کوئی اڑا بنایا گیا تھا۔ تفصیلات میرے علم میں نہیں ہیں لیکن بس ایسے ہی میں نے اس کے بارے میں بھی سنا تھا۔“

ہم یہاں سے جائزہ لیتے رہے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر ایک سڑک نظر آ رہی تھی جس سے کچھ ہٹ کر جھونپڑیوں اور نیم پختہ مکانوں پر مشتمل ایک گاؤں نظر آ رہا تھا یہاں زندگی رواں دواں تھی اور لوگ اپنے اپنے طور پر مصروفیات میں لگے ہوئے تھے دیر تک ہم اس کا جائزہ لیتے رہے اور پھر آگے بڑھ گئے، کھنڈرات کا ایک سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ مکانات نظر آ رہے تھے، ان مکانات کے اختتام پر ایک

کی کانوں کا ٹھیکیدار سمجھا جاتا ہے لیکن یہ سب کچھ میں تو کہتا ہوں کہ وہ لامبو کا سب سے بڑا آدمی ہے تم اس لانچ کا اسلحہ دیکھ رہے ہو، جدید ترین اسلحہ ہے ہم تو یہی سمجھتے تھے کہ وہاں شاید صرف اسلحہ، میرا مطلب ہے میزائل وغیرہ کے خول بنائے جاتے ہیں لیکن یہ سب کہیں رواں لگی کے لیے تیار ہے۔“

”ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ہمارا مشن کچھ اور ہی ہے۔“

”پھر بھی بتے پانی میں ہاتھ دھولینے میں کیا حرج ہے؟“

”مطلب۔“

”یہ سب مشین گنیں دیکھو، اگر ان میں سے دو سب مشین گنیں ہمارے پاس آ جائیں تو کوئی حرج ہے۔“

”کیا ہمارے لباس انہیں پوشیدہ رکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں؟“

”بالکل۔“ فنگ نے اپنی وردی کی زپ کھولتے ہوئے کہا۔

”اگر انہیں بغل میں اس چمڑے کے تسمے کے ساتھ لٹکا لیا جائے تو کسی کو شبہ بھی

نہیں ہوگا۔“

”تو پھر دیر کس بات کی ہے، انسان کے ہاتھ میں اگر اسلحہ ہو تو اسکی قوت کئی گناہ بڑھ جاتی ہے، چنانچہ ہم نے دو سب مشین گنیں اپنے لیے حاصل کر لیں انہیں چیک کیا اور پھر اس کا ایک محدود تعداد میں ایمنیشن بھی لے لیا اس طرح ہم نے یہاں پہلے اسلحہ حاصل کیا اور اس کے بعد لانچ کے کچن میں پہنچ گئے پھر یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ لانچیں ہماری کفالت کر سکتی ہیں، زیادہ ساز و سامان تو نہیں لیا جاسکتا تھا لیکن کم از کم اتنا بندوبست ضرور کر لیا کہ دو تین دن کے لیے گزارا ہو سکے اور اس کے بعد ہم خاموشی سے لانچ سے باہر آ گئے تھے، پھر ہم یوں ہی سفر کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے یہ جزیرہ تو ہمارے لیے ایک بہترین میوزیم ثابت ہوا تھا ہم آہستہ آہستہ آگے بڑھتے جا رہے تھے کہ اچانک ڈھول کی سی آواز سنائی دی، ڈھول پر ایک خاص تواتر سے تھاپ پڑ رہی تھی ایک لمحے کے لیے ہمارے قدم ٹپکے اور ہم وہاں رک کر ڈھول کی تھاپ کا اندازہ لگاتے رہے پھر کہیں اور سے بھی ڈھول

”مثلاً؟“

”مثلاً یہ کہ پروفیسر لاٹ خود یہاں سے جانے کو تیار ہو جائے گا یا نہیں؟“
 ”کیوں اس کے نہ جانے کا کیا سوال ہے؟“ میں نے فنگ کو غور سے دیکھتے ہوئے
 کہا اور فنگ نے تعجب سے مجھے دیکھا پھر بولا۔
 ”اگر ایک شخص کسی طرح اپنے مشاغل سے مطمئن ہے تو پھر تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ
 وہ تمہارے ساتھ جانا پسند کرے گا۔“

اس کی بات قابل غور تھی، میں کچھ دیر سوچتا رہا، پھر میں نے کہا۔
 ”اگر وہ یہاں سے جانے کے لیے تیار نہ ہوا تو ڈیر فنگ ہمیں تو وہی کرنا ہوگا جس
 کی ہدایت ہمیں تنظیم نے دی ہے یعنی یہ کہ ہم اسے ہر قیمت پر یہاں سے لے جائیں گے
 البتہ اس کے لیے ہمیں طریقہ کار بدلنا ہوگا، ویسے ڈیر فنگ پروفیسر لاٹ کو دیکھ کر تم نے
 کوئی اندازہ لگایا۔“

”کیا اندازہ؟“

”وہ مطمئن نظر آتا تھا یا مضطرب؟“

فنگ ہنسنے لگا پھر بولا۔ ”یہ اندازہ لگانا دنیا کا مشکل ترین کام تھا۔“
 میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ بہر حال یہاں سے ہم جو کچھ دیکھ سکتے تھے،
 وہ دیکھا اور اس کے بعد پھر واپس پلٹ پڑے۔

راستے میں بھی ہم اس موضوع پر باتیں کر رہے تھے کہ اگر لاٹ ہمارے ساتھ چلنے
 پر تیار ہو گیا تو یہاں سے واپسی کا طریقہ کار کیا ہوگا اور اگر وہ تیار نہ ہوا تو ایک شخص کو زبردستی
 لے جانے کے لیے کیا انداز اختیار کرنا پڑے گا؟ فنگ نے کہا۔

”ویسے تو ہم جن لائچوں کو ساحل پر لنگ انداز دیکھ چکے ہیں ان میں سے کوئی بھی
 لائچ ہمارے کام آ سکتی ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں جو جدید ترین نظام قائم ہے اس
 کے تحت یہ لوگ ہمارے فرار سے واقف ہو کر ہمارا تعاقب بھی کر سکتے ہیں اور کسی اسلحے کے
 ذخیرے پر ایسی اشیاء کا ہونا ناممکن نہیں ہے جس سے لائچ کو نشانہ بنایا جاسکے، ہمیں یہ کام

سر سبز پہاڑ تھے اور اس پہاڑ کے ساتھ ہی خاردار تاروں کا جنگل شروع ہو رہا تھا یہ جنگل
 ایلومینیم کے نہایت چمکیلے اور خوبصورت ستونوں کے سہارے قائم تھا اور ستون جسے دیوار میں
 پیوست تھے وہ غالباً کنکریٹ سے بنائی گئی تھی اس دیوار نے ایک طویل رقبے کا احاطہ کیا ہوا
 تھا اور یہاں ایسی گنبد نما جگہیں بھی نظر آ رہی تھیں جن کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا
 جاسکتا تھا لیکن اس کے گرد مسلح محافظوں کا پہرہ تھا اس دیوار کے ساتھ مجھے چند محافظ
 خوفناک کتوں کی زنجیریں تھامے نظر آ رہے تھے اس کا مطلب ہے کہ یہ اہم علاقہ ہے۔

”یقیناً یہاں انڈر گراؤنڈ اسلحہ ساز فیکٹریاں ہوں گی۔“

”تعجب کی بات ہے کیا حکومت لامبو اس علاقے اور یہاں ہونے والی کارروائی
 سے ناواقف ہوگی؟“

”کیا کہا جاسکتا ہے؟“ فنگ نے گہری سانس لے کر کہا۔

اس کے چہرے پر کسی قدر فکر مندی کے آثار نظر آ رہے تھے۔

”کیا بات ہے فنگ تم کچھ سوچ میں مبتلا نظر آ رہے ہو؟“

فنگ نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ سے بولا۔

”لائن ہارٹ ہمیں یہاں آئے ہوئے خاصا وقت گزر گیا ہے اس میں کوئی شک
 نہیں کہ ہم خاص معلومات حاصل کر چکے ہیں لیکن تم مجھے بتاؤ ہم دو افراد کیا یہاں کوئی اہم
 کارنامہ سرانجام دینے میں کامیاب ہو سکتے ہیں؟“

میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور کہا۔ ”بہر حال ڈیر فنگ یہ دیکھو کہ ہم
 کس قدر معلومات حاصل کر چکے ہیں کم از کم تنظیم کی طرف سے سوچی ہوئی یہ ذمہ داری تو
 ہم نے پوری کی ہے کہ ہم پروفیسر لاٹ تک پہنچ گئے ہیں، اب ہمیں بس یہ اندازہ لگانا ہے
 کہ پروفیسر لاٹ کو لے کر ہم کس طرح یہاں سے باہر نکل سکتے ہیں، ہمارا مقصد اس کے
 سوا کچھ نہیں ہے کہ ہم پروفیسر لاٹ کو تنظیم کے حوالے کر دیں۔“

”ساری باتیں اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہیں لیکن اور بھی بہت سے خیالات ذہن میں
 آتے ہیں۔“

موجود ہوتا تھا نظر سناٹا طاری تھا لیکن فنگ کا سایہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ بہت دور سے ڈھول بجنے کی آواز سنائی دے رہی تھی اور یہ آواز اس آواز سے مختلف تھی جو میں نے پہلے سنی تھی۔ میں نے سوچا کہ یہ تو صورتحال بڑی غلط ہے مجھے آگے بڑھ کر دیکھنا چاہیے۔ پھر یہ بھی خیال دل میں آیا کہ ممکن ہے فنگ اس ڈھول کی آواز سن کر تھوڑی سی تفریح طبع کے لیے آگے بڑھ گیا ہو۔ بہر حال یہ سوچ کر میں بھی وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

رات کے سنائے میں ڈھول کی آواز رہنمائی کر رہی تھی اور یہ آواز اس بستی کی جانب سے آرہی تھی جسے ہم دیکھ چکے تھے۔ افریقہ کے سیاہ فام باشندے اس وقت بھی اپنے طور پر تفریبات میں مشغول تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ گارتھک نے انہیں ہر طرح کی آزادی دی تھی۔

میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا اور پھر انسانوں کے اس مجمع کے پاس پہنچ گیا جو ایک عظیم دائرہ بنائے کھڑا ہوا تھا۔ سیاہ فام باشندے اپنی روایات کے تحت کوئی رسم ادا کر رہے تھے، یا پھر یہ ان کی تفریح تھی۔ انہوں نے ایک جگہ آگ کا الاؤ روشن کر رکھا تھا اور اس کے درمیان ڈھول کی آواز پر چند سیاہ فام عورتیں رقص کر رہی تھیں، ان کے جسم پر نہ ہونے کے برابر لباس تھا۔ عورت کے گرد کھڑے ہوئے کچھ افراد عجیب و غریب حرکات کر رہے تھے۔

میں گردن اٹھا کر فنگ کو تلاش کرنے لگا لیکن فنگ یہاں موجود نہیں تھا یا پھر ہوگا بھی تو اس عظیم الشان مجمع میں اسے تلاش کرنا ناممکن تھا۔ بہر حال دیر تک میں وہاں کھڑا رہا اس کے بعد میں وہاں سے واپس چل پڑا اور خاموشی سے اپنے اس مسکن کی جانب سفر کرنے لگا۔ راستے میں درخت بھی آتے تھے اور میں نے یہ محسوس کیا کہ ان درختوں میں کہیں کہیں پتوں کی خفیف سی کھڑکھڑاہٹ سنائی دے رہی ہے ایک لمحے میں مجھے یہ احساس ہوا کہ کہیں کوئی میرا تعاقب تو نہیں کر رہا اور اس کے تحت میں نے اپنے لباس میں چھپی ہوئی مشین گن نکال کر اپنے ہاتھ میں لے لی پھر آہستہ آہستہ وہاں سے آگے بڑھتا رہا۔ میں یہ اندازہ لگانا کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ کون ہے جو میرا تعاقب کر رہا ہے۔ ویسے

نہایت خفیہ طریقے سے کرنا ہوگا۔“

بہر حال میں بھی اس الجھی ہوئی صورتحال کو سمجھ رہا تھا۔ پھر ہم واپس اپنے غار میں آگئے آوارہ گردی اور کچھ بھی نہیں حالانکہ کان کن اپنے کاموں میں مصروف تھے، صرف ہم دو آوارہ گرد تھے جو کوئی کام نہیں کر رہے تھے، یہ ذرا حیران کن بات تھی اور اس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ گارتھک نے یہاں بڑی جمہوریت قائم کی ہوئی ہے یا پھر یہ بھی امکانات تھے کہ ڈھیر میں پڑی ہوئی وردیوں والے دو افراد ان کی فہرست میں ہی نہیں تھے جنہیں وہ تلاش کرتے۔ یہی صورتحال زیادہ سمجھ میں آرہی تھی، لیکن پھر بھی ہمیں دوسروں کی نگاہوں سے بچنے کے لئے جس قدر بھی ممکن ہو سکے، محتاط رہنا چاہیے تھا۔ ایک بار پھر رات ہوگئی۔ فنگ کے انداز میں مجھے کچھ مایوسی محسوس ہوئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ یہاں کے ماحول سے اکتا رہا ہو، لیکن پھر یوں نہ ہو کہ جلد بازی میں کوئی غلط قدم اٹھ جائے۔ ظاہر ہے دشمنوں کے اس عظیم الشان اجتماع میں ہم دو آدمیوں کی حیثیت ہی کیا تھی بڑی آسانی سے ہم مصیبت کا شکار ہو جاتے اس لیے محتاط رہنا ضروری تھا۔

لانچ سے حاصل شدہ کھانے پینے کی اشیاء اس وقت بڑی معاون ثابت ہو رہی تھیں اور ہم ان میں خود کفیل تھے۔

پھر نیند آگئی، غار کے کھر درے فرش پر یہ پرسکون نیند کیسے کیسے خیالات کی حامل رہتی۔ میں اسے محسوس کر رہا تھا۔ سونے کے بعد تمام احساسات ختم ہو گئے۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی جب اچانک ہی میری آنکھ کھل گئی اور انسان کے اندر موجود حیات نجانے کیا حیثیت رکھتی ہیں، ایسی انوکھی قوتوں کا مالک ہے وہ کہ کبھی کبھی خود اپنی سمجھ میں نہیں آتا۔ مجھے خود ایک دم یہ احساس ہوا تھا کہ میں اس وقت تنہا ہوں اور میرے علاوہ کوئی اور ذی روح اس وقت یہاں نہیں تھا اور اس کی تصدیق جاگ کر ہوگئی۔

میں نے اسے غار میں تلاش کیا پھر یہ سوچ کر باہر نکل آیا کہ وہ ذہنی طور پر مضطرب ہے اور اپنے گھر سے دوران نامساعد حالات میں گھرا ہونے کی وجہ سے خاصا بد دل ہے ممکن ہے وہ چہل قدمی کے خیال سے باہر نکل آیا ہو۔ اور اس وقت آس پاس ہی کہیں

اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ کوئی نہ کوئی ہے ضرور۔ پھر میں ایک درخت کی آڑ میں چھپا اور میری کمر میں درخت کی ایک لکڑی چبھنے لگی، میں نے یونہی احتیاطاً اسے پکڑ لیا تھا لیکن احساس ہوا کہ یہ لکڑی نہیں بلکہ لوہے کی کوئی کیل ہے، مجھے حیرت ہوئی، میں نے اسے چاروں طرف سے ٹٹول کر دیکھا تو مجھے اندازہ ہوا کہ ایسی کیلیں اوپر تک چلی گئیں ہیں۔ ایک لمبے میں میرے ذہن میں ایک تصور آیا اور میں کیلوں کے ذریعے اوپر چڑھنے لگا۔ مجھے احساس ہوا کہ اوپر ایک مچان بنایا گیا ہے اور بڑی عمدگی سے اوپر تک چڑھنے کا راستہ تیار کیا گیا ہے اب یہ نہیں پتا کہ یہ مچان کس لیے بنایا گیا تھا۔ لیکن اس تک پہنچنے کے بعد مجھے سامنے ہی وہ جگہ نظر آنے لگی یہاں وہ گنبد نما عمارتیں بنی ہوئی تھیں میں حیرانی سے اس طرف دیکھنے لگا ادھر اچھی خاصی روشنی تھی اور یہاں سے اس جگہ کو بخوبی دیکھا جاسکتا تھا۔

مجھے شدید حیرت ہوئی وہ کون تھا جو یہاں سے اس عمارت کا جائزہ لیتا ہے۔ ممکن ہے عمارت کے محافظ اس جگہ کو خفیہ طریقے سے استعمال کرتے ہوں، دور دور تک کا علاقہ نظر آرہا تھا۔ لوہے کے بلند و بالا گیٹ کے ساتھ اینٹوں سے بنا ہوا ایک مکان تھا اور اس کے گیٹ کے آس پاس بہت سے محافظ بکھرے ہوئے تھے اور میں ان کے ہاتھوں میں اسلحہ بھی دیکھ رہا تھا ان میں سے کئی کے ساتھ زنجیروں میں بندھے ہوئے کتے بھی تھے اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ رات کے اس وقت بھی یہاں خاصی رونق ہے۔

اور پھر نجانے کیوں میرے دل میں یہ خیال جڑ پکڑ گیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو، مجھے اس مکان میں داخل ہونا چاہیے۔ ایک لمبے کے لیے میں فنگ کی غیر موجودگی کو بھول گیا تھا۔ فنگ مجھے بتائے بغیر جہاں بھی گیا ہے یہ اس کی غلطی ہے کہیں یوں نہ ہو کہ اس غلطی کا خمیازہ مجھے بھی بھگتنا پڑے بہر حال کسی کی انگلی پکڑ کر تو نہیں چلا جاسکتا ہے۔ میں اگر اپنے طور پر بھی پروفیسر لاٹ کو لے جانے کی کوشش کروں اور اس میں کامیابی حاصل کروں تو ضروری نہیں ہے کہ فنگ کا ساتھ ہونا لازمی ہو۔ اس کا اس طرح غائب ہو جانا اس کا جرم تھا اور اس وقت میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اس کے اس جرم کو معاف نہ کروں۔

بہر حال میں آہستہ آہستہ نیچے اتر اور اس کے بعد سمتوں کا اندازہ لگانے کے بعد

ایک طرف چل پڑا۔ پختہ روشیں مختلف سمتوں کو جاری تھیں جگہ جگہ پھول اور پودوں اور گھاس وغیرہ کے قطعات تھے، چار دیواری کے وسط میں ایک اور عمارت نظر آرہی تھی جو سفید پتھروں سے بنی ہوئی تھی اس عمارت کے عقبی حصے میں ایک بہت بڑا سوئمنگ پول تھا۔ میں بہر حال تقدیر کا ممنون تھا کہ میری راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں آئی۔ عمارت میں داخلہ ہر چند کہ بہت مشکل تھا لیکن جو عقبی حصہ میں نے منتخب کیا تھا وہاں سے ایک چھوٹی سی دیوار کو پھلانگ کر آخر کار میں عمارت میں داخل ہو گیا۔

عجیب پہرے دار تھے کہ سامنے کی سمت تو اتنا سخت پہرہ لگا ہوا تھا لیکن عقبی سمت کو خالی چھوڑ دیا گیا تھا۔

لیکن فوراً ہی مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا بہت سے بھاری قدموں کی آواز پریڈ کرنے والے انداز میں سنائی دی تھی اور پھر مسلح محافظوں کا ایک دستہ پریڈ کرتا ہوا عین میرے سامنے سے گزرا۔ میں نے اپنے آپ کو ساکت کر لیا تھا اور دیوار کی جڑ میں جالیٹا تھا۔ ان بے وقوفوں کو اس طرف سے گزرتے ہوئے بڑی بڑی نارچوں کا سہارا لینا چاہیے تھا۔ یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ کسی ایک آدمی سے وہ کوئی خطرہ محسوس نہ کرتے ہوں۔

جب وہ میرے سامنے سے گزر گئے تو میں وہاں سے آگے بڑھا۔ سوئمنگ پول کے قریب ایک سرسبز قطعہ نظر آرہا تھا اور یہاں سے آگے بڑھنے کا راستہ نظر آتا تھا رات کے اس حصے میں ظاہر ہے کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ میں آگے بڑھا اور تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ پریڈ کرنے والا دستہ پھر واپس آتا ہوا نظر آیا۔

ایک لمبے کے لیے میں گھبرا گیا لیکن پھر میں نے عقل سے کام لے کر اپنی اسٹین گن پھولوں کی ایک کنج میں چھپائی اور خود برق رفتاری سے نیچے اتر گیا۔ سوئمنگ پول کا پانی بہت ٹھنڈا تھا لیکن اس وقت مجھے بالکل ٹھنڈا نہیں محسوس ہو رہا تھا۔

محافظ دستہ یہاں سے آگے بڑھ گیا اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی اس کا مطلب ہے کہ ان لوگوں نے اس انداز میں گشت کرنے پر ہی انحصار کر لیا ہے۔

اب کیا کرنا چاہیے، یہاں تک آ تو گیا ہوں لیکن اب اس سے آگے پھر دل نے کہا

مناسب راستہ نہ ہو تو پھر اندھے اقدامات کرنے ہی سے راستے تلاش کیے جاسکتے ہیں محافظ آہستہ آہستہ میرے قریب آتا جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ مقامی باشندہ نہیں ہے بلکہ ایک اچھے تن و توش کا مالک کسی اور نسل کا آدمی ہے۔ اس کی وردی صاف ستھری اور شاندار تھی اور اس کے کندھوں پر کچھ بیج لگے ہوئے تھے۔“

وہ بڑبڑاتا ہوا میرے قریب سے گزرا۔ پتا نہیں کیا بڑبڑا رہا تھا۔ میں نے پہلے بھی اس کی بڑبڑاہٹ سنی تھی لیکن اب میرے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اپنے تحفظ کے لیے اسے سنبھالوں۔ چنانچہ میں نے کسی چیتے کی طرح اس پر جست کی اور میں نے پہلے اس کی گردن اس طرح سنبھالی کہ اس کے منہ سے آواز نہ نکل سکے۔ اس کے بعد میں نے اسے سبزے کی دیوار کے پیچھے کھینچ لیا تھا اور بری طرح اس کی گردن کو رگڑ رہا تھا۔ اس کی سانس رک رہی تھی۔ اس نے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی، تو میں نے اس کی گردن کو ایک جھٹکا دیا۔ لیکن میں یہ نہیں دیکھ سکا تھا کہ اس نے اپنے لباس میں لگا ہوا خنجر نکال لیا ہے اگر میں اس کی گردن کو جھٹکا نہ دیتا تو وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاتا۔ اور شاید مجھے بے خبر رکھتے ہوئے اپنی انگلیوں میں پکڑا ہوا خنجر پیچھے ہی سے میرے پیٹ میں پیوست کر دیتا۔ لیکن بس خنجر کی ایک جھلک ہی مجھے نظر آئی تھی۔

دوسرے لمحے میں نے اس کی کلائی پر ہاتھ ڈالا اور اس انداز میں اسے مروڑا کہ خنجر اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور نیچے گر گیا۔ میں نے سرگوشی میں کہا۔

”کیا تم زندہ رہنا چاہتے ہو؟“

وہ کچھ بول نہیں سکا تھا۔ میں نے سرد لمحے میں پھر کہا۔

”آواز نکالنے کی کوشش کی تو تمہاری یہ خواہش پوری نہیں ہو سکے گی۔“

وہ شاید بولنے کی کوشش کر ہی رہا تھا یا پھر اس واقعہ سے اس طرح گنگ ہو گیا تھا کہ اس کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ پھر میں نے اس کی گردن پر گرفت ہلکی کی یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ کس قدر جدوجہد کرتا ہے لیکن اس کی تقدیر ہی اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ گرفت ڈھیلی ہوتے ہی اس نے میرے پیٹ میں کہنی ماری اور پھر پوری قوت سے دو

کہ جو کچھ بھی ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور اپنے طور پر کوشش کرنی چاہیے کافی دیر تک سونمگ پول میں رہا تھا اور اچھی طرح صاف ستھرا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد میں وہاں سے باہر نکلا اور ادھر ادھر دیکھنے کے بعد ایک سمت اختیار کر کے چل پڑا۔ میرے کپڑے پانی میں بھیک کر وزنی ہو گئے تھے اور پانی بہہ بھی رہا تھا۔ لیکن کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

آخر کار میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جو ایک بالکونی یا میسر کی حیثیت رکھتی تھی۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے مجھے ایک کام کی چیز نظر آ گئی۔ میسر کا جنگل پھولوں بھری بیلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور سبزے کی اس دیوار سے صرف ایک موٹی سی تیل نیچے کو لگتی ہوئی آرہی تھی۔ میں نے اس کی مضبوطی کا اندازہ لگایا اپنی اسٹین گن کو احتیاط سے اپنے بغلی حصے میں لٹکایا اور اس کے بعد کسی بازگیر کی طرح اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔ تیل نے مجھے دھوکا نہیں دیا تھا، لیکن میرے وزن سے جنگل پر پھیلا ہوا سبزے کا جال ایک طرف کھینچ کر رہ گیا تھا۔ اب یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا کہ میسر پر کوئی موجود ہے یا نہیں۔ اگر ان میں سے کوئی یہ کھنچاؤ دیکھ لیتا تو یقینی طور پر اوپر میرا انتظار بھی کرتا لیکن خیریت ہی رہی۔

میں نے جنگل پر ہاتھ ڈال کر اسے مضبوطی سے پکڑا اور اسی طرح اوپر دیکھا۔ اصل میں میسر کے عقبی کے حصے میں یہ جنگل واقع تھا۔ بہر حال میں اوپر پہنچ گیا ابھی میں نے اوپر قدم ہی رکھا تھا کہ اسی وقت ایک محافظ کو سامنے والے حصے پر گشت ختم کر کے دوسرے پونٹ کی طرف جاتا دیکھا وہ بلند آواز میں کچھ بول بھی رہا تھا لیکن یہ آواز میری سمجھ میں نہیں آئی، جب وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو میں جنگل عبور کر کے میسر پر آ گیا اور اپنے آپ کو سبزے کی دیوار کے جنگل میں تقریباً چھپا لیا، کوئی پندرہ منٹ کے بعد محافظ دوبارہ اس طرف آتا دکھائی دیا۔

میں نے ایک لمحے میں کچھ سوچا اب اس وقت کچھ اور نہیں کیا جاسکتا تھا سوائے اس کے جو کچھ فوری طور پر ذہن میں آئے اسے کر ڈالوں۔

”کبھی کبھی ایسے اقدامات بھی کام آ جاتے ہیں جب انسان کے سامنے کوئی موثر اور

چل پڑا۔ قالین میں میرے پاؤں دھنسنے جارہے تھے اور میں یہ راستہ طے کر رہا تھا۔ آخر کار میں اوپر پہنچ گیا آگے ایک طویل راہ داری نظر آرہی تھی لیکن یہاں کوئی ذی روح موجود نہیں تھا۔

دوسری منزل کی سیڑھیاں سامنے ہی نظر آرہی تھیں۔ میں ابھی سیڑھیوں کی جانب بڑھ ہی رہا تھا کہ یک لخت مجھے رکنا پڑا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ راہ داری کے دونوں جانب گلیاں سی بنی ہوئی ہیں۔ ایک گلی سے اچانک ہی ایک محافظ نکل کر میرے سامنے آ گیا تھا۔ وہ خاصا چست و چالاک نظر آتا تھا۔ لیکن اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہاں کوئی اجنبی موجود ہوگا، حالانکہ میرے جسم پر اس کے جیسی وردی تھی لیکن میرا چہرہ اس کے لیے نا آشنا تھا، کیونکہ اس کے چہرے پر حیرت کے نقوش دیکھ کر مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا۔

پھر اس نے میرے چہرے پر خون کے چھینٹے بھی دیکھے تھے جنہیں صاف کرنے کا خیال مجھے نہیں رہا تھا، بہر حال اس کا دہشت زدہ ہونا اس وقت میرے لیے کارآمد ہوا کیونکہ جیسے ہی اس نے اپنی دہشت سے سنبھل کر اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکالنے کی کوشش کی، میں اس پر چھلانگ لگا چکا تھا، میں نے ایک بازو سے اس کی گردن کو جکڑا اور دوسرے لمحے خنجر اس کے سینے میں اتار دیا، اس کے حلق سے خفیف سی آواز تک نہیں نکلی تھی۔ انسانوں کو اس طرح قتل کرنا میرا مسلک نہیں تھا لیکن جب صورتحال ایسی پیش آ جائے تو اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ بڑی خاموشی سے مر گیا اور اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ خنجر اس کے سینے میں عین دل کے مقام پر پیوست ہوا تھا۔ بہر حال میں نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا اور پھر گھسیٹ کر سیڑھیوں کے نیچے کر دیا۔ اس خنجر سے مجھے بڑا فائدہ حاصل ہوا تھا۔ چنانچہ میں اس کام سے فارغ ہو کر یہ انتظار کرنے لگا کہ شاید کوئی دوسرا محافظ بھی یہاں موجود ہو۔ آخر کار میں نے سیڑھیاں طے کیں اور دوسری منزل کی راہ داری میں نکلنے سے پہلے آخری سیڑھی سے نکل کر سن گمن لینے کی کوشش کی۔ اور یہ احتیاط بھی میرے حق میں بڑی اچھی ثابت ہوئی کیونکہ ایک بار پھر میں نے ایک محافظ کو دیکھا تھا اس کے جوتے ہی مجھے نظر آئے تھے۔ وہ

تین ضربیں میرے پیٹ پر لگائیں اور مجھے شدید تکلیف میں مبتلا کر دیا۔ گو اس تکلیف کی مجھے چنداں فکر نہیں تھی، لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے چیخنے کے لیے بھی منہ کھولا تھا اور اب ضروری تھا کہ میں کچھ کروں، چنانچہ اس کا خنجر اسی کے حلق میں پیوست ہو گیا اس کے حلق سے ہلکی ہلکی خرخراہٹ کی آواز نکلی اور گرم گرم خون کے چھینٹے میرے چہرے پر آ پڑے۔ اس کے جسم نے دو تین جھٹکے لیے اور ساکت ہو گیا۔ میں نے اسے آہستگی سے فرش پر لٹایا اور اس کا جائزہ لینے لگا۔

میری ہی جسامت کا آدمی تھا چنانچہ میں نے برق رفتاری سے اس کا لباس اتارا اور اس وردی سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ یہاں رہنے کے لیے یہ سب کچھ کرنا بے حد ضروری تھا۔ چند لمحات کے بعد میں اس کے جسم کو چھپا کر وہاں سے ہٹ گیا اس کی تمام چیزیں میں نے اپنے قبضے میں کر لی تھیں اس کے پاس ریوالور بھی موجود تھا جس کا اضافہ میرے لباس میں ہو گیا۔ پھر میں وہاں سے آگے بڑھا اور پر اعتماد قدموں سے چلتا ہوا عمارت کے ایک دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے دروازے کو تھوڑا سا کھول کر اندر جھانکا۔

میرے سامنے ایک وسیع و عریض ہال تھا جس کے فرش پر نہایت شاندار قالین بچھا ہوا تھا چھت پر نہایت بیش قیمت فانوس لٹکے ہوئے تھے۔ ہال میں کوئی فرنیچر نہیں تھا، ایک طرف کشادہ سیڑھیاں اوپر جارہی تھیں یہ سیڑھیاں بھی قالین سے ڈھکی ہوئی تھیں اور ان کا جگہ شاید چاندی سے بنا ہوا تھا۔ ہال کا جائزہ لینے کے بعد میں نے اندر داخلے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

شدید اعصابی تناؤ کا شکار تھا اور اس جگہ تک پہنچ گیا تھا جس کا جائزہ میں نے بلندی سے لیا تھا اور جہاں محافظوں کی پوری فوج موجود تھی یہ عمارت کیا ایک قلعہ تھا جس کے احاطے میں دو گنبد بنائے ہوئے تھے جن کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ ان کے نیچے یقینی طور پر کوئی عظیم الشان کارخانہ پھیلا ہوگا۔ اور پھر یہ رہائشی حصہ، یقینی طور پر میں اس وقت گارتھک کے تمام رازوں کے مرکز تک پہنچ گیا تھا۔ اندر سے ایک عجیب سی کیفیت ابھر رہی تھی، میرے پاس خنجر بھی تھا، اسٹین گن بھی اور ریوالور بھی۔ بہر حال میں سیڑھیوں کی جانب

میرے بالکل قریب تھا چنانچہ میں نے اس کی ٹانگوں کو پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا اور وہ میرے اوپر آگرا۔ عین ممکن تھا کہ میں اس کے ساتھ سیزھیوں سے لڑھک کر نیچے چلا جاتا۔ لیکن میں نے بروقت خود کو سنبھال لیا اور اس کی گردن پر بھی بازو کے شکنجے والا داؤ آزما یا جس میں شاید اس وقت مجھے خاصی مہارت حاصل ہو چکی تھی۔ لیکن میرا یہ شکار خاصا بھاری بھر کم تھا اور غالباً ضرورت سے زیادہ طاقتور بھی اس نے دونوں ہاتھوں سے میرا بازو پکڑ کر گردن سے ہٹانے کی کوشش کی اور ساتھ ہی الٹی کلا بازی بھی کھائی شاید وہ یہی چاہتا تھا کہ ہم قاتلین سے ڈھکی سیزھیوں پر لڑھکتے چلے جائیں تاکہ اسے جدوجہد کا موقع میسر آ سکے۔ لیکن وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ میں نے سیزھیوں کا جھگہ پکڑ کر اپنے آپ کو روکا اور اسے شانوں سے اٹھا کر زمین پر دے مارا، بد بخت کا منہ زمین سے ٹکرایا تھا اور گردن اتنی تیز بھی ہو گئی تھی کہ چٹ کی آواز کے ساتھ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ میں ایک لمحے میں صورتحال کو سمجھ گیا تھا۔ میں نے اسے آرام سے وہیں سیزھی پر لٹایا اور ایک بار پھر اور محافظوں کی تلاش میں ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں۔ لیکن کئی منٹ انتظار کے باوجود مجھے کوئی اور محافظ نظر نہیں آیا۔ چنانچہ اسے بھی میں نے اپنی دانست میں ایک محفوظ جگہ چھپا دیا تیسری اور آخری منزل کا طرز تعمیر نیچے کی دو منزلوں سے مختلف تھا یہاں وسیع و عریض چھت کے درمیان کو ایک علیحدہ ہی اپارٹمنٹ کی شکل دے دی گئی تھی جس کے ارد گرد روف گارڈن پھیلے ہوئے تھے ایک بہت بڑے برآمدے کے اختتام پر بیضی ساخت کا ایک عظیم الشان دروازہ نظر آ رہا تھا جس پر شاید سونے کی کیلیں جڑی ہوئی تھیں، ہر سمت ایک پراسرار سناٹا طاری تھا اور میں اپنے آپ کو ایک عجیب و غریب صورتحال میں پارہا تھا۔ آخر کار میں اس دروازے کی جانب بڑھا، اب یہاں تک آیا تھا تو دیکھنا ہی تھا کہ یہاں کیا کیا کچھ موجود ہے۔ میں نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور اندر جھانکنے لگا۔

یہ ایک وسیع و عرض بیڈروم تھا۔ بیڈروم کے وسط میں ایک بہت بڑا گول بیڈ پڑا ہوا تھا جس کی مخملیں چادریں تیز روشنی میں چمک رہی تھیں اور اس بیڈ پر ایک انسانی جسم نیم دراز تھا۔ ایک لمحے تک میں یہ سوچتا رہا کہ اندر داخل ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن بہر حال یہاں

تک آنے کے بعد کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ چنانچہ میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اور اس وقت مجھے بیڈروم کے خوب صورت بیڈ پر پڑے ہوئے انسانی جسم میں جنبش محسوس ہوئی، میں نے فوراً ہی پستول اس کی جانب سیدھا کر لیا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔

مخملیں چادر کے نیچے سے ایک انسانی جسم برآمد ہوا تھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی ایک بہت ہی خوبصورت صورت مفید فام عورت جس کے سنہری بال بالٹوں کی شکل میں اس کے چہرے پر جھول رہے تھے، عمر تیس کے قریب ہوگی، جسمانی طور پر اس قدر مکمل کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو پھر کوئی اور کام کرنا مشکل ہو جائے۔

اس کی مسکراہٹ اور مجھے دیکھنے کا انداز اتنا تعجب خیز تھا کہ ایک لمحے کے لیے میں خود بھی دنگ رہ گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”دروازے پر یہ جو بلیک لیور لگا ہوا ہے براہ کرم اسے اوپر اٹھا دو۔ دروازہ لاک ہو جائے گا۔ اور یہ کرنا ضروری ہے۔ باقی باتیں بعد میں ہوں گی، جو میں کہہ رہی ہوں وہ کر دو۔ کیونکہ اس طرح سے کمرہ ساؤنڈ پروف بھی ہو جاتا ہے۔“

میں نے حیرت سے اس کی دلکش آواز سنی، ایک لمحے کے لئے سوچا۔ بہر حال یہ تو ہر طرح کا خطرہ مول لینے کا وقت تھا۔ چنانچہ میں نے وہ لیور دبا دیا اور ہلکی ہلکی سرسراہٹوں کے ساتھ بہت سے حصوں میں تبدیلیاں رونما ہوئیں اور اس کے کہنے کے مطابق پورا کمرہ ساؤنڈ پروف ہو گیا۔

کمرہ کیا پورا ہال کا ہال تھا جس میں اس قدر خوشنما چیزیں تھیں کہ دیکھ کر آنکھوں کو یقین نہ آئے وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

”اب آگے آ جاؤ اور یہ پستول اپنے لباس میں رکھ لو کیونکہ میں کسی بھی طور تمہاری دشمن نہیں ہو سکتی۔“

یہ الفاظ میرے لیے حیرت انگیز تھے، لیکن بہر حال آگے بڑھا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ وہ مسکراتی ہوئی چمکدار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں میرے لیے پسندیدگی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ مسکراتی ہوئی بولی۔

ہیں کہ اس جگہ جتنے افراد موجود ہیں وہ سب اس کمرے میں سمٹ جائیں، سمجھ رہے ہونا، جو بات تم سوچ سکتے ہو اس سے میں تمہیں پہلے ہی آگاہ کر رہی ہوں لیکن میں ایسا نہیں کرنا چاہتی اور نہ کروں گی، چاہے تم مجھ پر بھروسہ نہ کر کے مجھے قتل ہی کیوں نہ کر دو۔“

”کیا نام ہے تمہارا؟“ میں نے سرد لہجہ میں کہا۔

”جیسفیر۔ تم مجھے جین کہہ سکتے ہو، مگر پیار سے مجھے مخاطب کرنے کو دل چاہے تو؟“

”تھینک یو جین مجھے گاؤن دے دو۔“ میں نے کہا اور وہ ہنستی ہوئی مسہری سے نیچے اتر گئی پھر سامنے ایک خوبصورت وارڈ روب کے پاس پہنچی اور اس میں سے سفید رنگ کا ایک مردانہ گاؤن جو سسک کا بنا ہوا اور بے حد قیمتی تھی نکال کر میرے حوالے کر دیا پھر بولی۔

”خوشی کی بات یہ ہے کہ اس سے پہلے کسی نے اسے استعمال نہیں کیا۔“

”تب اس کی یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے؟“

”ابھی نہیں، ابھی نہیں ایسے اور بھی گاؤن یہاں موجود ہیں۔ ایک ایک کی موجودگی کی وجہ میں تمہیں نہیں بتانا چاہتی۔ جاؤ اور مردوں کی طرح واش روم میں جا کر اپنا حلیہ درست کرو۔“

میں نے ایک گہری سانس لی اور واش روم کی جانب بڑھ گیا لیکن واش روم میں داخل ہو کر ہر لمحہ یہی دھڑکا لگا رہا تھا کہ اب چاروں طرف سے مجھ پر یلغار ہوگی اور اس یلغار کا جو بھی نتیجہ نکلے گا وہ میرے لیے غیر متوقع نہیں ہوگا۔ چہرہ واقعی بے حد بھیانک ہو رہا تھا۔ وردی بھی تقریباً بے کار ہی ہو گئی تھی۔ میں نے بہر حال اس سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ اسٹین گن ایک جانب رکھی پستول اور خنجر بھی۔ اس وقت میں پورا اسلحہ خانہ بنا ہوا تھا۔ پھر جب باہر نکلا تو اسے اسی طرح مسہری پر نیم دراز پایا۔ میری آہٹ سن کر اس نے گردن گھما کر مجھے دیکھا اور تعریفی نگاہوں سے میرا جائزہ لینے لگی۔

”آؤ بیٹھو میرے پاس میں تم سے تفصیلی گفتگو کرتی ہوں مگر ٹھہرو ایک ذرا سی چوک ہو گئی مجھ سے شاید جلد بازی کر بیٹھی۔“

”بہت خوبصورت جاذب نظر لیکن کیا تمہیں اندازہ ہے کہ تمہارا چہرہ خون سے رنگین ہو رہا ہے اور یہ وردی اس پر بھی بہت سے چھیننے پڑے ہوئے ہیں، کچھ لوگ اگر تمہارے سامنے آ جائیں تو فوراً ہی یہ اندازہ لگانے میں کامیاب ہو جائیں گے کہ تم نے کوئی اونچا سی کام کیا ہے۔“ مجھے اب احساس ہوا کہ واقعی میں بہت سی چیزوں کو نظر انداز کئے ہوئے ہوں، میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری تو اس نے کہا۔

”خوبصورت بھی ہو اور یقینی طور پر اس منحوس ملک کے باشندے نہیں ہو اور تمہاری یہی کوالٹی تمہارے لیے بہتر ہے، سنو چند لمحوں میں کوئی بھی اپنی اس قدر صفائی نہیں پیش کر سکتا کہ دوسرے اس پر مکمل اعتبار کریں لیکن اس انداز میں یہاں آنے والا یہ تو جانتا ہوگا کہ پوری زندگی ایک رسک ہے، کامیاب ہو گئے تو ٹھیک ہے ورنہ خطرہ تو ہوتا ہی ہے، تم مجھے مارنے کی کوشش بھی نہ کرنا اس لیے قتل انہیں کیا جاتا ہے۔ جن سے کسی قسم کی مداخلت کی توقع ہو، میری بات مانو اور مداخلت کا ارادہ ترک کر دو۔ دیکھو وہ سامنے واش روم ہے وہاں جاؤ اور اپنا چہرہ وغیرہ دھو لو اور بہتر ہے کہ اس غلیظ وردی سے چھٹکارہ حاصل کر لو، جس سے مجھے بے پناہ نفرت ہوتی ہے، میں تمہیں پہننے کے لیے ایک گاؤن دے سکتی ہوں اور کل دن کی روشنی میں تمہارے لیے لباس کا بندوبست بھی کر دیا جائے گا بولو، اتنی ہمت ہے کہ ایک عورت کی بات پر بھروسہ کر سکو؟“ اس کے الفاظ عجیب تھے، اس کا انداز بھی بے حد عجیب تھا سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں۔ پھر دل نے مستانہ وار نعرہ لگایا کہ جو کچھ بھی ہے اس کا نتیجہ زیادہ سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے، خوف ان لوگوں کو جو جنہیں زندگی سے بہت زیادہ لگاؤ ہو، میرا کیا ہے کوئی بھی لمحہ موت کا لمحہ بن سکتا ہے، آئی ہے تو آ جائے گی ورنہ اپنے طور پر جو کچھ بھی جدوجہد کی جاسکتی ہے کی جائے، اب ایک کردار سامنے آیا تھا تو ذرا اس کا جائزہ بھی لے لی لوں، میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”گاؤن؟“

”ہاں میں تمہیں دے سکتی ہوں اور اس وقت یوں سمجھ لو تمہارا امتحان ہے، اپنی ہمت سے یا تو مجھ پر سکھ جاملو گے ورنہ یہاں اسی جگہ اتنے الارم ہیں اور اس قسم کے انتظامات

تینوں لاشوں کو اس پاپ ہول میں پہنچانے کے بعد میں نے خود بھی بڑا سکون محسوس کیا تھا۔ تو وہ بولی۔

”اب تم ایسا کرو کہ اپنی یہ وردی بھی اسی پاپ ہول میں بہا دو۔“
”مم..... مگر گاؤں۔“

”ڈارلنگ اب اتنی دیر ساتھ رہنے کے بعد ہم اجنبی تو نہیں رہے کیونکہ تمہیں ایک بار پھر واداش روم جانا پڑے گا۔“

”اگر اس عالم میں یہ گاؤں پہنچے تو پھر گندا ہو جائے گا۔“
”یعنی تمہارا مطلب ہے؟“

”ہاں میرا یہی مطلب ہے۔“ وہ مسکرا کر بولی۔
”شاید میرے لیے ممکن نہ ہو۔“

”تو پھر تم اس کے لیے جیسا مناسب سمجھو۔“

”اوکے۔ میں واداش روم جا کر گاؤں تبدیل کیے لیتا ہوں اس کے بعد۔“ میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی پھر بولی۔
”جیسا تم پسند کرو۔“

جو کچھ ہم کرتے پھر رہے تھے اس کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ عورت کا میں نام تو جان گیا تھا لیکن اس کے علاوہ مجھے کچھ بھی نہیں معلوم تھا۔ البتہ یہ بات بڑی دہشت ناک تھی کہ وہ پہلے سے ان تین لاشوں سے اور میری کارروائی سے واقف تھی۔ پھر وردی بھی ٹھکانے لگانے کے بعد اس نے کہا۔

”آؤ اب میرے ساتھ آؤ۔“ اور میں اس کے ساتھ اس کی خواب گاہ میں واپس آ گیا۔ وہ کہنے لگی۔

”کچھ پیو گے؟“

”نہیں۔“

”ٹھیک ہے، مجھے بھی شراب سے کوئی دلچسپی نہیں ہے حالانکہ ایسے لمحات میں جب

”کیا؟“ میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اور محافظ یہاں موجود نہیں ہیں۔ رات بھی بہت زیادہ باقی نہیں رہی ہے۔ وہ لاشیں جو تم جگہ جگہ چھوڑ آئے ہو کسی کی نگاہوں میں بھی آ سکتی ہیں اس لیے کیوں نہ پہلے ان لاشوں سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے۔“

میرا ذہن بھک سے اڑ گیا تھا۔ وہ ان لاشوں کے بارے میں جانتی ہے۔ ایک لمحے تک سوچنے کے بعد میں نے کہا۔

”تو پھر اب میں کیا کروں؟“

”سوری واقعی معذرت کرنے کا مقام ہے کیونکہ ایک بار پھر تمہیں اسی وردی میں آنا پڑے گا لیکن پلیز ایسا کر لو چلو میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔“
”اوہ، ٹھیک ہے۔“

”پھر اسکے بعد جیسفیر یا جین نامی عورت میرے ساتھ فاصلہ طے کر کے نیچے گئی تھی۔ میں نے پہلی لاش کو اٹھایا تھا اور ایک جگہ پہنچا دیا تھا۔ پھر دوسری اور تیسری لاش بھی یکجا کر دی گئی۔ تب جیسفیر نے کہا۔“

”اب ان میں سے ایک ایک لاش اٹھا کر میرے ساتھ آؤ۔ میں انہیں ہمیشہ کے لیے محفوظ کیے دیتی ہوں۔“

یہاں بھی میں نے اس سے تعرض نہیں کیا تھا۔ ایک عجیب و غریب کیفیت مجھ پر بھی طاری ہو گئی تھی۔ جیسے میں اس عورت کے سحر میں آ گیا ہوں۔ ایک بڑا سا پاپ ہول نظر آیا تو وہ بولی۔

”لاش اس میں ڈال دو اور ہر تردد سے بے نیاز ہو جاؤ چونکہ یہ زمین میں اتنی گہرائیوں تک جا کر ایسی جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں ان لاشوں کا نام و نشان بھی نہیں ملے گا۔ یہ ایک خاص جگہ ہے جو ایسے ہی خاص مقصد کے لئے بنائی گئی ہے لیکن شاید اس کے بنانے والے کو یہ احساس نہیں ہوگا کہ کبھی اس کے آدمی بھی اس طرح اس کے پاپ ہول میں جا سکتے ہیں۔“

کے ان ٹیشوں سے دیکھ سکتے ہو۔“
 ”گویا وہ تمہارے پاس نہیں رہتا؟“
 ”نہیں کیونکہ اب میں اس کے لیے جملہ معترضہ ہوں۔“
 ”یعنی؟“

”وہ بد بخت عیاش طبع ہے اور اگر تم اس وقت اس کی خواب گاہ میں چلے جاؤ تو تمہیں مصر کا شاہ فاروق یاد آ جائے گا۔“
 ”اور تم یہاں اکیلی رہتی ہو؟“
 ”ہاں اپنے لیے کی سزا بھگت رہی ہوں۔“
 ”کیا مطلب؟“

”دل چاہتا ہے کہ کسی کو اپنی کہانی سنائی جائے اور اس سے اس کی کہانی سنی جائے اور یہاں ایسے لوگ نہیں آتے۔ جنہیں دل کی بات بتائی جاسکے لیکن وہ جو یہاں داخل ہونے کے لیے بہ آسانی تین افراد کا خون کر سکتے ہیں یقینی طور پر اس کے اہل ہوتے ہیں کہ انہیں اپنے رازوں کا شریک بنایا جائے اور طویل عرصے کے بعد مجھے ایک ایسا شخص ملا ہے جو میرے رازوں کا شریک ہو سکتا ہے۔“

”لیکن جن تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں نے ان لوگوں کو قتل کیا ہے؟“

”وہ جھروکا، وہ سامنے جھروکا دیکھ رہے ہو اس سے بہت کچھ نظر آتا ہے وہ جگہ بھی جہاں گارتھک رہتا ہے اور اس کے علاوہ اس محل کے مختلف گوشے بھی، پہلی بار میں نے تمہیں اس وقت دیکھا جب تم بیلوں کے جھنڈ سے محافظ پر حملہ آور ہوئے تھے اور انتہائی اطمینان سے تم نے اس پر قابو پالیا تھا۔ اس وقت میں جھرو کے پر کھڑی باہر پھیلی ہوئی فضائے بسیط کی تاریکی دیکھ رہی تھی تو تم مجھے نظر آئے۔“
 ”گویا تم نے مجھے قتل کرتے ہوئے دیکھا؟“
 ”ہاں۔“

”لیکن اس وقت تم شور بھی مچا سکتی تھیں۔“

انسان کو اتنی جدوجہد سے گزرنا پڑا ہوتا یہ گیا ہے کہ شراب سکون دیتی ہے۔ اس بد بخت کے ساتھ تو کبھی کبھی شریک ہونا پڑا ہے۔ لیکن اپنی عام زندگی میں مجھے شراب سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

میں بیٹھ گیا اور میں نے کہا۔
 ”میں تمہیں جیسفیر کہوں یا جین؟“
 ”میں نے کہا نا مجھ پر پیار آئے تو مجھے جین کہہ لو ورنہ نام سے ہی مخاطب کرو۔“
 ”تم کون ہو؟“

”ہاں ظاہر ہے اس کے بعد سوالات کا سلسلہ ہی شروع ہونا چاہیے۔ میرا خیال ہے تم اور نج جو س پی لو بہترین دنیا کا بہترین جوس جو مجھے خود پسند ہے۔“ اس نے ایک طرف رکھے ہوئے ڈیپ فریزر سے جوس کے ڈبے نکالے اور انہیں ایسے ہی میرے حوالے کر دیا اس جوس کو پینے میں کوئی قباحیت نہیں تھی۔ وہ اس کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگی پھر بولی۔

”جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ میرا نام جیسفیر ہے تم مجھے جیسفیر ہاک کہہ سکتے ہو چونکہ میں نے زندگی میں کبھی اپنے آپ کو جیسفیر گارتھک کہلانا پسند نہیں کیا ہے۔“
 ایک بار پھر میرے ذہن میں بجلی سی چمکی تھی۔ جیسفیر گارتھک میں نے کہا۔
 ”کیا تم مسز گارتھک ہو؟“

”ہاں۔ یہ نفرت انگیز نام تم میرے سامنے لے سکتے ہو یہ میری پیشانی پر چسپاں ہے۔“

”یعنی تم گارتھک کی بیوی ہو؟“
 ”ہاں۔ وہ بیوی جسے اس نے سوزر لینڈ یا رڈ سے بڑے اہتمام کے ساتھ زندگی میں شامل کیا تھا اور اس کے بعد وہ مجھے یہاں لے آیا تھا۔“
 ”یہ گارتھک کی رہائش گاہ ہے؟“

”نہیں میری، گارتھک اس سامنے والی عمارت میں رہتا ہے جسے اگر تم چاہو تو کھڑکی

”کیوں شور مچاتی، وہ قتل ہو رہا تھا جس سے مجھے ازلی نفرت ہے۔“
 ”یعنی وہ محافظ؟“

”صرف وہ محافظ نہیں بلکہ وہ سب لوگ جو گارتھک کے غلام ہیں مجھے ایسے شخص سے محبت ہونی چاہیے تھی جو گارتھک کے کسی غلام کا قاتل ہو۔“
 ”مگر اس کے بعد کیا اسی جھروکے سے تم نے مجھے دوسرا قتل کرتے ہوئے بھی دیکھا؟“

”نہیں اس کے بعد مجھے تم سے دلچسپی پیدا ہوئی اور میں فوراً ہی یہاں سے ہٹ آئی اور جہاں جہاں چھپنے کی جگہ ہو سکتی تھی وہاں سے تمہارا جائزہ لینے لگی۔ میں دیکھنا چاہتی تھی کہ تم کون ہو کیا چاہتے ہو اور کیوں اس جگہ داخل ہوئے ہو۔ سو میں نے وہاں تمہیں دوسرے محافظ کو قتل کرتے ہوئے دیکھا پھر اوپر کی سیڑھیوں پر تیسرے محافظ کو اور میرا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ اس کے بعد میں تمہارا انتظار کر رہی تھی چونکہ مجھے اندازہ تھا کہ یہاں داخل ہونے والا یقینی طور پر اس دروازے سے اندر داخل ہوگا جو میری خواب گاہ کا دروازہ ہے اور میرا اندازہ بالکل درست نکلا۔ آخر کار تم یہاں آ گئے۔“ وہ مخمور انداز میں مسکرائی لیکن حیران نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے میری شکل دیکھ کر ہنسنے ہوئے کہا۔

”تمہاری حیرانی بالکل بجا ہے لیکن مجھ سے میرے بارے میں پوچھو تو تمہاری حیرانی خود بخود دفع ہو جائے گی۔“

”میڈم جیسف آپ مجھے اس بارے میں ضرور بتائیے۔“

”تمہارا انداز مخاطب مجھے بہت اچھا لگا اگر تم دوبارہ مسز گارتھک کہہ کر مجھے مخاطب کرتے تو مجھے واقعی بہت افسوس ہوتا۔“

”میں آپ کے بارے میں جانتا چاہتا ہوں۔“

”ہاں، جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ ہر انسان کے دل میں ایک کہانی چھپی ہوئی ہوتی ہے اور اس کی آفند بھی ہوتی ہے کہ وہ یہ کہانی کسی کو سنائے۔ میری یہ آرزو نہ جانے

کب سے میرے سینے میں تڑپ رہی تھی میں تمہیں اپنے بارے میں بتانا چاہتی ہوں۔“
 ”میں جاننے کا خواہشمند ہوں۔“

”پہلے یہ بتاؤ کہ تم یہاں مطمئن ہو گئے ہو؟“

”یہ سوال نہ کریں میڈم جیسف۔“

”اب صرف جین نہیں کہو گے۔“ وہ عجیب سے انداز میں بولی۔

”جی مس جین۔“

”سنو جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا بلکہ نہیں شروع سے ہی سنو، سوزر لینڈ میں تھی۔ ایک خاندان تھار شے ناٹے بھی تھے۔ ہم درمیانے درجے کے لوگ تھے اور میں ملازمت کی تلاش میں بھٹک رہی تھی کہ میرا لکراؤ گارتھک سے ہو گیا۔ اتنا نرم اور اتنا شریف انسان بن کر مجھ سے ملا کہ میں اس کی شکل و صورت کو بھول بیٹھی، میں اس کی سیکرٹری کی حیثیت سے کام کرنے لگی۔ اس نے وہاں اپنی ایک فرم بنا رکھی تھی لیکن حقیقت یہ تھی کہ اس کے ذہن میں ایک خوفناک منصوبہ پروان چڑھ رہا تھا۔“

وہ یہاں لامبو کا رہنے والا ہے اور لامبو میں اس نے اپنے پنجے گاڑ رکھے ہیں لیکن لوگ اسے صرف ایک کونکوں کا سوداگر سمجھتے ہیں اور حکومت لامبو کو بھی یہ بات معلوم نہیں ہے کہ دنیا کے کتنے بڑے ملکوں سے گارتھک کا رابطہ ہے اور وہ خفیہ طریقے سے یہاں اسلحہ سازی کر رہا ہے اور ان ملکوں کو یہ اسلحہ سپلائی ہوتا ہے۔ گارتھک نے ایک ایسا نظام پھیلا رکھا ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا اور جب کبھی حکومت لامبو کو اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوگی تو وہ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گی کیونکہ اسے اس وقت دنیا کے تین بہت بڑے ممالک کا تعاون حاصل ہے اور یہ سارے ہتھیار جو وہ یہاں تیار کر رہا ہے انہی ممالک کو سپلائی ہو رہے ہیں۔ گارتھک اس وقت لامبو کا سب سے امیر ترین آدمی ہے۔ تو میں تمہیں اپنے بارے میں بتا رہی تھی کہ میں بد نصیب اس کی شرافت کی اس طرح قائل ہوئی کہ آخر کار میرے دل میں اس کے لیے محبت جاگ اٹھی اور جب اس نے مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کی پیشکش کی تو میں نے اپنے تمام رشتے ناٹوں کو خیر باد کہہ کر اس کی

ایک انسان کو پیٹ بھر روٹی اور بدن بھر کپڑا ڈھکنے کے بعد کسی اور شے کی طلب رہ جاتی ہے، بولو جواب دو۔“

”نہیں جین؟“

”مگر مجھے طلب ہے، جانتے ہو کیسی طلب؟“

”کیسی؟“

”محبت کی طلب، میں نے جس خلوص سے اسے چاہا تھا جس طرح اس کی شکل و صورت نظر انداز کر کے اسے اپنی معیت میں قبول کر لیا تھا اس میں صرف محبت تھی۔ تڑپ آج بھی میرے دل میں ہے، میں یہ سب کچھ نہیں چاہتی تھی، میں نے اسے بہت کچھ سمجھایا، لیکن وہ ماننے والوں میں سے کہاں ہے، وہ تو دیوانہ ہے ایک دیوانہ۔“

”مجھے تمہاری کہانی سن کر بے حد افسوس ہوا ہے لیکن کیا تم اس طرح زندگی بھر اس آگ میں جلتی رہو گی؟“ اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

”نہیں۔“

”کیا مطلب؟“

”بس شاید میں تمہیں آگے کا مطلب نہ بتا سکوں۔“

”میں کسی ایسی بات کے لیے تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ جین جو تمہارے لیے بتانا مناسب نہ ہو۔“ اس نے پھر مجھے دیکھا اور بولی۔

”کہاں کیسے کیوں، کون کہہ سکتا ہے۔“

”میں سمجھا نہیں۔“ میں نے کہا لیکن اس نے مجھے سمجھانے کی کوشش نہیں کی اور بہت دیر تک خلا میں دیکھتی رہی پھر چونک کر بولی۔

”لیکن تم؟“

”ہاں میں۔“

”تم، تم کون ہو، تم مجھے یہاں پہلے آدمی نظر آ رہے ہو جو اس طرح اس جگہ داخل ہوئے ہو۔ یہاں آنے کا کوئی خاص مقصد ہے۔“

معیت قبول کر لی۔ اس نے اپنا کام وہاں ختم کر لیا تھا چنانچہ وہ مجھے لامبو لے آیا اور یہاں لانے کے بعد اس کا اصل روپ مجھ پر ظاہر ہوا۔ وہ تو ایک شیطان صفت انسان تھا اور اس کے اندر بہت سی ایسی انسانی کمزوریاں بھی تھیں جو دیوانگی کی حدود میں داخل ہو گئی تھیں۔ مثلاً وہ بہت شکی مزاج انسان ہے۔ میرے بارے میں اس نے نجانے کیا کیا توہمات تراش لیے اور مجھے ایک آوارہ عورت قرار دے دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ اذیت رساں بھی ہے۔ دیکھو میرا بدن دیکھو وہ دیوانہ ہے اس دیوانے نے مجھے داغدار کر دیا ہے۔“ جیسفیر نے اپنا بدن کھول کر میرے سامنے کر دیا۔ ایک لمحے کے لیے میرے اندر جھجک تو پیدا ہوئی تھی لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کے جسم پر جگہ جگہ دانتوں سے کاٹنے کے نشانات تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی کالی کالی کیریں بھی۔ میں نے حیرت سے کہا۔

”یہ سب کیا چیز ہے جین؟“

”وہ مجھے اس قدر بدنام بنا دیتا چاہتا ہے کہ کوئی میری جانب آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ سمجھ رہے ہو نا تم، اس کا کہنا ہے کہ میں ایک خوبصورت عورت ہوں اور یقینی طور پر میرے اندر وہ جذبے ضرور پل رہے ہوں گے جن میں اس کی شکل و صورت سے نفرت کا اظہار ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے مگر میں اسکے جنون کو کبھی ختم نہیں کر سکی۔ وہ جب بھی یہاں آتا ہے مجھے اذیتیں دیتا ہے۔ آہ یہ نشانات میرے پورے بدن پر ہیں۔ وہ وحشی بھیڑیا مگر سنو انسان کی قوت برداشت کس حد تک ہوتی ہے کیا تم مجھے بتا سکتے ہو؟“ میں نے حیرت اور افسوس سے کہا۔

”میں تمہارے لیے واقعی افسردہ ہوں جین۔“

اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی آگئی لیکن پھر اس نے فوراً ہی یہ آنسو پی لیے۔

وہ کہنے لگی۔

”اور جب آنکھ سے آنسو بہہ جاتے ہیں تو پھر انسان کے ذہن میں کچھ نہیں رہتا۔ میرے دل میں اس کے لیے انتقام کی آگ ہے۔ دنیا سے دور ہونے کے باوجود اب میں اس جزیرے میں اس کی قیدی ہوں۔ یہاں یہ سب کچھ اس نے مجھے مہیا کر دیا ہے لیکن کیا

”میں اس جگہ کو دیکھنا چاہتا تھا۔“

”کیوں؟“

”بس میرے ساتھ بھی کچھ ایسی مشکلات ہیں۔“

”مجھے نہیں بتاؤ گے؟“

”بتانے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔“

”تو بتاؤ؟“

”اصل میں جین میں اتفاقیہ طور پر اس جزیرے میں آ پھنسا ہوں۔“

”اتفاقیہ طور پر۔“

”ہاں۔“

”کیسے؟“

”شاید تم نے لامبو میں گارنیٹ کا نام سنا ہو۔“

”وہ کالا بھوت جو اپنے آپ کو روحانی پیشوا کہتا ہے اور یہاں نئے نئے سوانگ

رچائے ہوئے ہے۔“

”تم اسے جانتی ہو؟“

”ہاں مگر تم اس کے بارے میں کیا جانتے ہو؟“

”منشیات کا سوداگر ہے؟“

”ہاں۔ میں نے جواب دیا۔“

”اور یہ سچ ہے لیکن کیا تمہارا تعلق انتظامیہ سے ہے؟“

”نہیں۔“

”انٹر پول سے؟“

”بس کچھ ایسا ہی سمجھ لو۔“

”گو یا تم گارنیٹ کے بارے میں جاننا چاہتے تھے؟“

”ہاں۔“

”کیا پتا چلا؟“

”بس اتنا ہی کہ وہ منشیات کا سوداگر ہے اور اس نے روحانیت کا جال پھیلا کر لوگوں کو بے وقوف بنا رکھا ہے۔“

”ہاں ایسی ہی بات ہے۔“

”اور میگلون نامی کوئی شخص۔“

”ہاں دوسرا کمینہ۔“ عورت نے کہا اور میں اسے دلچسپ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

”مگر لیکن، خیر تمہاری بات ادھوری رہ گئی۔“

”گارنیٹ کی عبادت گاہ میں، میں صورت حال کا جائزہ لینے گیا تھا۔ میرے ساتھ

میرا ایک اور دوست بھی تھا۔“

”ہوں، پھر؟“

”لیکن وہاں قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔“

”بھلا کیسے مجھے تفصیل بتاؤ۔“ وہ بولی اور میں نے اسے تمام تفصیل بتا دی۔

”مگڈ پھر؟“

”اس کے بعد میں وہاں بے بھاگا، میرا ساتھی میرے ہمراہ تھا، بھاگتے ہوئے ہم

پھاڑوں کی چٹانوں میں نکلتے ہوئے سمندر تک آ گئے اور پھر مجھے ایک لالچ نظر آئی اور میں

اس میں چھپ گیا۔“

”مگڈ پھر؟“

”اور اس لالچ نے آخر کار ہمیں یہاں تک پہنچا دیا۔“

”اوہ کیا وہ گارتھک کی لالچ تھی؟“

”ہاں۔“

”تو پھر تمہیں یہ اندازہ بھی ہو گیا ہوگا کہ گارتھک ہی وہ شخص تھا جس نے وہاں قتل

عام کرایا تھا۔“

”کیا؟“

”مطلب یہ کہ تم کرتے کیا ہو؟“

”ایک آوارہ گرد ہوں جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا، تعلق انٹر پول سے ہے اور میں

مناسب معاوضہ لے کر انٹر پول کے لیے کام کرتا ہوں۔“

”ہوں تو تم کیا اپنے سفر کے لیے میرا مطلب ہے یہاں سے فرار کے لیے کوئی

موقع تلاش کر سکتے ہو؟“

”ابھی تک نہیں۔“

”یہاں کیوں آئے تھے؟“

”بس یہاں مجھے کسی ایسے ہی ذریعے کی تلاش تھی جس سے میں فرار کی راہیں

پاسکوں۔“

”تم صرف دو افراد ہو؟“

”ہاں۔“

”اور ویسے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ تو مندرقا تو راہ اپنے آپ کو سنبھال کر رکھنے کے

عادی ہو۔“ اس نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔

”یقیناً جین، لیکن میں ابھی تک اپنی راہیں مضبوط پاتا ہوں۔“

”مجھے قبول کرو گے؟“ اس نے بے باکی سے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”م..... میں سمجھا نہیں۔“

”میری عمر انیس سال سات ماہ ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں کہہ سکتی جو تمہیں لپچانے

کے لیے ہو لیکن میں اپنے آپ کو تمہارے لیے پیش کرنا چاہتی ہوں۔ میں، میں اس سے

نفرت کرتی ہوں اور اس شکی مزاج انسان سے جس نے میری سچائی کو کبھی قبول نہیں کیا۔

بولو جواب دو۔ مجھے قبول کر سکتے ہو؟“

”اب ان حالات میں، میں کیا کہہ سکتا ہوں؟“

”نہیں، بحالت مجبوری نہیں، خلوص دل کے ساتھ۔ سچائیوں کے ساتھ، کیا میں بد

شکل ہوں؟“

”گارتھک ان دونوں کی قوت ختم کرنا چاہتا ہے۔“

”کن دونوں کی؟“

”ہنگلیون اور گارنٹ کی، کیونکہ یہ دو ہی وہاں میرا مطلب ہے لامبو میں اس کے

مد مقابل ہیں۔ وہ ان لوگوں کو آپس میں لڑا کر ختم کر دینا چاہتا ہے۔“

”آپس میں لڑا کر؟“

”ہاں، اب جب ان لاشوں کے بارے میں تحقیقات ہوگی جو وہاں چھوڑ دی گئی

ہیں تو پتا چلے گا کہ وہ ہنگلیون کے آدمی تھے۔“

”لیکن ایسا کیسے ہوا؟“

”گارتھک کے لیے یہ سب کچھ مشکل نہیں ہے۔ وہ ہر طرح کے لوگوں کو بھاری

معاوضہ دے کر خرید لیتا ہے۔“

”لیکن گارتھک؟“

”میں بتا رہی ہوں نا تمہیں کہ وہ شیطان جیسا ذہن رکھتا ہے اور شیطانی عمل ہی کرتا

ہے۔ اب وہ دونوں آپس میں لڑتے رہیں گے اور گارتھک اپنا کام جاری رکھے گا۔ اصل

میں وہ یہ نہیں چاہتا کہ یہ جرائم پیشہ ڈان اس کی جانب متوجہ ہوں۔“

”گڈ، یہ تو بہت عجیب بات ہے لیکن گارتھک کا اصل کام کیا ہے؟“

”اسلحہ سازی، میں تمہیں بتا چکی ہوں، ویسے تم نے یہاں چھپنے کے لیے کیا طریقہ

کا اختیار کیا اور تمہارا دوست کہاں ہے؟“

”افسوس وہ نجانے کس چکر میں میرے پاس سے نکل گیا ہے۔“

”تو پھر اب تم کیا کرو گے؟“

”یہاں سے واپس جانا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا اور وہ سوچ میں ڈوب گئی۔ بہت

دیر تک سوچتی رہی پھر بولی۔

”اس کے علاوہ تمہاری زندگی میں اور کیا کچھ ہے؟“

”کچھ نہیں۔“

”نہیں جین۔“

”تو پھر آؤ میرے قریب آؤ، باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔“

”میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔ یہ جھلائی ہوئی عورت میرے لیے بہت کارآمد ہو سکتی تھی اور پھر وہی سارا معاملہ..... زندگی کا کوئی خاص مقصد تو منتخب نہیں ہوا تھا۔ بس یونہی آوارگی میں زندگی گزار رہا تھا تو پھر اپنے آپ پر اقدار کا خول چڑھائے رکھنے سے کیا فائدہ چنانچہ میں نے اسے قبول کر لیا اور وہ میری قربت سے سرشار ہو گئی۔“

اس وقت صبح کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ جب اس نے مجھے مخمور نگاہوں سے دیکھا اور کہا۔

”اور تم نے میرا دل جیت لیا ہے۔ کیا نام بتایا تھا تم نے اپنا؟“

”لائن ہارٹ حالانکہ تم نے مجھ سے میرا نام ابھی تک نہیں پوچھا۔“

”کیا خوبصورت نام ہے تمہارا۔ درحقیقت شیر ہو اور دل آویز بھی۔ بالکل مناسب نام ہے ڈیر لائن لیکن تم نے مجھے جو سکون کے لمحات بخشے ہیں میں تمہیں ان کا بھرپور صلہ دوں گی سمجھے، بھرپور صلہ۔“

”میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تو وہ بولی۔“

”یہاں تم بالکل محفوظ ہو۔ میری اجازت کے بغیر کبھی کوئی خواب گاہ میں نہیں آتا۔ میں ہی ان لوگوں کو ہدایت جاری کرتی ہوں یہاں تک کہ ملازمہ ناشتا بھی اسی وقت لاتی ہے۔ جب میں طلب کروں اور یہ گارتھک ہی کا حکم ہے کہ یہاں اگر کوئی خطرہ ہو سکتا ہے تو صرف گارتھک سے کیونکہ وہ کبھی آمد کی اطلاع پہلے سے نہیں دیتا۔“

”بہر حال جین مجھے جانا تو ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمہارے ساتھ گزارے ہوئے یہ لمحات مجھے زندگی بھر یاد رہیں گے۔“ وہ مسکرائی پھر آہستہ سے بولی۔

”اب اتنی جلدی بھی نہیں ہے رکو مجھے تمہیں تمہاری اس مہربانی کا معاوضہ بھی تو دینا

ہے۔“

”معاوضہ؟“

”ہاں۔“

”بھلا کیا معاوضہ دوگی تم مجھے؟“ میں نے سوال کیا اور وہ دیر تک مجھے دیکھتی رہی

پھر میرے بازو پر سر رکھ کر بولی۔

”یہاں سے واپسی ہی تمہارا مقصد ہے نا؟“

”ہاں۔“

”کیا اس کے لیے تھوڑا سا انتظار کر سکتے ہو؟“

”کیا مطلب؟“

”انتظار کا مطلب انتظار ہی ہوتا ہے۔“

”لیکن کیا میرا یہاں رکنا خطرناک نہیں ہے۔“

”میری موجودگی میں بھلا خطرناک کیسے ہو سکتا ہے؟“

”جب ان گارڈز کی گمشدگی کا علم گارتھک کو ہوگا تو کیا وہ اس کے لیے تشویش کا

شکار نہیں ہو جائے گا؟“

”گارتھک! اسے کسی گمشدگی کا کبھی کوئی احساس نہیں ہوتا۔ یہ کام دوسرے لوگوں کا

ہے وہاں تک کوئی اطلاع بھی نہیں پہنچے گی کیونکہ متعلقہ لوگ کبھی نہ چاہیں گے ان کی کسی

کمزوری کا علم گارتھک کو ہو سکے۔ گارتھک اس تشویش کا شکار نہیں ہوگا کہ تین گارڈز کہاں

گئے بلکہ وہ اس بات پر چراغ پا ہو جائے گا کہ ان لوگوں نے بے پروائی کا ثبوت کیوں دیا

اور اس کے بعد ان لوگوں کی زندگی بچنا مشکل ہو جائے گی۔“

”لیکن اگر گارتھک خود یہاں آ گیا تو؟“

”میں نے کہا، میں جو ہوں، سنو اب میں تمہیں جو بتا رہی ہوں وہ میرا ایک راز ہے

لیکن وہ جو کہتے ہیں نا کہ

راز ہستی راز ہے جب تک کوئی محرم نہ ہو

اور کھل گیا جس دم تو محرم کے سوا کچھ بھی نہیں

میں نے دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد

بولی۔

”ایک شخص ہے یہاں نام ہے اس کا بیری لاٹ، پروفیسر بیری لاٹ۔“ میری ذہن میں ایک دم سنسنی دوڑ گئی تھی۔ یہ عورت یہاں کے معاملات سے مکمل طور پر واقف معلوم ہوتی تھی لیکن اب مجھے ایک اور احساس بھی ہو رہا تھا کہیں وہ مجھ سے چوہے بلی کا کھیل تو نہیں کھیل رہی، کہیں اسے میرے بارے میں حقیقت کا علم تو نہیں ہو گیا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ وہ مجھے کھلا کھلا کر مارنا چاہتی ہو، اگر ایسا ہے تو اس کی یہ کوشش کامیابی نہیں ہو سکے گی۔ مجھے ہوشیار ہو جانا چاہیے، میں نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

”پروفیسر بیری لاٹ، ٹھیک۔“

”جانتے ہو یہ شخص کون ہے؟“

”نہیں میں نہیں جانتا؟“

”دنیا کا عظیم ترین اسلحہ ساز، نجانے اس سے پہلے کہاں کہاں کام کر چکا ہے لیکن گارتھک نے اسے اپنے لیے حاصل کیا اور اس انداز میں حاصل کیا کہ اس کے حصول کا ذریعہ تمہارا وہی گارنٹی بنا، دنیا کو یہ خیال ہو گا کہ پروفیسر بیری لاٹ گارنٹی یا ہیگلون کے قبضے میں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ دونوں بے وقوف اسے تلاش ہی کرتے پھر رہے ہیں اور وہ طویل عرصے سے گارتھک کے لیے کام کر رہا ہے۔“

”کام کر رہا ہے؟“ میں نے انجان بنے ہوئے کہا۔

”ہاں، گارتھک کی اسلحہ ساز فیکٹریوں کا مستقل انچارج ہے وہ میزائل سازی کا ماہر ہے اور اس نے گارتھک کو جدید ترین میزائل بنا کر دیے ہیں۔ وہ آج تک اسی کے لیے کام کر رہا ہے لیکن اس کے سینے میں بھی ایک اور جذبہ ہے۔“

”کیا؟“ میں نے اندر ہی اندر کپکپاتے ہوئے کہا۔

”وہ بھی یہاں سے فرار ہونا چاہتا ہے۔“

”پروفیسر بیری لاٹ؟“

”ہاں لوگ اسے پروفیسر لاٹ کے نام سے جانتے ہیں۔“

”لیکن تم سے یہ بات کس نے کہی؟“

”لاٹ نے۔“

”کیا مطلب؟“

”لاٹ یہیں رہتا ہے۔“

”اس عمارت میں؟“

”ہاں۔“

”اور تمہاری اس سے ملاقات ہوتی ہے۔“

”ہاں۔“

”لیکن اسے تو اسلحہ ساز فیکٹری میں رہنا چاہیے۔“

”وہاں صرف کام کرتا ہے۔ گارتھک اسے اپنی نگاہوں کے سامنے دکھنا چاہتا ہے

اس لیے کسی اور جگہ قیام کی اجازت اسے نہیں دی گئی۔“

”لیکن وہ یہاں رہتا ہے؟“

”ہاں اور میرا اس سے رابطہ ہے۔“

”اوہ میرے خدا تو پھر؟“

”اور ہم دونوں فرار کا ایک شاندار منصوبہ بنا چکے ہیں اور شاید اب ہفتوں یا دنوں کی

نہیں بلکہ گھنٹوں کی بات ہے۔ کیا ہم یہاں سے فرار ہونے کی کوشش میں کامیاب ہو

جائیں گے۔“

میرے پورے وجود میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔ نجانے کیوں اندر سے دل چیخ چیخ کر

کہہ رہا تھا کہ یہ عورت خطرناک ہے۔ یہ تم سے کھیل کھیل رہی ہے۔ لیکن حقائق اس کی نفی

کرتے تھے۔

”وہ میری ان کیفیات سے بے خبر کہنے لگی۔“

”لاٹ نے یہاں ایک طویل عرصہ گزار کر صرف ایک ہی کام کیا ہے جس کی میں

اسے داد دیتی ہوں۔“

”کیا؟“

”یہاں ایک پرانے ہیلی پیڈ پر ایک ناکارہ ہیلی کا پٹر کھڑا ہوا تھا۔ اتنا ناکارہ کہ اسے مرمت کرانے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی گئی۔ لاٹ کو وہ جگہ معلوم ہوگئی اور پھر اس نے خفیہ طور پر وہاں کام شروع کر دیا۔“

میرے بدن میں چیونٹیاں ریگنے لگیں۔ میں نے کہا۔

”کام؟“

”ہاں۔“

”کیا کام؟“

”اس ہیلی کا پٹر کی درنگی کا کام اور اب وہ ہیلی کا پٹر فضا میں پرواز کرنے کے لیے تیار ہے۔ لاٹ اس میں خفیہ طریقے سے فیول بھر رہا ہے کیونکہ عمر رسیدہ آدمی ہے اور اکیلے ہی اسے یہ کام کرنا پڑ رہا ہے اس لیے مہینوں میں جا کر اس نے اپنے اس کام کی تکمیل کی ہے لیکن اب ہم فرار کے لیے تیار ہیں۔“

”ہم؟“

”ہاں، میری طرف سے اسے بھر پور مدد حاصل رہی ہے اور میں نے اس کے ہر شعبے میں اس کے لیے کام کیا ہے۔ یہاں تک کہ تمہیں حیرت ہوگی کہ ہم خفیہ راستے سے اس ہیلی پیڈ تک جا بھی چکے ہیں۔“

”میرا ذہن بری طرح جھنجھنارہا تھا۔ میں نے کہا۔“

”کوئی خفیہ راستہ بھی ہے۔“

”ہاں تم کیا سمجھتے ہو، کیا ایسا نہیں ہو سکتا، گارتھک اپنے آپ کو بہت زیادہ مطمئن آدمی سمجھتا ہے، لیکن اسے زندگی میں سب سے بڑے خسارے کا احساس ہوگا جب میں اور پروفیسر لاٹ یہاں سے نکل جائیں گے اور پھر بیرونی دنیا کو ہم یہ بتائیں کہ اصل میں گارتھک یہاں کیا کر رہا ہے؟“

”یہ تم دونوں کا مشترکہ منصوبہ ہے۔“

”ہاں میری جان اور اب ہم اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں، لیکن یہ ایک بہتر بات ہوگی کہ تم بھی یہاں سے فرار حاصل کرنا چاہتے ہو، میں تمہیں بہترین اسلحہ فراہم کروں گی، اس اسلحے کے ذریعے کم از کم ہم اپنے فرار کے وقت اپنی حفاظت بھی کر سکیں گے، چاہے ہمیں کچھ بھی کرنا پڑے۔“ میرے اعصاب کشیدہ ہو گئے تھے، یہ تو ایک ایسا راستہ نظر آیا تھا جس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا، میں نے پھر کہا۔

”لیکن کیا پروفیسر لاٹ ہمیں لے جانے کے لیے تیار ہو جائے گا۔“

”آج کا دن یہیں گزارو اس کے بعد اگر چاہو تو رات کو میں تمہیں لاٹ سے ملا سکتی ہوں۔“

”میں غور کرتا رہا ایک بار پھر فنگ میرے دل میں آیا تھا۔ اگر واقعی تقدیر میرے ساتھ یہ بہتر سلوک کرنے پر آمادہ ہے تو پھر زیادہ بہتر ہے کہ فنگ بھی مجھے مل جائے۔ میں نے اس سے کہا۔“

”ڈائیر جین، میرا ایک اور کام کر سکتی ہو؟“

”بولو۔“

”اگر تم مجھے اس خفیہ راستے سے باہر نکال دو تو میں فنگ کو تلاش کروں۔“

”یہ تو ضروری ہے، وہ خفیہ راستہ اس قدر محفوظ ہے کہ تم با آسانی یہاں آ سکتے ہو۔“

”تو زیادہ مناسب یہی ہے کہ تم مجھے یہاں سے نکال دو۔“

”لیکن اس لباس میں۔“ اس نے کہا اور ہنس پڑی۔

”میں بھی جھینپ گیا تھا۔ میں نے کہا۔“

”میری وردی۔“

”کوئی بات نہیں میں تمہیں وردی بھی مہیا کر سکتی ہوں میرا مطلب ہے کارکنوں کی

وردی۔“

”تب پھر یوں سمجھ لو کہ تم میری بہترین مددگار ہو۔“

”اور تم میری زندگی کے بہترین ساتھی۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں نے بھی اس کی مسکراہٹ کا ساتھ مسکراہٹ سے دیا تھا۔ اسے پوری طرح اپنے جال میں پھانس لینا بے حد ضروری تھا تو ہمارے درمیان یہ طے ہوا کہ جین مجھے اس خفیہ راستے سے باہر نکال دے گی اور میں فنگ کو تلاش کروں گا اس کے بعد اس راستے سے میری واپسی ہوگی اور میں یہاں آنے کے بعد رات کو پروفیسر لاٹ سے ملاقات کروں گا، پھر لاٹ جیسا بھی کہے گا ہم فرار کا منصوبہ مکمل کر لیں گے۔

جین درحقیقت اس وقت میرے لیے ایک عجیب و غریب شخصیت ثابت ہوئی تھی، مجھے امید نہیں تھی کہ ہم اس طرح اپنے کام کی تکمیل کر لیں گے، بہر حال پھر جین نے اپنا کام شروع کر دیا۔

وہ جو وردی میرے لیے لے کر آئی وہ کسی فوجی کی وردی تھی۔ یہ وردی بمشکل تمام میرے جسم پر فٹ آئی تھی، جین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نجانے یہاں کیا کیا کچھ ہے، میں تمہیں اس کی تفصیل بعد میں بتاؤں گا، ویسے وہ تمہارے لیے غیر ضروری بھی ہے اور تمہیں اس تفصیل سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ جس جگہ انسان کو قیام ہی نہیں کرنا ہوتا، وہاں کے بارے میں ضرورت سے زیادہ معلومات بے معنی ہی ہوتی ہیں۔“ اس کے ساتھ ہی جین نے مجھے ایک ہلکی سب مشین گن دیتے ہوئے کہا۔

”یہ بہترین مشین گن ہے، ایک منٹ میں پانچ سو رائنڈ فائر کرتی ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ بالکل خاموش ہے بہت ہلکی ہلکی آوازوں کے ساتھ یہ اپنا کام کرتی ہے، میرا خیال ہے کہ تمہارے پاس جو کچھ موجود ہے، یہ اس سے کہیں زیادہ اچھی چیز ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں تمہیں چھوٹے سائز کے ہینڈ گرینڈ بھی دوں گی جو تمہاری حفاظت کے لیے بہت ضروری ہیں۔ ہینڈ گرینڈ کا یہ پکٹ واقعی میرے لیے تعجب خیز تھا کیونکہ اس میں بہت ہی چھوٹے ہینڈ گرینڈ تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں لائپس پر دنیا کا بہترین اسلحہ تیار ہوتا تھا اور ہم اسے دنیا کا بہترین اسلحہ کہہ سکتے ہیں۔“

میں نے یہ سب اشیاء اپنے لباس میں محفوظ کر لیں اور اس کے بعد جین مجھے اپنے

ساتھ لے کر باہر نکل آئی۔ بیڈروم کے بیرونی دروازے کے قریب ہی ایک لفٹ تھی۔ جین نے مٹن دبا کر دروازہ کھولا اور ہم لفٹ میں سوار ہو کر نیچے چل پڑے۔

جین بالکل خاموش تھی۔ لفٹ ایک سرنگ میں رکی تھی اور یہ سرنگ زیر زمین ٹرین کے راستے سے مشابہ تھی، اس کی چھت میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر باقاعدہ روشنیاں نصب تھیں جن سے پوری سرنگ روشن تھی ایک طرف ایک چھوٹا سا پلیٹ فارم تھا جس کے ساتھ ٹرام نما ایک چھوٹی سی کار کھڑی ہوئی تھی، یہ کار ٹرین ہی کی طرح دو پٹریوں پر کھڑی تھی۔ کار میں صرف دو ہی سیٹیں تھیں۔ ڈرائیونگ سیٹ جین نے سنبھالی اور میں اس کے برابر بیٹھ گیا۔ اس نے یہ کار اسٹارٹ کی اور وہ ست رفتار سے پٹریوں پر پھسلنے لگی۔ کار کا انجن بے آواز تھا، میں نے حیران نگاہوں سے جین کو دیکھا اور کہا۔

”یہاں یہ سرنگ اور یہ کار میری سمجھ میں نہیں آئی؟“

جین مسکرا کر بولی۔ ”گار تھک نے اپنے لیے بہت سی ایسی چیزیں تیار کی ہیں جو اس کے تحفظ کے کام آئیں۔ آخر کار ایک قسم کے جرائم پیشہ آدمی کو اپنی حفاظت کا خیال بھی ہوتا ہے، کیونکہ یہاں عموماً سرنگوں اور کانوں میں سفر ہوتا ہے اس لیے اس نے یہ راستہ اپنے لیے رکھا تھا اور پھر وہ اسے بھول گیا۔“

”لیکن اس کی کیفیت تو یہ بتاتی ہے کہ اسے استعمال کیا جاتا۔“

”یہ سو فیصد استعمال ہوتا ہے لیکن جو میں نے یہاں ترمیم کی ہے وہ بالکل انوکھی ہے۔“

”وہ کیا؟“

”وہی میں تمہیں بتانے والی ہوں۔“ ہم آہستہ روی سے آگے بڑھ رہے تھے تقریباً پچیس منٹ کے بعد ایک کشادہ سی جگہ نظر آئی اور یہ گاڑی یہاں پلیٹ فارم کے قریب رک گئی، جین مسکراتی ہوئی نیچے اتر آئی، پھر اس نے کہا۔

”دیکھو یہ اس کا آخری اسٹیشن ہے لیکن ہم نے جو جگہ دریافت کی ہے، اب میں تمہیں وہاں لے جا رہی ہوں۔ پلیٹ فارم سے چند میٹر حیاں نیچے اترنے کے بعد ہم ایک

پھر فنگ کو نجانے کہاں کہاں تلاش کرتا پھرتا تھا۔ آخر کار مجھے اس غار کا خیال آیا جس میں ہم نے کھانے پینے کی اشیاء سنبھال کر رکھی ہوئی تھیں اور میں نے اپنے آپ کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ اتنی دیر سے مارا مارا پھر رہا ہوں، فنگ عقل مند آدمی ہے تو اسے غار میں میرا انتظار کرنا چاہیے۔ جہاں بھی کہیں جھک مارتا پھر رہا ہوگا۔ بہر حال اس کا اس غار تک پہنچنا لازمی ہے، مجھے اسے وہیں دیکھنا چاہیے تھا اور اگر واقعی وہ اس وقت وہاں نہ ملا تو پھر شام تک اس کا اسی غار میں انتظار کروں گا اور اگر شام کو بھی وہ واپس نہ آیا تو پھر اس غار میں اسے خدا حافظ کہہ دوں گا۔ اس سے زیادہ کسی کے لیے اور کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن فنگ میری توقع کے مطابق اس قدر احمق نہیں تھا وہ بھی شاید میرے ہی انداز میں سوچ کر وہاں آرام سے نیم دراز تھا۔ میرے قدموں کی چاپ پر وہ سنبھل گیا تھا اور اس نے مجھے دیکھنے کے لیے ایک محفوظ جگہ تلاش کی تھی۔

میں نے ایک لمحے کے لیے اسے غار میں نہ پایا لیکن پھر فنگ کی آواز سنائی دی۔
 ”آہ میرے دوست۔ تم واپس آ گئے، مجھے یقین تھا کہ تم اس جگہ واپس آؤ گے۔“
 میں نے غصیلی نگاہوں سے فنگ کو دیکھا اور کہا۔ ”لیکن کیا تمہیں اس طرح مجھے بتائے بغیر یہاں سے کہیں چلے جانا چاہیے تھا۔“

”جان من۔ میں سمجھتا ہوں تم اس بات پر ناراض ہو گے۔ لیکن میرا ذہنی بحران مجھے اس کے لیے مجبور کر رہا تھا۔ اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ آخر کار ہم یہاں کتنا وقت گزاریں گے، مجھے واپس بھی جانا ہے کیونکہ بہر حال میری ماں اور بہن یہ نہیں سوچتیں کہ میں کن کاموں میں مصروف ہوں بلکہ بے انتہا پریشان ہو جاتی ہیں۔ میں ان کی پریشانی سے بہت زیادہ پریشان تھا اور اس لیے میں یہاں سے نکل گیا تھا۔“

”تم نے مجھے جتنا زیادہ پریشان کیا ہے تمہیں اس کا اندازہ نہیں!“

”یقین کرو کچھ وقت کے بعد میں بھی تمہارے لیے اسی قدر پریشان ہوں۔“ فنگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر بولا ”لیکن بد قسمتی نے ابھی تک ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا۔ میں تو کوئی ایسا راستہ تلاش نہیں کر سکا جس سے ہم راہ فرار اختیار کر سکیں۔“

اور سرنگ نما جگہ میں داخل ہوئے جو پہلی سرنگ کی نسبت وسیع تھی، کچھ دور چلنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ درحقیقت یہ غیر معمولی طور پر ایک طویل و عریض تہہ خانہ ہے جس راستے پر ہم چل رہے تھے۔ اس کے دونوں طرف کھلے کھلے سے غار بنے ہوئے تھے جس کے دہانوں پر لوہے کی سلاخوں کے دروازے تھے ان غاروں میں بہت سی پیٹیاں اور مختلف نوعیت کا مشینی ساز و سامان بھرا ہوا تھا۔ بیشتر پیٹیاں میرے انداز کے مطابق اسلحے کی تھیں اور جگہ جگہ لوہے کے اسٹینڈز پر میزائل رکھے ہوئے تھے، میں شدید حیرت سے منہ کھولے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا پھر یہ جگہ بھی ختم ہو گئی اور جین نے کہا۔

”اور یہ ایک دروازہ ہے اس دروازے کا علم میرے سوا کسی کو نہیں ہے۔ بظاہر یہ پلیٹ فارم اور اسلحہ کے یہ غار بہت ہی خفیہ ہیں لیکن یہ جگہ میں نے بہت عمدگی سے دریافت کی ہے۔“ اس نے دروازے کو کھولا اور اس کے بعد میں نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، قرب جوار میں سنگلاخ پہاڑی علاقہ نظر آ رہا تھا، جین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور اب میں تمہیں یہاں سے خدا حافظ کہوں گی لیکن واپسی کا راستہ ذہن نشین کر لو اور اس کار کے استعمال کا طریقہ کار بھی، یہاں کبھی کوئی نہیں آتا سوائے گارتھک کے اور گارتھک طویل عرصے سے یہاں نہیں آیا لیکن یہ سرنگ زیر استعمال ہے۔“ اس نے مجھے دروازے کھولنے کا طریقہ اور گاڑی کی واپسی کا طریقہ بتایا اور میں نے یہ تمام چیزیں ذہن نشین کر لیں اس کے بعد میں نے اسے خدا حافظ کہا اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا، قرب و جوار میں لاتعداد چٹانیں بکھری ہوئی تھیں، زمین سنگلاخ تھی اور چٹانوں کا یہ سلسلہ کافی دور تک چلا گیا تھا پھر میں انتہائی احتیاط کے ساتھ آگے کا سفر کرنے لگا، دن کی روشنی میں یہ سفر بلاشبہ محسوس تھا لیکن کیا بھی کیا جاسکتا تھا فنگ بے وقوف کی تلاش ضروری تھی۔ اگر میں اسے نظر انداز کر دیتا تو پھر مجھے ان تمام چیزوں کی ضرورت نہیں تھی جین کے بارے میں مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ مضبوط اعصاب کی مالک زخم خوردہ عورت ہے اور یقیناً میرے ساتھ بہتر سلوک کرے گی اور کوئی غدار ی نہیں کرے گی۔

”تمہارے مرضی، میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا اگر تم بھوکے ہو تو میں تمہارے لیے!“

”نہیں میں شکم سیر ہوں۔“

”اس کا مطلب ہے کہ تم نے اپنے لیے واقعی کوئی بہتر جگہ تلاش کر رکھی ہے۔“
 ”ہاں۔“ اور واقعی میں نے شام تک فنگ کو اس بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ پھر جب سورج ڈھل گیا اور شام کے سائے چاروں طرف پھیل گئے تو میں فنگ کو ساتھ لے کر چل پڑا۔

فنگ خاصا متجسس نظر آ رہا تھا، ابھی میں نے اسے اس بارے میں تمام صورتحال نہیں بتائی تھی آخر کار ہم نے وہ فاصلہ طے کر لیا اور جب ہم اس پہاڑی چٹان کے پاس رکے جہاں سے سرنگ کے دروازے سے اندر داخل ہوا جاسکتا تھا تو فنگ نے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ کون سی جگہ ہے!“

”آؤ۔“ میں نے کہا اور فنگ کو لے کر چٹان کے پاس پہنچ گیا۔ فنگ کو حیرت تھی کہ آخر اس چٹان میں ایسی کون سی خاص بات ہے جس کی بناء پر میں اسے یہاں لایا ہوں۔ لیکن جب میری کوشش سے چٹان میں دروازہ نمودار ہوا تو وہ بھی شدت حیرت سے گنگ رہ گیا تھا۔

دروازے سے دوسری جانب کی فضا دیکھ کر فنگ کی حالت اور بھی غیر ہو گئی۔ مجھے اس وقت اس کی کیفیت پر لطف آ رہا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔

”اوہ میرے خدا، حقیقت یہ ہے کہ تم نے ایک انوکھی دنیا دریافت کی ہے!“

”یہ ٹرائل کار ہمیں یہاں سے لے جائے گی۔“ میں نے سرنگ کا وہ حصہ عبور کر کے ٹرائل کار کے پلیٹ فارم تک پہنچتے ہوئے کہا۔

راستے میں فنگ جو کچھ دیکھتا آیا تھا اس نے اس کی قوت گویائی سلب کر لی تھی۔ بہر حال ہم ٹرائل کار تک پہنچ گئے۔ میں نے فنگ کو اپنے ساتھ بیٹھنے کے لیے کہا اور ٹرائل کار

”لیکن میں تو کر چکا ہوں۔“ میں نے کہا اور فنگ اچھل پڑا۔

”کیا!“

”ہاں۔“

”کیا تم واقعی سچ کہہ رہے ہو؟“ فنگ مسرت کے ساتھ بولا۔

”ہاں ڈیئر فنگ ہم یہاں بہت زیادہ وقت ضائع کر چکے ہیں۔“

”یہ تو میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔“

”اور اب ہمیں یہاں سے واپسی کے لیے لازمی طور پر عمل کرنا ہوگا۔“

”مگر تم کہتے ہو کہ تم نے کوئی راستہ تلاش کر لیا۔“

”ہاں ضرورت سے کچھ زیادہ ہی۔“ میں نے جواب دیا۔

”کیا۔ مجھے بتاؤ گے نہیں!“

”نہیں تم احق ہو۔“

”چلو ٹھیک تسلیم۔ لیکن کسی احق کو بھی راز دار بنایا جاسکتا ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ

کوئی احق بہترین راز دار ثابت ہو سکتا ہے۔“ فنگ نے میری بات کا برا مانے بغیر کہا۔

”اب بقیہ وقت یہیں گزار دو، شام کے دھند لکوں میں ہم یہاں سے آگے بڑھیں

گے۔“

”آہ ایک بات تو میں نے محسوس ہی نہیں کی۔“

”کیا؟“

”تمہارے بدن کی وردی بدلی ہوئی ہے۔“

”کیا ایک عقلمند آدمی کو پہلی ہی نگاہ میں اس بات کا اندازہ نہیں لگالینا چاہیے تھا۔“

”یقین کرو میں اپنے آپ کو عقلمند نہیں ظاہر کرتا لیکن یہ اندازہ تو میں لگا ہی چکا تھا

اور اس بات پر حیران بھی تھا کہ یہ وردی تم نے کہاں تبدیل کی لیکن بعد میں اس کے بارے

میں سوال کرنا تھا۔“

”بہر حال میں اس وردی کے بارے میں بھی تمہیں ابھی کچھ نہیں بتاؤں گا۔“

”سناؤ جین۔ کوئی اور ایسی بات تو نہیں ہوئی جو حیران کن ہو!“
 ”ہوئی ہے۔“ اس نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔
 ”کیا! میں نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔“
 ”پروفیسر لاٹ نے مجھ سے ملاقات کی ہے خفیہ اور اہم ملاقات!“
 ”اوہ! خیریت کس سلسلے میں؟“

”وہ تمام تیاریاں مکمل کر چکا ہے اور میں جانتی ہوں کہ مسٹر فنگ کے سامنے کوئی بات چھپانا بے سود ہے ورنہ تم انہیں یہاں تک نہ لاتے۔“
 ”بالکل ٹھیک۔ ہم دونوں کا ایک ہی مسلک ہے۔“
 ”تو پروفیسر لاٹ کہتا ہے کہ اس کا کام مکمل ہو چکا ہے اور اب یہ مجھ پر منحصر ہے کہ میں یہاں سے کب واپسی کا سفر اختیار کرنے پر تیار ہوتی ہوں۔“
 ”کیا اسے ہمارے بارے میں بتا دیا؟“
 ”ہاں مکمل تفصیل کے ساتھ۔“
 ”اس کا کیا نظریہ ہے؟“

”وہ خوش ہے اور کہتا ہے کہ اسے یقینی طور پر کسی ایسے شخص کی تلاش کرنا ہوتی جو بہر حال لامبو میں اس کا معاون ہوتا اور ہم دونوں کا مل جانا بڑا خوشگوار ہے لیکن وہ اس دوسرے کا شکار تھا کہ کہیں یہ بھی کوئی گارتھک کی چال نہ ہو؟“
 ”تو پھر؟“

”مگر میں نے اسے اطمینان دلا دیا ہے اور میرے اطمینان کی وجہ تم جانتے ہو؟“
 اس نے ہوشربا نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اور فنگ کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔
 غالباً وہ اس اطمینان کی وجہ سمجھ گیا تھا۔ پھر جین نے کہا۔

”اور یقینی طور پر تم دن بھر بھوکے ہی رہے ہو گے، ان حالات میں بھلا کھانے پینے کا کیا سوال ہے، اب یہ بتاؤ ڈنر تک انتظار کرو گے یا پھر میں تمہارے لیے کوئی بندوبست کروں؟“

اشارات ہو کر آگے بڑھ گئی۔

”میرا خیال ہے تم واقعی جادوگر ہو کیونکہ یہ سب کچھ معلوم کر لینا اتنا آسان کام نہیں تھا میں تو حیران ہوں کہ تم اس درجے تک کیسے پہنچ گئے لیکن آخر یہ ٹرائی کار ہمیں لے کر کہاں جائے گی؟“

”گارتھک کے اس رہائشی مکان تک جہاں اس کی بیوی جین یعنی جیسفیر رہتی ہے۔“
 ”اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہارے یہ الفاظ میری سمجھ میں آجائیں گے تو میرا خیال ہے تم خود یہ فیصلہ کر سکتے ہو کہ یہ مشکل ہے۔“

”اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم پروفیسر لاٹ تک پہنچ جائیں گے۔“
 ”آہ میرا دل بے ہوش ہونے کو چاہ رہا ہے۔“

”نہیں یہ اس وقت مناسب نہیں ہوگا۔“ میں نے پر مزاح انداز میں کہا۔

پھر ہم اپنی منزل تک پہنچ گئے اور میں لفٹ کے ذریعے اوپر پہنچا۔ روشنیاں جل رہی تھیں اور معمول کے مطابق سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ میں جانتا تھا کہ جین نے خصوصی طور پر اس کا بندوبست بھی کیا ہوگا کہ یہاں اس وقت کوئی نظر نہ آئے۔ پھر جب ہم اس کے کمرے میں داخل ہوئے تو وہ ہماری منتظر تھی اس نے آنکھیں بند کر کے گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔
 ”اور میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں ڈیئر لائن کہ یہ دن میری زندگی کا سب سے مشکل دن گزارا ہے میرے دل میں نجانے کیا کیا دوسوے جنم لیتے رہے ہیں اور میں یہ بھی سوچتی رہی ہوں کہ اب میرے اوپر کوئی نہ کوئی عتاب نازل ہوگا۔“

”ہم دونوں عتاب کی شکل میں تم پر نازل تو ہو گئے ہیں جین!“
 ”یہ تمہارا دوست فنگ ہے۔ ہیلو مسٹر فنگ۔“

”ہیلو میڈم جین۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس چالاک آدمی نے مجھے ایک لفظ بھی نہیں بتایا اور میں ابھی تک اس حیرت کا شکار ہوں کہ آخر یہ ان تمام معاملات سے گزر کر یہاں تک کیسے پہنچا ہے؟“

”یقیناً مسٹر لائن ہارٹ کا یہ اپنا کارنامہ ہے۔“

”اس کے لیے میں موجود ہوں، مسٹر لاث۔“ فنگ نے جواب دیا۔

”اور یہ اتفاق ہے کہ تم بروقت یہاں پہنچے ورنہ شاید تمہیں یہاں کے حالات خاصے بدلے ہوئے لگتے، یہ ایک بہترین موقع ہے اور میں کسی بات کو صیغہ راز میں نہیں رکھنا چاہتا بلاشبہ جین میرے ساتھ جائے گی اور میں اس کے لیے بھی زندگی کی جدوجہد کروں گا۔ اس کام کے لیے میں بہت عرصے سے کام کر رہا تھا اور اب یہ مکمل ہو چکا ہے، لیکن رات کی تاریکی سے دن کی روشنی ایسے کام کے لیے بہتر ہوتی ہے کیونکہ رات کی تاریکی مشکوک ہو جاتی ہے۔“

”تو پھر آپ کا کیا منصوبہ ہے مسٹر پروفیسریری لاث؟“

”کل صبح میں وہاں موجود ہوں گا چاہتا تو یہ تھا کہ جیسفیر میرے ساتھ جائے لیکن اب ذرا سی تبدیلی بہتر رہے گی جبکہ مجھے تم لوگوں کا سہارا حاصل ہو چکا ہے۔“

”تو پھر بتاؤ ہمیں کیا کرنا ہے؟“

”تم میں سے ایک شخص میرے پاس یہیں رہ جائے گا، کل کا دن میری فرصت کا دن ہے، یعنی وہ ہفتہ وار چھٹی ہو جو مجھے ہفتے میں کسی بھی دن مل جاتی ہے اور یہ خوش بختی ہے میری کہ یہ چھٹی کل ہے اور کل میں یہاں سے نکل جانے کا خواہش مند ہوں تو تم میں سے ایک شخص کو میرے ساتھ یہیں رہنا چاہیے جین وہ جگہ جانتی ہے جہاں اسے پہنچنا ہے، میں وہاں تیار رہوں گا اور میرے ساتھ تم میں سے ایک بقیہ دوسرا جین کو لے کر صبح سورج نکلنے ہی وہاں پہنچ جائے اور پھر ہم وہاں سے واپسی کا سفر شروع کر دیں گے خیال رہے کہ اسلئے پر خصوصی توجہ دی جائے کیونکہ ہمیں کہیں بھی کوئی دقت پیش آ سکتی ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب ہیلی کا پٹر فضا میں پرواز کرے تو گار تھب کی گن بوٹس ہمارا تعاقب کریں، یہ بات تم لوگ نہیں جانتے ہو گے لیکن میں جانتا ہوں کہ گار تھب کے پاس گن بوٹس ہیں اور وہ با آسانی ان سے فضا میں ہمارے ہیلی کا پٹر کو نشانہ بنا سکتا ہے چنانچہ کام جس انداز میں ہوگا اس میں بڑی مہارت کا ثبوت دینا ہوگا۔“

”آپ کو اطمینان ہے مسٹر لاث کہ آپ ہیلی کا پٹر بخوبی پائلٹ کر سکیں گے!“

”نہیں۔ اس وقت جس قدر جدوجہد کم ہو بہتر ہے، ہاں اگر ڈنر کا موقع مل جائے تو یہ ہماری خوش قسمتی ہوگی۔“

”تو سمجھ لو کہ ڈنر کا بھرپور موقع ہے کیونکہ میں نے تم دونوں کے لیے انتظامات کر کے رکھے ہیں۔“ بعد میں ایک شاندار ڈنر کیا گیا تھا، فنگ پر تو جیسے سکتے سا طاری تھا وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ میں نے ماحول پر کس قدر قدرت حاصل کر لی ہے اور اسی بات پر وہ شدید حیران تھا، بہر حال اس کی حیرانی اپنی جگہ مجھے اپنا کام سرانجام دینا تھا پھر پروفیسر لاث سے ملاقات کے لیے تیاریاں کی گئیں اور اس کے لیے بھی ہمیں ایک اچھا خاصا سفر طے کرنا پڑا تھا پروفیسر لاث کی رہائش گاہ بہت محفوظ مقام پر تھی اور میں نے پہلی بار اس شخص کو دیکھا جس کے حصول کے لیے گولڈن ہارس کی تنظیم نے مجھے لامبو بھیجا تھا، بے شک بوڑھا آدمی تھا اور دور سے دیکھنے پر مجھے مکمل طور پر اس کی شخصیت کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن اب جب میں نے پہلی بار اسے غور سے دیکھا تھا تو مجھے یہ احساس ہوا کہ وہ اس قدر کمزور آدمی نہیں ہے چہرے مہرے سے پریشان اور غیر مطمئن نظر نہیں آتا تھا ہم دونوں کو اس نے ناقدانہ نگاہوں سے دیکھا اور بولا۔

”تو تم ہو وہ دونوں جو حالات کا شکار ہو کر لاپس میں آ پھنسے ہو لیکن جیسا کہ مجھے تمہارے بارے میں علم ہوا ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ گارنیت کی خانقاہ میں تم لوگوں نے گار تھب کے آدمیوں کا قتل عام کیوں کیا تھا؟“

”صرف اپنے تحفظ کے لئے۔“ میں نے فوراً جواب دیا۔

”لیکن تحفظ کے لئے دوسرا طریقہ کار بھی تو استعمال کیا جاسکتا تھا۔“

”اگر آپ یہ سمجھ رہے ہیں پروفیسر لاث کہ ہماری شخصیت میں کوئی گہرائی ہے تو براہ کرم اس خیال کو دل سے نکال دیجیے گا ایسی کوئی بات بالکل نہیں ہے۔“

”خیر ٹھیک ہے اگر ہے بھی تو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے، میں تو بس یہ چاہتا ہوں کہ اس منصوبے میں مجھے تم جیسے مضبوط نوجوانوں کا سہارا حاصل ہو، لامبو پہنچنے کے بعد بھی مجھے ایک ایسا شخص درکار ہوگا جو مجھے لامبو سے نکلنے میں مدد دے سکے۔“

”ہاں!“ اس جانب سے تم لوگ مطمئن رہو۔“
اور اس پہلی کاپڑ میں چار آدمیوں کے سفر کی گنجائش ہے۔
”قطعی حالانکہ یہ صرف ایک اتفاق ہے۔“

”گڈ۔ تو پھر فنگ آپ کے پاس رہ جاتا ہے، میں اور جین یہاں سے واپس چلے

جاتے ہیں۔“

”اوکے۔ منصوبہ طے ہو چکا ہے، ضرورت سے زیادہ کسی کام کے لیے وقت ضائع کرنا بے مقصد ہوتا ہے اور خطرات کا موجب بھی اس لیے اب تم لوگ جاسکتے ہو اور فنگ تم میں سے کون ہے، شاید تم؟“ اس نے فنگ کی جانب اشارہ کر کے کہا

”اوکے فنگ! میں یہاں تمہارے پوشیدہ ہونے کا بندوبست کیے دیتا ہوں اور خدا حافظ جین۔“ جین میرے ساتھ واپس چل پڑی، راستے میں اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ پروفیسر ٹائپ کے لوگ ایسے ہی سر پھرے ہوتے ہیں، لیکن بہر حال وہ ایک ذہین آدمی ہے۔“ خوابگاہ میں پہنچنے کے بعد میں نے جین کی آنکھوں میں وہی تاثرات دیکھے، یعنی آم کے آم اور گھٹلیوں کے دام۔ چنانچہ میں نے اس کی خواہش کے مطابق سر تسلیم خم کر دیا اس وقت رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی اور ہم لوگ جاگ کر دوسرے دن کے بارے میں باتیں کر رہے تھے کہ دروازہ پر آہٹ سی ہوئی اور جین کا چہرہ خوف سے پیلا پڑ گیا اس نے دہشت زدہ آواز میں کہا۔

”اور اس وقت صرف ایک ہی شخصیت ہے جو یہاں آ سکتی ہے۔ آہ۔ جلدی کرو، میرے خیال میں تمہیں مسہری کے نیچے چلے جانا چاہیے۔“ میں بھونچکا رہ گیا تھا لیکن بہر حال مجھے جین کی ہدایت پر ہی عمل کرنا پڑا، کیا ہی دلچسپ بات تھی، دروازہ کھلا اور میں نے قدموں کی آہٹیں سنیں، جین بستر پر سوتی بن گئی تھی حالانکہ وہ جس کیفیت میں تھی وہ بے حد عجیب تھی اور کسی کو بھی اس پر شبہ ہو سکتا تھا تب ہی مجھے ایک بھاری آواز سنائی دی جو گارتھک کے علاوہ کسی اور کی نہیں تھی۔

”اشھو حرافہ تم گہری نیند سو رہی ہو اور واہ۔ سونے کا کیا ہی انداز ہے غالباً تمہاری

زندگی میں ابھی بہت کچھ باقی ہے۔“

جین نے یقینی طور پر اس وقت حیران رہ جانے کی اداکاری کی ہوگی اور اس کی نیند سے بوجھل آواز اسی بات کا اظہار کرتی تھی کہ وہ بہترین اداکاری کر رہی ہے، مجھے اس کی کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی گارتھک نے پھر کہا۔

”یہاں کیا ہو رہا ہے، کیا میں اس کے بارے میں جان سکتا ہوں۔“

”گارتھک تم اس وقت!“

”ہاں کیوں؟“ میری آمد پر کوئی پابندی ہے، مجھے وقت کا تعین کر کے آنا چاہیے۔

”شاید تم کسی شدید ذہنی انتشار کا شکار ہو، کاش تم مجھے بتا سکتے اور میں تمہاری ہر برائی

کے باوجود تمہاری اس مشکل میں تمہارا ساتھ دے سکتی۔“

”بس۔ بس، بہت زیادہ محبت بگھارنے کی کوشش مت کرو، میں نے تم سے پوچھا

تھا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے؟“

”یہ مجھ سے زیادہ تم بہتر جانتے ہو کیونکہ میری زندگی کمرے میں قید ہے۔“

”ڈونلڈ نے مجھے کچھ معلومات مہیا کی ہیں مثلاً یہ کہ اس کے تین آدمی غائب ہیں

جنہیں اس نے محافظوں کے طور پر یہاں ڈیوٹی پر متعین کیا تھا، ڈیوٹیاں معمول کے مطابق

تبدیل ہو گئیں لیکن ان تین آدمیوں نے اسے رپورٹ نہیں دی ہے جو یہاں ڈیوٹی کرتے

تھے اور اس کے بعد ڈونالڈ نے یہاں کچھ اور معلومات بھی حاصل کی ہیں۔“

”میں سن رہی ہوں اور جو باتیں مجھ سے متعلق نہیں ہیں ان کا تذکرہ تم بے شک

کرتے رہو لیکن اس کے لیے بھلا میں تمہاری کیا معاونت کر سکتی ہوں۔“

”یہاں خون کے کچھ دھبے بھی پائے گئے ہیں اس انداز کے کہ جیسے کسی نے یہ خون

صاف کیا ہو؟“

”تو پھر!“

”میرا مطلب ہے کہ تم نے یہاں کوئی ایسی خاص بات تو محسوس نہیں کی؟“

”اس کمرے میں نہ کہیں خون کے دھبے ہیں اور نہ کوئی ایسی نمایاں تبدیلی جس پر

”میرا خیال ہے رات ختم ہونے کو ہے تمہیں یہاں آرام کرنا چاہیے۔“

”تیرے خیال کی پابندی میں نے کبھی نہیں کی۔“ وہ بولا اور کمرے سے باہر نکل گیا، میں جین کی چالاکی سمجھ رہا تھا مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ گارتھک ہر اس بات کی نفی کرتا ہے جو جین کے لیے پسندیدگی کا باعث ہو، سو اس وقت بھی اس نے جین کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا، لیکن جین نے پیشکش صرف اس لیے کی تھی کہ گارتھک اسے ٹھکرا دے۔

پھر میں نے گارتھک کو باہر نکلتے دیکھا تھا اور بہت سی گہری گہری سانسیں لی تھیں اس عرصے میں سانس لینے میں بھی مجھے شدید احتیاط کرنی پڑی تھی جین نے دروازہ اندر سے بند کیا اور اس کے بعد مسہری پر آگئی پھر اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

”تم خیریت سے ہوتا۔“

”ہاں۔“

”لیکن ابھی اپنی جگہ رہو کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس وقت واپس آجائے۔“

”تم مطمئن رہو۔“

”کسی شے کی ضرورت ہے۔“

”نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔ پھر یہ لمحات جس قدر صبر آزما ہوئے تھے میں ہی جانتا تھا جین کو میں نے کمرے میں گردش کرتے دیکھا۔ اس نے غالباً لباس وغیرہ تبدیل کر لیا تھا پھر وہ آہستہ سے بولی۔

”لائن۔“

”ہاں۔“

”بس اب باہر نکل آؤ ہمیں چلنا چاہیے۔“

”اوکے۔“ میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میں باہر نکل آیا پھر میں نے اپنے جسم پر وہی وردی پہن لی تھی اور اپنے آپ کو پوری طرح مستعد کرنے کے بعد میں نے کہا۔

”تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ واپس چلا گیا؟“

مجھے مضطرب ہونا چاہیے۔“

”مجھ سے گفتگو کرنے کا یہ طریقہ کیا مناسب ہے، ابھی سر کے بال پکڑ کر تیرا سر دیوار سے دے ماروں گا۔“

”یہ کوئی نئی بات نہیں ہوگی میرے لیے۔“ جین نے جواب دیا۔

”حالانکہ یہاں کسی کی مجال نہیں ہے کہ کوئی سازش کر سکے، ہو سکتا ہے ان لوگوں کا آپس میں کوئی معاملہ ہو لیکن بہر حال یہ میری ذمہ داری ہے اور میں سمجھتا ہوں تیری بھی کہ یہاں کے ماحول پر نظر رکھ اور میں تجھے ہوشیار کرنے آیا ہوں کہ تھوڑا سا وقت آنکھیں کھلی رکھ کر گزارو اور یہاں اس کمرے میں مت مری رہا کرو۔“

”یہ تمہاری اجازت ہے تو ٹھیک ہے ورنہ یہ بھی تمہارا ہی حکم ہے کہ میں غیر ضروری طور پر باہر نہ نکلا کروں۔“

”ہوں۔ برتن نکالو میں ڈرنک کرنا چاہتا ہوں۔“ جین خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے بعد اس نے ایک الماری سے شراب کی بوتلیں، سافٹن اور گلاس وغیرہ نکال کر میز پر رکھے۔

”بیٹھو میرے ساتھ پیو۔“

”نہیں! میرا موڈ نہیں ہے۔“

”تب جہنم میں جاؤ، میں تمہارے موڈ کی پروا نہیں کر سکتا۔“ اس نے شراب پینا شروع کر دی میں عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا تھا عین وقت پر اس کا نازل ہو جانا خاصا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا، پھر تقریباً ڈھائی گھنٹے تک مجھے ایک روح فرسا وقت گزارنا پڑا کوئی بھی جنبش، کوئی بھی لمحہ ایسا ہو سکتا تھا جو یہاں میری موجودگی کا انکشاف کرنے کا باعث بن جاتا، انسان کے ساتھ مختلف مشکلات ہوا کرتی ہیں اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ کیا تقدیر عین وقت پر دھوکہ دینا چاہتی ہے اس وقت اس بد بخت کا آجانا میرے لیے خاصا خطرناک تھا، ڈھائی گھنٹے تک وہ جین کو پریشان کرتا رہا اور پھر اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ گیا جین کہنے لگی۔

جملے ادا بھی نہیں ہوئے تھے کہ ہمیں ایک آہٹ سنائی دی اور اس کے فوراً ہی بعد دو افراد نظر آئے جو ہمارے عقب میں تھے میں نے ان دونوں کے ہاتھوں میں ٹامی گئیں دیکھی تھیں اور اس کے فوراً ہی بعد میں نے جین کو زور سے دھکا دیا تھا اور وہ نیچے گر پڑی تھی، وہ دو افراد جو مخصوص لباس میں ملبوس تھے، ہمیں دیکھ کر فوراً ہی سیدھے ہوئے اور انہوں نے ٹامی گنوں کا رخ ہماری جانب کیا، گولیوں کی ایک بوچھاڑ ہمارے اوپر سے گزر گئی تھی لیکن نیچے گرتے ہی میں نے لیٹ کر اپنی اسٹین گن کا رخ ان کی جانب کیا اور ایک برسٹ مارا ان دونوں افراد کے چہرے اور کھوپڑی کے پرچھے اڑ گئے تھے، اگر میں فائرنگ کرنے میں ایک لمبے کی بھی تاخیر کرتا تو میرا حشر ان لوگوں سے مختلف نہ ہوتا اس سے پہلے کہ وہ اپنی ٹامی گنیں نیچے جھکا کر ہم پر فائرنگ کرتے میں نے انہیں ڈھیر کر دیا تھا پھر میں نے سہارا دے کر جین کو اٹھایا اور کہا۔

”بھاگو۔“ جین نے یہ سوچے سمجھے بغیر کہ اس وقت ہمیں واپس لفٹ کے ذریعے اوپر جانا چاہیے یا آگے بڑھنا چاہیے میرا ساتھ دیا اور ہم دونوں برق رفتاری سے آگے بڑھنے لگے، لیکن میں نے یہی سب کچھ نہیں کیا تھا بلکہ اس وقت میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا، میں نے دوڑتے ہوئے ہی چھوٹے پلاسٹک بوموں کا پیکٹ کھولا تھا جو جین نے ہی مجھے فراہم کیا تھا اور اس کے بعد ایک ہاتھ میں دو بم دبالیے تھے، میں پوری طرح مستعد تھا اب جب یہ سب کچھ ہو ہی چکا تھا تو یہاں بہت کچھ ہونے کی امید ہو گئی تھی جین میرے ساتھ سرنگ میں دوڑ رہی تھی اور مجھے یہ اندازہ تھا کہ جہاں اس سرنگ کا اختتام ہوتا ہے وہاں یقیناً ہمارا واسطہ کچھ افراد سے پڑے گا، ہم اس لمبی سرنگ میں دوڑتے رہے فاصلہ طویل تر ہوتا گیا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے جین دوڑتے دوڑتے تھک رہی ہے اس کی سانس بہت بری طرح پھول رہی تھی پھر ہم یہ طویل ترین فاصلہ طے کر کے آخر اس پلیٹ فارم تک پہنچے اور یہاں ہم نے چار پانچ افراد کو ہکا بکا کھڑے ہوئے پایا، ٹرائی کار بھی یہاں موجود تھی اور رکی ہوئی تھی ان چار پانچ افراد میں گارتھک کا چہرہ بھی صاف نظر آ گیا تھا اس کی آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار تھے پھر اس نے چیخ کر پوچھا۔

”کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ آہ۔ کچھ نہیں کہا جاسکتا لیکن ہوشیار رہو، اگر یہ وقت نکل گیا تو پھر ہمیں زندگی میں کبھی دوبارہ اس کا موقع نہیں ملے گا بلکہ زندگی ہی نہیں ملے گی جو موقع ملے۔“

”اوکے۔ بے فکر رہو میں اس بات کا قائل ہوں کہ جب ہم کوئی عمل کرتے ہیں اور اس کے لیے مکمل طور پر تیار ہو جاتے ہیں تو پھر وقت ہماری راہنمائی کرتا ہے بلکہ صحیح فیصلے وقت ہی کرتا ہے اور ہم یہ سوچ سکتے ہیں کہ آنے والا وقت کیا ہوگا۔“

”ہاں ٹھیک ہے تم خوف زدہ تو نہیں ہو۔“

”نہیں ڈیر جین میں بہت مضبوط اعصاب کا مالک ہوں۔“

”تمہارے ہتھیار مکمل ہیں۔“

”ہاں۔“

”سب مشین گن نکال کر ہاتھ میں لے لو۔“

”تم بے فکر رہو، میں ہوشیار ہوں۔“

”تو پھر آؤ۔“ جین نے کہا اور اس کے بعد ہم دروازہ کھول کر باہر نکل آئے، رات کا آخری پہرست روی سے گزر رہا تھا اور چاروں طرف گہری خاموشی اور سنائے کا راج تھا ہم لوگ لفٹ کی جانب بڑھ گئے، جین میرے ساتھ لفٹ میں داخل ہوئی اور لفٹ کا بٹن دبا دیا چنانچہ لفٹ گہرائیوں میں اترنے لگی ہم نے پہلا مرحلہ طے کیا، میں خود بھی خاصے تجسس کا شکار تھا اور یہ غور کر رہا تھا کہ یہ آخری لمحات نجانے کس عالم میں گزریں غالباً چھٹی حس کام کر رہی تھی احساس ہو رہا تھا کہ کوئی گڑبڑ ہو سکتی ہے لیکن اپنے ذہن کو دوسوں کا شکار کر کے بلاوجہ حماقت نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس کو کیا کیا جاتا کہ بات وہی تھی جو میرا ذہن سوچ رہا تھا، ہم اپنا یہ سفر مکمل کر کے جب اس جگہ پہنچے جہاں ہمیں ٹرائی کار نظر آئی تھی تو جین کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں اس کے جڑے مضبوطی سے بھنچ گئے اور بھنچے ہوئے منہ سے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔

”لائن۔ کوئی۔ کوئی۔ کوئی یہاں ہے، اور ٹرائی کار سرنگ میں آگے گئی ہے۔“ ابھی یہ

ایک لمحے کے لیے ہم دم بخود رہ گئے پتھروں کے ٹکڑے ہوا میں اڑ کر ہمارے جسموں پر لگے تھے۔ آخر کار ہمارے فرار کے منصوبے کی دھجیاں اڑ گئی تھیں۔ ان لوگوں نے ہماری سمت پالی تھی۔ توقف کا صرف ایک لمحہ۔ اس سے زیادہ وقت لگ جاتا تو یہ سکوت زندگی کا قاتل ثابت ہوتا۔ چنانچہ میں فوراً ہی باعمل ہو گیا۔ اب اس میں تو کوئی شک کی بات ہی نہیں رہی تھی کہ آخر کار وہ ہم تک پہنچ گئے تھے اور ہو سکتا ہے گارتھک خود ہمارے تعاقب میں ہو۔ چنانچہ جو کچھ کرنا تھا ایک لمحے میں کر لینا تھا۔

میں نے صرف مڑ کر دیکھا اور گولیوں کی بوچھاڑ سے سمت کا اندازہ لگالیا۔ دوسرے لمحے میں ایک گرینڈ کاپن کھینچ کر فضا میں اچھالا اور چند ہی لمحوں کے بعد دھماکے ساتھ گرد کا ایک گولا فضا میں بلند ہوا اور دوسری طرف سے چلائی جانے والی اسٹین گنیں خاموش ہو گئیں۔ میں نے جین کا ہاتھ پکڑ کر ایک چٹان کی جانب زقند لگائی لیکن وہ لوگ بھی احمق نہیں تھے انہوں نے مختلف مورچے سنبھالے تھے، کیونکہ جیسے ہی ہم نے اپنی جگہ چھوڑی، گولیوں کی بوچھاڑ ہمارا تعاقب کرنے لگی لیکن جس چٹان کا میں نے انتخاب کیا تھا، وہ مجھے اور جین کو پناہ دینے میں کامیاب ہو گئی۔

جین پر نیم بے ہوشی کی کیفیت طاری تھی اگر اس کے اعصاب بھی اس کا ساتھ نہ دیتے تو مجبوراً مجھے اسے اس جگہ چھوڑنا پڑتا لیکن اعصابی طور پر وہ میری ہدایت پر عمل کر رہی

”کون ہے؟ کیا ہوا؟“ وہ یہ نہیں سمجھ پایا تھا کہ گولیوں کی جو آوازیں اسے یہاں تک سنائی دی ہیں وہ ہمارے ذریعے ہوئی ہیں جین کو دیکھ کر اس کے ذہن میں یہ خیال بھی نہیں ابھرا تھا کہ ہم ہی وہ لوگ ہو سکتے ہیں یا پھر یہ کہ جین فرار ہو رہی ہے، وہ اپنی بیوی کو دیکھ کر یہی سمجھا تھا کہ جین اپنی رہائش گاہ میں کسی حادثے کا شکار ہوئی ہے، وہ اپنی جگہ سے آگے بڑھا اور بولا۔

”کیا ہوا ہے بولتی کیوں نہیں؟“ لیکن میں نے فوراً ہی عمل کیا تھا، میں نے دونوں ہم اس پلیٹ فارم پر اچھال دیے اور خوف ناک دھماکے کے ساتھ دھوئیں کا ایک غبار پھیل گیا اس کے ساتھ ہی میں نے جین سے چیخ کر کہا۔

”جلدی سے وہ دروازہ کھولا۔“ جین بھی اس وقت حیرت انگیز ہمت کا ثبوت دے رہی تھی ہم نے دروازہ کھولا اور اس کے بعد دونوں باہر نکل آئے، سرنگ میں دوڑتے ہوئے جس کھٹن کا احساس ہوا تھا اور جو کیفیت ہماری ہو گئی تھی باہر اس میں ذرا سا فرق ہوا اور ہم نے دوڑنا شروع کر دیا، یہ اندازہ تو اب ہمیں ہو گیا تھا کہ گارتھک کو ہمارے فرار کا علم ہو گیا ہے اور یہ معلوم ہونے کے بعد کہ جین نے اس سے غداری کی ہے اب وہ اپنی تمام تر توجہ اسی جانب مبذول کر دے گا، میں نے یہ بھی اندازہ لگالیا تھا کہ وہ بڑی شد و مد کے ساتھ ان لوگوں کو تلاش کر رہا ہے جنہوں نے تین محافظوں کو ہلاک کر دیا تھا جین کے دانت بھینچے ہوئے تھے، باہر کی فضا میں آہستہ آہستہ اجالا اترتا آ رہا تھا، دروازے سے باہر نکلتے ہی ہم نے برق رفتاری سے دوڑنا شروع کر دیا تھا بہر حال یہ زندگی کے سنسنی خیز لمحات تھے اور میں اس وقت عقل و خرد سے عاری ہو گیا تھا میرے سامنے ایک ہی منزل تھی کہ جس طرح بھی بن پڑے میں ان لوگوں سے دور سے دور تر نکل جاؤں اور اس جگہ پہنچ جاؤں جہاں اس وقت فنگ اور پروفیسر لائٹ ہیلی کا پٹر کے ساتھ ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ لیکن یہ آرزو پوری نہیں ہوئی۔ عقب سے گولیوں کی تڑتڑاہٹ سنائی دی تھی۔



میں مجھے گارتھک کا جسم نظر آیا اور میں نے ایک گرنیڈ کا پٹ کھینچ کر اسے اس چٹان کی جانب اچھال دیا۔ دھماکہ ہوا لیکن نتیجہ ظاہر ہے نہیں معلوم ہو سکتا تھا۔ البتہ کچھ ہی دیر کے بعد مجھے یہ احساس ہوا کہ صورت ہال ایک دم خطرناک ہو گئی ہے بات وہی تھی کہ وہ لوگ اس علاقے کے چپے چپے سے واقف تھے اور ہماری صحیح جگہ کا اندازہ لگا کر وہ یہ فیصلہ کر سکتے تھے کہ وہ کیا طریقہ کار ہو جس کی بناء پر وہ ہمیں گھیر کر مار لیں۔

انہوں نے اس اونچی چٹان کے چاروں طرف گھیرے ڈال دیے تھے۔ مجھے تو اس وقت اندازہ ہوا جب اچانک ہی گولیوں نے ہماری جانب رخ کیا یہ انتہائی بھیاں ک صورتحال تھی۔ میں اب یہ محسوس کر رہا تھا کہ شاید میں اپنی اور جین کی حفاظت نہ کر سکوں لیکن پھر بھی جب تک سانس تب تک آس۔ میں نے اپنے پاس بچے باقی ہینڈ گرنیڈ بھی استعمال کر لیے۔ بے شک جب بم پھٹتے تھے۔ تو خاموشی چھا جاتی تھی لیکن اس کے بعد پھر وہی گولیوں کا شور، البتہ جب ان گولیوں کے شور میں ہیلی کا پٹر کی آواز ابھری تو ایک لمحے کے لیے میرے دل میں ایک موہوم سا خیال آیا کہ ہو سکتا ہے فنگ اس موقع پر ذہانت سے کام لے جائے۔ ظاہر ہے اتنا بڑا جزیرہ بھی نہیں تھا کہ فنگ کو گولیوں کی آوازیں نہ سنائی دیتیں اور یہ اندازہ لگانے میں بھی اسے دقت نہیں ہوگی کہ اس وقت ہم ہی گارتھک کے عتاب کا شکار بنے ہوئے ہیں اور اس نے یہ فیصلہ کرنے کے بعد ہیلی کا پٹر اڑا دیا ہو۔ اندازہ بالکل درست نکلا۔ فنگ بلندی پر تھا۔ گو ہم ابھی اس ہیلی کا پٹر کو نہیں دیکھ پائے تھے بلکہ صرف اس کی آواز ہی سنی تھی لیکن پھر بلندیوں سے جو گولیوں کی ٹرٹراہٹ ابھری۔ وہ ہمارے علم میں بخوبی آگئی اور بلندیوں سے فنگ نشانے بھی صحیح لے رہا تھا اور غالباً پروفیسر لاث بھی اس کی مدد کر رہا تھا یا پھر ممکن ہے پروفیسر لاث ہی یہ کارروائی کر رہا ہو اور فنگ احتیاط کے ساتھ ہیلی کا پٹر سنبھالے ہوئے ہو اس صورت حال سے خاطر خواہ فائدہ ہوا تھا اور نیچے سے چلنے والی گولیاں بالکل بند ہو گئی تھیں۔ غالباً انہیں یہ احساس ہو گیا کہ پوزیشن اگر بہتر نہ بنائی تو ہیلی کا پٹر سے چلنے والی گولیوں کا ضرور شکار ہو جائیں گے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ انہیں یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ اوپر سے گولیاں چلانے والا کون ہے۔ ہمیں

تھی۔ اس کی آنکھیں نیم وا تھیں اور چہرہ ہر طرح کے جذبات سے عاری ہو گیا تھا۔ اس نئی جگہ پناہ لینے میں کامیاب ہونے کے بعد میں نے ایک بار پھر ایک گرنیڈ اچھالا اور نئی جگہ کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ اب یہی ایک طریقہ کار اختیار کیا جاسکتا تھا لیکن دوسری جانب بھی ایک ذہانت آمیز کارروائی ہو رہی تھی۔ کیونکہ فوراً ہی اس چٹان کے ٹکڑے اڑ گئے جس کے پیچھے ہم نے پناہ لیے ہوئے تھے اگر ہم آگے نہ آگئے ہوتے تو یقینی طور پر اس گرنیڈ کا شکار ہو گئے ہوتے لیکن میں پھرتی سے جگہیں تبدیل کر رہا تھا۔ میرا چورا بدن پسینے سے تر ہوتا ہوا تھا۔ مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ لوگ بھی اس پامردی کے ساتھ ہمارا مقابلہ کریں گے اور پھر ظاہر ہے یہ ان کا اپنا علاقہ تھا، وہ اس علاقے کے چپے چپے سے واقف تھے اور چھلاوے کی طرح وہ بھی ہماری مانند جگہیں تبدیل کر رہے تھے۔

بہر حال ان ساری باتوں کے باوجود، میں پوری ذہانت کے ساتھ اپنے منصوبے کے تحت آگے بڑھ رہا تھا اور مجھے بعض جگہ احتیاط بالائے طاق رکھنا پڑ رہی تھی۔ سنسناتی ہوئی گولیاں سروں پر سے گزر رہی تھیں اور اکثر بالوں تک کو چھوتی ہوئی گزر جاتی تھیں۔ ایک اور بم میرے اتنے فاصلے پر پھٹا کہ اگر چند گز کا فرق نہ ہو جاتا تو ہم دونوں کے پرچے اڑ گئے ہوتے۔

اب ہم اندھا دھند دوڑ رہے تھے، تھوڑے فاصلے پر ایک چڑھائی آئی تو میں نے جین کو مضبوطی سے سنبھال لیا لیکن مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ وہ اس طرح میرا ساتھ دے رہی تھی جیسے پورے ہوش و حواس میں ہو۔ مجھے احساس ہوا کہ ہم سطح چٹان تک پہنچ چکے ہیں۔ گردوغبار کے طوفان نے بھی ہماری بہت مدد کی تھی اور چند لمحوں کے لیے گولیوں کی بوچھاڑ کا رخ تبدیل ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اس چٹان پر میں جین کو نیچے لٹا کر اس کے ساتھ نیچے لیٹ گیا اور ایک لمحے کے توقف سے مجھے یہ احساس ہوا کہ دوسری جانب سے تعاقب کرنے والے ہماری صحیح جگہ کا اندازہ نہیں لگا پائے، جس جگہ میں موجود تھا وہ یوں لگ رہی تھی جیسے کسی مکان کی چھت ہو اور پھر چند لمحات کے بعد گردوغبار چھٹا تو میں نے ان لوگوں کو دیکھا اب وہ شاید ہمیں نگاہوں سے اوجھل کر چکے تھے۔ اس نیچی چٹان کی اوٹ

موقع مل گیا اور یہ اندازہ لگانے میں بھی کوئی دقت نہیں ہوئی کہ ہیلی کا پٹر فنگ ہی چلا رہا ہے۔ ورنہ کسی اور کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ ہماری مدد کرتا۔ میں نے جین کا ہاتھ پکڑا اور ایک بار پھر اسی سمت دوڑنے لگا، چونکہ میں جانتا تھا کہ جس جگہ ہم موجود ہیں وہاں سے ہیلی کا پٹر پر پہنچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ غالباً فنگ بھی یہی چاہتا تھا کہ ہم کسی اور جگہ آجائیں اور جب ہم ایسی جگہ پہنچے تو اچانک ہی اس نے ہیلی کا پٹر کو نیچے جھکایا اور برق رفتاری سے اسے زمین تک لے آیا۔ میں نے فنگ اور پروفیسر لاٹ کو دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ جین کا ہاتھ پکڑ کر میں اس جانب دوڑا اور برق رفتاری سے جھکا ہوا، ہیلی کا پٹر کے پکھے سے چلتا ہوا ہیلی کا پٹر تک پہنچ گیا پھر جس طرح ہم ہیلی کا پٹر میں داخل ہوئے تھے وہ بھی ایک سنگین اور خطرناک صورت حال تھی۔ ہیلی کا پٹر کی مشین اشارت تھی اور ہم جانوروں کی طرح اس میں گھسے تھے۔ ہم اندر پہنچے تو فنگ نے فوراً ہی دروازہ بند کر کے ہیلی کا پٹر کو بلند کر دیا۔ دوسری جانب سے ہم دوڑنے والوں کی آوازیں سن رہے تھے پھر ہیلی کا پٹر پر فائرنگ بھی کی گئی لیکن فنگ نے انتہائی ماہر پالٹ ہونے کا ثبوت دیا اور اس فائرنگ سے صاف بچ گیا پھر اس کے بعد وہ سمندر کی جانب رخ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور ہیلی کا پٹر کی رفتار اس نے انتہائی تیز کر دی تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بات صرف زمینی ہی نہیں ہے۔ سمندر میں ایسی لانیخیں موجود تھیں جو گارتھک کی ملکیت تھیں اور اگر انہیں کانوں کان بھی یہ خبر ہو جائے کہ فرار ہونے والا ہیلی کا پٹر گارتھک کے دشمنوں کا ہے تو پھر واقعی ہیلی کا پٹر کو سمندر میں ہی ڈوبنا پڑتا۔ فنگ نے اس خیال کے تحت تیز رفتاری کا ریکارڈ قائم کر دیا تھا اور جب ہم ان کی ریخ سے نکل آئے تو فنگ نے احتیاط کے پیش نگاہ رفتار سست کر دی اور جب رفتار سست ہو گئی تو میرے دل میں مسرت کا ایک طوفان اٹھا۔ جین اور فنگ سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن پروفیسر لاٹ میرے نزدیک موجود تھا۔ یعنی وہ جس کی خواہش گولڈ ہارس نے کی تھی اور میں گولڈن ہارس کا ایک کارکن اپنا کام بخیر و خوبی سرانجام دے کر گولڈن ہارس کی مطلوبہ شخصیت کو لے کر واپس جا رہا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ فنگ میرا بہترین معاون رہا تھا اور اس کی مدد اگر اس طرح شامل حال نہ ہوتی تو مجھے شاید ابھی

اس کام کی تکمیل میں طویل دقت لگ جاتا اس کے علاوہ اس نے بروقت اس جگہ پہنچ کر میری مدد کی تھی اور وہ بھی اس وقت جب میں چاروں طرف سے گھیر گیا تھا۔ چنانچہ میں سمجھتا تھا کہ اس سلسلے میں فنگ کا مکمل تعاون مجھے حاصل رہا اور اس کی مدد سے میں نے کامیابیوں کی اس منزل کو چھوا۔

بہر حال میں یہ تمام باتیں سوچتا رہا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میری نگاہیں فضا اور سمندر پر بھی تھیں کہ کہیں گارتھک کی جانب سے کوئی موثر کارروائی نہ ہو جائے لیکن کچھ لمحوں کے لیے یہ اندازہ ہوا تھا کہ وہ آخری عمل جو میں نے ہم پھینک کر کیا تھا غالباً گارتھک کی زندگی کے اختتام کا باعث بن گیا تھا اور ظاہر ہے نئے احکامات اگر نہ ملیں تو اس کے کارکن اس قدر اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر سکتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ہمیں اپنی منزل تک پہنچنے میں کوئی نمایاں دقت پیش نہیں آئی اور چونکہ فنگ اپنے علاقے کا ماسٹر تھا اس لیے اس نے غالباً اس پرواز کے دوران ہی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ہیلی کا پٹر کہاں اتارا جاسکتا ہے اور وہاں سے ہمیں کیا سہولتیں حاصل ہو سکتی ہیں سو اس نے ایسی ہی ایک جگہ منتخب کر کے ہیلی کا پٹر اتارا تھا اور اس کے بعد مجھے، جین اور لاٹ کو لے کر وہاں سے چل پڑا تھا پھر بہت دور پہنچنے کے بعد ہمیں شہری آبادی نظر آئی تھی اور یہاں سے ایک ٹیکسی حاصل ہو گئی تھی۔

فنگ کا رخ اپنے گھر کی جانب ہی تھا حالانکہ اس کے اہل خاندان اس کے بارے میں مشکوک رہتے تھے لیکن غالباً اس موقع پر وہ اس کی پروا نہیں کرتا تھا۔

چنانچہ میرے علاوہ دو نئے لیکن معزز مہمانوں کو لے کر وہ اپنے گھر ہی میں داخل ہوا تھا۔ بہر حال اہل خاندان کا کفیل تھا وہ لوگ اس کے لیے فکر مند تو بے شک رہتے تھے البتہ اس سے منحرف نہیں ہو سکتے تھے۔

جین کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا پروفیسر لاٹ کے بارے میں اندازہ نہیں ہو پاتا تھا کہ اس کا اپنا انداز فکر کیا ہے لیکن بہر حال اس نے یہاں تک آنے میں پورا پورا تعاون کیا تھا۔ ہمیں حیرت تو اس وقت ہوئی جب ہمیں یہاں آئے ہوئے چند ہی گھنٹے گزرے تھے

جو لوگ اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کر دیں کہ وہ اپنے شعبے کے انچارج کی توجہ کے مستحق ہیں تو ان کے پاس آنا جانا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ تم دونوں نے جس کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے وہ یہ نہ سمجھنا کہ رائیگاں گئی بلکہ زیڈ اے ڈیپارٹمنٹ میں تمہاری کارکردگی کمپیوٹرائزڈ ہو گئی ہے اور تمہارے سروں کے لیے تاج تیار ہونے لگے ہیں۔“

”یہ بڑی عزت افزائی ہے مسٹر آرنس ویلی۔ اب تک ہم جو کچھ کر کے آئے ہیں اور اس میں جتنا وقت صرف ہوا ہے اس کو نظر میں رکھتے ہوئے ہم یہی سوچ رہے تھے کہ اس کام میں ہمیں شدید محنت کرنا پڑی ہے اور ہمارے سرپرست یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہم نے کس طرح زندگی موت کی بازی لگا کر پروفیسر لائٹ کو حاصل کیا ہے لیکن آپ کی پہلی آمد نے یوں سمجھ لیجیے ہمارے جسم کی ساری تھکن نچوڑی۔“ فنگ نے خوشامد بھرے انداز میں کہا جب کہ میں خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ آرنس ویلی نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

”اور یہ ہمارا ہیرو۔ یہ جس نے یہ مقام اتنے مختصر سے وقت میں طے کیا ہے جسے طے کرتے ہوئے دوسروں کو نہ جانے کتنی عمر لگ جاتی ہے۔ خاموش بیٹھا ہوا ہے۔ غالباً اسے احساس ہے کہ ہم اس کی اصلیت اور اہمیت سے واقف ہیں۔“

”تھینک یو مسٹر ویلی۔ اس کے علاوہ میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔“ میں نے جواب دیا۔

”اور شاید تم نے ابھی تک یہ نہیں پوچھا مجھ سے کہ مجھے تمہاری کامیابی کی اطلاع کیسے ملی؟“

”اب یہ پوچھنا بے کار ہے۔ جب مسٹر آرنس ویلی اس طرح اچانک یہاں تک پہنچ سکتے ہیں، تو کیا ہم اس بات کی توقع نہیں رکھ سکتے کہ مسٹر ویلی کو تمام معلومات حاصل رہی ہیں اور وہ ہماری کارکردگی پر گہری نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔“

”یہ حقیقت ہے، گولڈ ہارس ڈیپارٹمنٹ کے اغراض و مقاصد اور اس کی کارکردگی کا اندازہ تمہیں ہو چکا ہے، ہم دنیا کو فتح کرنے کے خواب نہیں دیکھتے، نہ ہی ہماری تنظیم دنیا

کہ کوئی ہم سے ملنے کے لیے آیا اس کی آمد کے بارے میں ہمیں اطلاع دی گئی تھی۔ فنگ چونکا سا ہو گیا۔ ایسا کون سا شخص ہو سکتا ہے جو اس طرح اچانک ہی نمودار ہوا ہو۔ اس نے پوری احتیاط کے ساتھ آنے والے کو دیکھا اور ششدر رہ گیا پھر پھر وہ دوڑتا ہوا میرے پاس آیا اور بولا۔

”جاننے ہو کون ہے؟“

”کون۔“

”بہت بڑی شخصیت، اتنی بڑی شخصیت کہ تم یا میں سوچ بھی نہیں سکتے۔“

”پہلیاں بھجوا رہے ہو جبکہ ایک شخص باہر موجود ہے۔“

”اس کا نام آرنس ویلی ہے۔“ اور یہ نام سن کر میں بھی دنگ رہ گیا تھا۔ ہمارے ڈیپارٹمنٹ کا انچارج تھا اور زیڈ اے کے شعبے سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ اس طرح یہاں پہنچ جائے گا ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا لیکن بہر حال جین اور لائٹ کو کسی ایسی شخصیت سے بالکل آگاہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔

آرنس ویلی تنہا تھا اور اس کے چہرے پر اس قسم کے آثار نظر آرہے تھے جیسے وہ یہ سوچ رہا ہو کہ ہم دونوں کا یہاں موجود ہونا اور اس کا یہاں آنا قطعی حیرت کی بات نہیں ہے۔ بڑے پر جوش انداز میں اس نے مجھ سے اور فنگ سے مصافحہ کیا تھا پھر اس نے کہا۔

”تم لوگوں کے چہرے جس طرح حیرت کی تصویر بنے ہوئے ہیں، مجھے اس کا اندازہ ہے لیکن دوستو مجھے جس ڈیپارٹمنٹ کی سربراہی سونپی گئی ہے وہ بہت نیک نام ہے اور میرے اپنے سرپرستوں کا خیال ہے کہ میں ایک موقع شناس اور اعلیٰ کارکردگی کا حامل انسان ہوں۔“

”آپ اس طرح یہاں آجائیں گے مسٹر آرنس ویلی، میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اور اس طرح غریب خانے کو ایک اتنی بڑی شخصیت کے قدموں کی برکت ملے گی میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔“

”اصل میں معمولی نوعیت کے لوگوں کے ہاں جانا واقعی ذرا کسر شان ہوتا ہے لیکن

بھر میں اپنا اثر و رسوخ قائم کر کے دنیا میں اپنا اقتدار قائم کرنا چاہتی ہے لیکن جب ہمارے کلائٹ ہمیں کوئی کام دیتے ہیں تو انہیں اس قدر اطمینان ہوتا ہے اس کام پر کہ جو رقم اس کے عوض وہ ادا کرتے ہیں اس کے ضائع ہونے کا انہیں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے میرا کہ ہم اسی طرح آنکھیں کھلی رکھتے ہیں اور یہ بات بہر حال میرے علم میں آگئی تھی کہ تم لوگ کامیابی سے اپنی منزل کی جانب بڑھ رہے ہو اور یہ معمولی بات نہیں ہے کہ ہم نے جس لائن پر مکمل طور پر انحصار کیا یعنی ہم نے صرف یہ سوچا کہ مسٹر لاث یعنی پروفیسر لاث، ہیگلون یا گارنٹ کے قبضے میں ہیں، بہر حال اگر کسی عام آدمی کو اس راہ پر لگایا جاتا تو وہ ہیگلون اور گارنٹ کے درمیان ہی چکر لگا رہا ہوتا۔ جبکہ تم نے یہ حقیقت معلوم کی کہ اصل میں وہ شیطان یعنی گارتھک، مسٹر لاث کا مالک ہے اور مسٹر لاث سے وہ سب کچھ کرا رہا ہے جو بہر حال ایک سنگین نوعیت کا حامل ہے۔ تو یہ صرف تمہاری اپنی اعلیٰ کارکردگی ہے اور یہ معلوم کر کے میں بھی حیران رہ گیا کہ گارتھک نے کتنے خوب صورت منصوبے کے تحت گارنٹ اور ہیگلون کو بے وقوف بنا کر اپنا الو سیدھا کیا ہے اور وہ دونوں آپس میں مستقل طور پر لڑ رہے ہیں اور اپنے آدمی ضائع کر رہے ہیں۔ خیر اس کارکردگی کو گولڈن ہارس میں نمایاں نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور اس کی عزت کی جاتی ہے۔

”ہمارے ساتھ ایک اور کردار بھی ہے مسٹر ویلی جس نے ہماری مدد کی ہے۔“

”وہ کون ہے؟“

”اس کے بارے میں آپ کو میں بتاؤں گا۔“

”ہاں اس وقت تمہارے لیے سب سے اہم کام یہی ہے کہ مجھے تمام تفصیلات بتاؤ، چونکہ بہر طور گارتھک کے بارے میں یہ اندازہ مجھے ابھی تک نہیں ہے کہ اس کا کیا بنا، یا وہ کس طرح تمہارے پیچھے یہاں تک آئے گا۔ میرے آدمی مجھے اس کے بارے میں تفصیل نہیں بتا سکے۔ سوائے اس کے کہ تم گارتھک کے جزیرے پر مصروف عمل ہو۔ یہ تمام باتیں مجھے بہر حال یہاں آ کر تحقیقات کرنے سے معلوم ہوگئی تھیں۔ خیر چھوڑو تو مسئلہ یہ ہے کہ وہ کون شخصیت ہے؟“

”اس کا نام جین ہے۔“

”تفصیل۔“ ویلی نے کہا اور میں نے جین کے بارے میں تفصیل بتادی۔ ویلی کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا پھر اس نے کہا۔

”گویا جین یہ چاہتی ہے کہ اب اسے کسی بھی مقام پر چھوڑ دیا جائے۔“

”ہاں۔ وہ صرف گارتھک سے آزادی چاہتی تھی۔“

”اس کی ذمہ داری میں فنگ کو سونپنا ہوں، میں پروفیسر لاث کو لے کر چلا جاؤں گا اور تمہارے لیے یہ ہدایت ہے مائی ڈیئر مسٹر لائن ہارٹ کہ تمہیں فوری طور پر جاپان روانہ ہونا ہے اس کے لیے بندوبست کر دیا گیا ہے اور اس کی تکلیف مسٹر فنگ کو نہیں دی جائے گی۔“

”مجھے جاپان جانا ہے۔“

”ہاں۔“

”وہ کس لیے؟“

”جاپان میں ہمارا بہت بڑا ڈیپارٹمنٹ ہے بلکہ یوں سمجھ لو کہ جاپان ایک ایسا ملک ہے جہاں ہمارے بہت بڑے کارکن رہتے ہیں۔ تم بالکل بے فکر رہو۔ ائرپورٹ سے اترنے کے بعد تمہیں مکمل طور پر تمام تفصیلات بتادی جائیں گی اور تم غیر مستحکم نہیں رہو گے۔ میرا مطلب ہے کہ تمہیں وہاں مکمل طور پر استحکام ملے گا اور اس کے بعد وہاں کچھ آرام کرو گے پھر یہ الگ بات ہے کہ وہیں سے تمہیں کوئی نیا کام سونپا جائے گا لیکن بہر حال اس کام کی تکمیل کے بعد تمہیں طویل چھٹی ملی ہے۔“

”میرے جاپان جانے کا کیا بندوبست ہے؟“

”ویری گڈ میں بھی ایسے ہی لوگوں کو پسند کرتا ہوں، جو لحوں میں فیصلے چاہتے ہیں۔ اصل میں لحوں میں فیصلے کرنے والے ہی اعلیٰ کارکردگی کے حامل ہوتے ہیں جاپان جانے کے لیے تمہیں میرے ساتھ ایک مخصوص جگہ تک چلنا پڑے گا اور ہمارے ساتھ پروفیسر لاث بھی ہوگا، جبکہ جین نامی عورت کو فنگ سنبھالے گا اسے اس کی مطلوبہ جگہ تک پہنچا دے

”اصل میں، میں خود بھی بہت چھوٹے سے عہدے سے ترقی حاصل کر کے یہاں تک پہنچا ہوں، ڈیئر لائن ہارٹ اور مجھے اپنا وہ وقت یاد ہے جب میں نے شدید محنت کر کے ادارے کی نگاہوں میں اپنا ایک مقام بنایا تھا۔ ایسے ہر شخص سے مجھے دلی محبت اور عقیدت ہے جو اپنے کام میں اس قدر مہارت اور ذمے داری کا ثبوت دیتے ہیں کہ دوسروں لوگ انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ تم نے مجھے ایک بار پھر میری پرانی تصویر دکھا دی ہے۔ ذاتی طور پر میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں۔ اصل میں جیسا کہ تمہارے علم میں ہے کہ ہم لوگوں کو اپنے ہر کارکن کی کارکردگی کی رپورٹ پیش کرنا ہوتی ہے اور ادارہ نہایت منصفانہ طور پر یہ فیصلے کرتا ہے کہ کون کس شخصیت کا مالک ہے اور اسے کون سا کراؤن ملنا چاہیے۔ تو بہر حال جہاں تک میرا اندازہ ہے ادارہ تمہارے لیے یقینی طور پر کئی عہدے عبور کر کے کراؤن منظور کرے گا۔ میری طرف سے اپنے عہدے کے بڑھ جانے کی دلی مبارکباد قبول کرو۔“

”حقیقت یہ ہے کہ مسٹر ویلی کہ میں خود اس ادارے کے افکار و خیالات پر حیران ہوں کیونکہ عموماً کارکردگی کا انعام وہ نہیں ملتا، جو ملنا چاہیے۔ یہ ادارہ اگر اس طرح انعامات سے نوازتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ترقی اور کامیابی انتہا کو پہنچ جائے گی۔“

”ایسا ہی ہے۔ اصل میں ظاہر بات ہے ہم حکومتوں کے مجرم ہیں اور بہت سے لوگوں کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح چبھتے ہوں گے لیکن ہماری بقاء کا راز اسی میں ہے کہ ہم اپنا ایک ایک لمحہ محنت اور دیانت کے ساتھ بسر کریں اور اپنے کارکنوں کو ہر وہ مقام دیں جس کے وہ اہل ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ ہمارے کارکن بڑی دلجمعی کے ساتھ اپنے کام سرانجام دیتے ہیں اس میں ہماری ترقی اور بقاء چھپی ہوئی ہے یہاں نہ کوئی کاروباری رقابت ہے اور نہ ہی ایک دوسرے کو دبانے کا کوئی تصور۔ کیونکہ جس ڈیپارٹمنٹ کی کارکردگی اعلیٰ ہوتی ہے اسے اس کی کارکردگی کے مطابق نوازا جاتا ہے۔ بہر حال میں ایک بار پھر تمہیں دلی مبارکباد دیتا ہوں۔“

بعد کے معاملات میں میرا کوئی دخل نہیں تھا۔ فنگ نے مسٹر ویلی کی ہدایت کے

گامسٹر فنگ آپ کو اس بارے میں کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟“

”آپ اعتراض کی بات کرتے ہیں۔ میرا دل تو خوشی سے پھولانٹیں سارہا کہ آج میں اپنے انچارج کی زبانی اپنے لیے احکامات سن رہا ہوں۔“

”اس محبت کا شکریہ، تو پھر یہ بتاؤ کہ اب کیا پروگرام ہے؟“

”سر! اگر آپ پسند کریں جب آپ نے اس غریب خانے کو رونق بخش ہی دی ہے تو۔“

”نہیں مائی ڈیئر فنگ یہ اصل میں ہمارے اصولوں کے خلاف ہے۔ ورنہ میں آپ کی میزبانی ضرور قبول کرتا۔ اب یوں کیجیے کہ پروفیسر لاث کو آپ یقینی طور پر پوری طرح انٹرٹین کیجیے، میرا مطلب ہے آپ کو پروفیسر لاث کو ایک ایسی چیز دینا ہوگی، جس سے وہ عارضی طور پر ہوش و حواس کھو بیٹھے، ہم اسے ہوش و حواس کے عالم میں کہیں نہیں لے جانا چاہتے، ملکہ اب ابا۔ طویل عرصے تک اسے عالم بے ہوشی میں رہنا ہوگا اور اس کے بعد جب وہ ہوش میں آئے گا تو ہم اسے اپنے اغراض و مقاصد بتائیں گے اور یقینی طور پر یہ اغراض و مقاصد اس کے لیے پسندیدہ ہوں گے۔ کیونکہ اب تک وہ جن ہاتھوں میں کھیلتا رہا ہے۔ وہ الگ نوعیت کے حامل تھے اور اب اسے جو مقام حاصل ہوگا وہ ایک ایسا مقام ہوگا جسے وہ خلوص دل سے پسند کرے گا اپنی ان تمام چاہتوں کے ساتھ جو اس کے دل میں موجود ہیں۔“

”تو پھر میں احکامات کی تعمیل کرتا ہوں۔“

”یہ لو۔ یہ ایک شیشی ہے، جس طرح بھی بن پڑے اس کے چند ڈراپس اس کے معدے تک پہنچا دو بس تمہارا کام اتنا سا ہے۔“ ویلی نے جیب سے ایک سفید رنگ کی چھوٹی سی شیشی نکال کر فنگ کو دیتے ہوئے کہا اور فنگ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس کے جانے کے بعد ویلی میری جانب متوجہ ہو گیا تھا۔

اس کے چہرے پر پسندیدگی کے تاثرات تھے اور آنکھوں میں تحسین کی چمک نظر آرہی تھی۔

”کون سی خراب عادت؟“

”یا تو کسی کا تعارف نہیں حاصل کرتی اور اگر کہیں کسی سے تعارف شروع ہو جائے تو

اس کے بارے میں سب کچھ جان لیتی ہوں۔“

”یہ ایک دلچسپ عادت ہے۔“ میں نے کھوئے کھوئے سے لہجے میں کہا۔ اصل میں اس نے مجھے دو ملکوں کے ناموں سے شناخت کرنے کی کوشش کی تھی پہلے انڈین کہا تھا اور پھر پاکستانی اور نہ جانے کیوں یہ بات میرے ذہن کو چھ کر رہ گئی تھی اس نے یہی دو ملک کیوں تصور کیے میرے نام کے ساتھ بہر حال میں چند لمحات خاموش رہا، وہ بولی۔

”میں گوبے میں رہتی ہوں لیکن میرا قیام زیادہ تر ٹوکیو میں ہوتا ہے، آپ ٹوکیو جا رہے ہیں مسٹر لائن ہارٹ؟“

”ہاں۔“

”کیوں؟“

”بس سیاحت کی غرض سے۔“

”اوہ۔ ٹورسٹ، جاپان بہت خوبصورت ہے، اتنا خوبصورت کہ بس روئے زمین پر اس سے خوبصورت ملک اور کوئی نہیں ہوگا۔“ میں نے ایک بار پھر مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔

”کون کون سے ملک دیکھے ہیں تم نے دنیا کے؟“

”زیادہ نہیں بہت کم دیکھے ہیں مگر جاپان سب سے خوبصورت لگا۔“

”اس لیے کہ تمہارا خیر وہاں کی مٹی سے اٹھا ہے؟“

”ہاں۔ واقعی اسی لیے اور شاید میں ہمیشہ جاپان کو پسند کرتی رہوں گی۔“

”کیا کرتی ہو؟“

”اسٹوڈنٹ ہوں۔“

”گڈ۔ ایک سولہ پوچھوں؟“ میں نے کہا اور وہ کھکھلا کر ہنس پڑی۔

”میرے بارے میں نہ جانتے ہوئے، تم نے مجھے انڈین یا پاکستانی کہا، کیوں؟“

مطابق تمام کام سرانجام دے دیے۔ مسٹر ویلی نے میرے لیے انتظامات کیے اور آخر کار میں جاپان چل پڑا۔ جبکہ مسٹر ویلی مجھے تمام تر ہدایات دینے کے بعد پروفیسر لاث کو لے کر وہاں سے رخصت ہو گئے تھے جہاں تک معاملہ جین کار ہاؤس فنگ کی ذمہ داری بنادی گئی تھی۔

جاپان کی جانب طیارے میں سفر کرتے ہوئے میں اپنے اس نئے ٹھکانے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جہاں میں اب ایک نہایت مستحکم حیثیت سے جا رہا تھا۔ طیارے میں میرے قریب ایک خوبصورت سی جاپانی نژاد لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ بالکل جاپانی گڑیا لگ رہی تھی۔ میں نے اسے ایک نگاہ دیکھا تو وہ مسکرا دی۔

”ہیلو۔“ میں نے اس مسکراہٹ کے جواب میں کہا اور اس کا سر کئی بار جھکا۔

”مس.....؟“ میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

”پاشا، ساکی۔“

”انگلش بول سکتی ہیں؟“

”ہاں۔ بول سکتی ہوں۔“ وہ مسکرا کر بولی۔

”میرا نام لائن ہارٹ ہے۔“

”کرہچین“ اس نے سوال کیا۔

”ہاں نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”کیا مطلب؟“

”مطلب بھی نہیں بتا سکوں گا۔“

”انڈین؟“

”نہیں۔“

”پاکستانی؟“

”اس بار نہ جانے میرے منہ سے کیوں نہیں نہ نکل سکا تھا۔“

”سوری۔ میرے اندر یہ خراب عادت ہے۔“ اس نے معذرتی لہجے میں کہا۔

”بس بہت عرصے سے یہ جگہ میرے پروگرام میں تھی۔“
 ”کیسا لگا لاپس؟“

”اچھا ہے۔ ظاہر ہے افریقہ کے مخصوص خطے کی نمائندگی کرتا ہے اور افریقی روایات اپنی جگہ ایک الگ اہمیت کی حامل ہیں۔“

”حالانکہ آپ کے چہرے کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں ہوتا مس یا شا کہ آپ کی نگاہیں اتنی دور تک دیکھ سکتی ہوں، آپ اپنی صورت سے ایک معصوم سی گڑیا معلوم ہوتی ہیں۔ جس نے دنیا کو بہت کم دیکھا ہے۔“

”اس میں میرا قصور نہیں ہے لیکن بہر حال میرا وقت اسی میں گزرتا ہے۔ میں دنیا کو جان لینا چاہتی ہوں، میری خواہش ہے میرا دل چاہتا ہے کہ دنیا کے ہر خطے کے لوگوں سے ملوں، ان سے پوچھوں کہ انہیں یہ دنیا کیسی لگتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ آپ سے مل کر بھی مجھے واقعی بہت خوشی ہوئی کیونکہ کم از کم سلیقے سے گفتگو کرنے کا فن جانتے ہیں آپ۔“

”کمال ہے آپ تو مجھے اپنے آپ سے روشناس کر رہی ہیں، تو آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ کے خیال میں، میں کہاں کا باشندہ ہو سکتا ہوں؟“

”میں انہی الفاظ پر اڑا ہوا تھا بھلا وہ بیچاری کیا بتاتی ہنس کر خاموش ہو گئی پھر کہنے لگی۔
 ”اور اگر آپ خود ہی یہ بتا دیں۔“

”تو۔“ میں نے کھوئے کھوئے سے لہجے میں کہا اور اس کے بعد ایک گزرتی ہوئی ایڑہوسٹس کو روک کر اس سے پانی طلب کر لیا۔ وہ سوالیہ انداز میں مجھے دیکھتی رہی لیکن میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ یہی تو بد قسمتی تھی کہ میں نہیں بتا سکتا تھا کہ میں کہاں کا انسان تھا۔ مجھے تو خود اپنی تلاش تھی لیکن ظاہر ہے سڑکوں پر یا کسی ایسی جگہ میں ہر ایک سے یہ نہیں پوچھ سکتا تھا کہ خدا کے واسطے بتا دے کہ میں کون ہوں۔ بہر حال یا شا ایک ایسی لڑکی تھی جسے ہم سفر کی حیثیت سے پسند کیا جاسکتا تھا۔ جاپان کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی اور جب دوسری جنگ عظیم کا ذکر آیا تو وہ ایک دم جذباتی ہو گئی اس نے دردناک لہجے میں کہا۔
 ”امریکیوں نے ہمارے دو شہر تباہ کر دیے، میں جرمن کا ز کے بارے میں کچھ نہیں

”میری تھوڑی سی آبروریشن ہے۔ میں مختلف ممالک کے لوگوں سے ملتی ہوں ان کی تصاویر جمع کرتی ہوں مجھے فیس ریڈنگ کا بھی شوق ہے ان کے چہروں سے میں ان کی قومیت اور ان کی شخصیت کا اندازہ لگاتی ہوں۔“

”میں یہ پوچھ رہا ہوں تم نے مجھے انڈین اور پاکستانی ہی کیوں کہا؟“
 ”تمہارے نقوش۔ اصل میں ان دونوں ملکوں کے لوگوں کے چہروں پر جو ملاحظہ ہوتی ہے وہ دنیا میں کسی اور ملک کے لوگوں کے چہروں پر نہیں پائی جاتی، میں تمہیں افغان یا ایرانی بھی کہہ سکتی تھی وہ خوبصورت لوگ ہوتے ہیں لیکن ان کے چہروں پر ایک کرتنگی اور کھردرا پن ہوتا ہے جو ان کی الگ شناخت ہے جبکہ پاکستانی اور انڈین لوگ اپنے چہروں سے نرم خواور طبع نظر آتے ہیں۔“

”زبردست ریسرچ ہے تمہاری، تمہارے خیال میں، میں پاکستانی ہو سکتا ہوں، یا انڈین؟“

”مسٹر لائن ہارٹ آپ کے نام نے مجھے الجھن میں مبتلا کر دیا ہے۔ اگر آپ کا نام اکبر یا ست پرکاش ہوتا تو زیادہ آسانی ہوتی مجھے، ہو سکتا ہے آپ دیسی عیسائی ہوں اسی لیے میں نے آپ کے مذہب کے بارے میں پوچھا تھا۔“

”آپ بہت دلچسپ ہیں مس یا شا؟“
 ”تھینک یو سر تھینک یو دیری میچ۔“

”آپ نے بتایا تھا کہ آپ گوبے میں رہتی ہیں لیکن ٹوکیو میں آپ کا قیام ہے۔“
 ”میں نے کہا تھا میں وہاں پڑھتی ہوں میرے ڈیڈی نے وہاں میرے لیے ایک شاندار مکان تیار کیا ہے اور وہ خود بھی میرے ساتھ وہیں رہتے ہیں۔“

”اس وقت آپ کہاں گئی تھیں؟“
 ”سال میں دو ماہ کی چھٹیاں میں دنیا کے کسی بھی ملک میں گزرتی ہوں اس بار لاپس میں میرا قیام تھا۔“

”لاپس ہی کیوں؟“

”کیا تمہارے ڈیڈی، کیا نام بتایا تھا تم نے ان کا؟“

”ان کا نام جانے دو بس مجھ ہی سے کام چلاؤ۔“ اس نے معنی خیز لہجے میں کہا اور میں ہنسنے لگا۔

”میرا مطلب ہے تمہارے اہل خاندان بھی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں۔“

”ہاں۔ ہم اس بات سے اختلاف کرتے ہیں کہ اینٹی اسلحہ کا پھیلاؤ وسیع ہو۔“

مگر امریکہ کا بھی تو یہی مقصد ہے۔ میں نے کہا اور وہ تلخی سے مسکرا دی پھر اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

”میرے خیال میں اب یہ موضوع ختم کر دو۔“

”کیوں اچانک تمہارے انداز میں یہ تبدیلی کیسے پیدا ہو گئی؟“

”تمہارے ان الفاظ سے۔“

”کیا مطلب؟“

”امریکہ جو چاہتا ہے یا اس کا جو انداز ہے کاش تم اسے سمجھ سکتے تو یہ الفاظ نہ کہتے۔“

”خیر بین الاقوامی سیاست پر میری نگاہ گہری نہیں ہے۔ اس لیے میں اس بارے

میں کچھ نہیں کہہ سکوں گا۔“

”مجھے خود بھی احساس ہے مگر تم نے سوال ایسا ہی کر دیا تھا جس کے جواب میں مجھے

یہ تلخ لہجہ اختیار کرنا پڑا، معذرت چاہتی ہوں ہو سکتا ہے امریکہ کے لیے تمہارے جذبات

بہت اچھے ہوں میں نے صرف اپنی کیفیت کا اظہار کیا ہے۔“ میں ٹھنڈی سانس لے کر

خاموش ہو گیا۔ ہوسٹس پانی لے آئی تھی، پانی پینے کے بعد ہم لوگ مختلف موضوعات پر

باتیں کرتے رہے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کی سوچ کافی عمیق ہے اور دنیا کے مختلف

موضوعات پر وہ گفتگو کر سکتی ہے اگر ایسی حسین ہم سفر مل جائے اور گفتگو کرنے کا فن اسے

آتا ہو تو سفر بہت دلچسپ گزر جاتا ہے میرے دل میں اس کے لیے کوئی برا تصور نہیں ابھرا

تھا وہ مجھے نوکیو میں میری رہائش کے سلسلے میں گائیڈ کرتی رہی تھی اور اس نے مجھے مختلف

کہہ سکتی کیونکہ وہ ایک الگ مسئلہ تھا۔ میں صرف انسانی کا ز کے بارے میں کہتی ہوں تم بتاؤ مجھے بتاؤ کیا امریکیوں کو ایسا کرنا چاہیے تھا، کیا یہ ایک انتہائی وحشیانہ قدم نہیں تھا۔“

”یقیناً تھا۔ ناگاساکی اور ہیروشیما کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ تاریخ کا بدترین المیہ ہے

اور میں سمجھتا ہوں کہ تاریخ ہمیشہ اس کا رکردگی پر ملامت کرتی رہے گی۔“

”اور جاپانیوں کو دیکھو کہ امریکہ کی گود میں جا کر بیٹھ رہے ہیں۔“

”اگر تم یہ سمجھتے ہو مسٹر لائن ہارٹ کہ امریکہ ہمارا دوست ہے، تو میں سمجھتی ہوں یہ

غلط ہے، یہ جاپانی جس انداز میں امریکہ سے تعاون کر رہے ہیں وہ بھی غلط ہے، ناگاساکی

اور ہیروشیما کی تباہی کے بعد شاید ایک بھی جاپانی کی زندگی میں امریکیوں سے دوستی یا محبت

کا کوئی وجود نہیں ہونا چاہیے۔“

”یہ انتہا پسندی ہے۔“

”اگر تمہارے گھر میں گھس کر کوئی تمہارے گھر کے دس افراد کو مار دے اور تم چار

افراد باقی رہو تو کیا تم ان دس افراد کے قاتلوں کو زندگی بھر معاف کر سکتے ہو؟“

”میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں مس یا شا، بہر حال وہ دردناک واقعات تھے وہ

ایک دور تھا جو گزر گیا۔“

”بہر حال یہ الگ بات ہے اب تم دیکھو کس طرح دھڑا دھڑا امریکی اسلحہ بن رہا ہے،

دنیا بھر میں اس کی فروخت ہو رہی ہے اور اس فروخت کے سلسلے میں ایسے ایسے بدناما

کارنامے سرانجام دیے جا رہے ہیں جن کی مثال ملنا ناممکن ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ

سب ہی جانتے ہیں کہ امریکہ اس سلسلے میں کیا کچھ کر رہا ہے۔ چنانچہ تم ذرا غور کرو اچھی

طرح غور کرو کہ اسلحہ بیچنے والا یہ ملک دنیا کے مختلف ملکوں میں آپس میں چپقلش کر کر کیا

نتائج حاصل کر رہا ہے۔ اس کے خزانے بڑھتے جا رہے ہیں اور دنیا مسائل کا شکار ہوتی

جا رہی ہے۔“

”تم۔ اینٹی امریکہ ہو۔“

”اور مجھے اس پر فخر ہے۔“ یا شا نے جواب دیا۔

متوجہ نہیں ہے، حیرت تو بہر حال ہونی تھی اور ہو رہی تھی لیکن اس کے ساتھ پریشانی کا کوئی تصور نہیں تھا۔ اب اس قدر احمق نہیں تھا کہ صورت حال سے گھبرا جاتا جب یہ یقین ہو گیا کہ کوئی ایسی ہی گڑبڑ ہوگئی ہو جو ناگزیر ہے تو پھر میں نے اپنے طور پر فیصلے کیے اور آخر ائرپورٹ کے لاؤنج سے باہر نکل آیا بہت سی ٹیکسیاں کھڑی ہوئی تھیں اس قسم کے واقعات بھی اکثر پیش آ جاتے ہیں کہ کسی خاص وجوہ کی بناء پر کوئی کسی کی قربت نہیں اختیار کرتا بلکہ بعد میں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ سب کچھ تھا جو سوچا گیا تھا یعنی بعد میں بھی کوئی میرے نزدیک آ سکتا تھا یا کم از کم ٹیکسی ڈرائیور کے طور پر بھی اس لیے میں نے کسی سے کوئی تعرض نہیں کیا اور خاموشی کے ساتھ آگے بڑھ کر ایک ٹیکسی کے قریب پہنچ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے فوراً ہی میرا مختصر سا سامان میرے ہاتھ سے لے لیا اور اسے ٹیکسی کی ڈکی میں رکھنے کے بعد اسٹیرنگ پر آ کر بیٹھ گیا جبکہ میں پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا تھا۔ یا شانے مجھے کئی ہولٹوں کے نام بتائے تھے اور کہا تھا کہ یہ مختلف درجات کے ہوٹل ہیں چنانچہ انہی میں سے ایک نام میں نے اس کی سامنے دہرایا اور ٹیکسی ڈرائیور نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی، گویا وہ اس ہوٹل کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہے۔

ٹیکسی سڑکوں پر سفر کرتی رہی اور میں اس بات کا منتظر رہا کہ اب ممکن ہے ٹیکسی ڈرائیور ہی کوئی پراسرار انکشاف کرے لیکن پھر ٹیکسی ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں جا کر رک گئی اور فوراً ہی پورٹر میری جانب لپکا، میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو بل ادا کیا اور پھر پر اطمینان انداز میں پورٹر کے ساتھ اندر داخل ہو گیا پورٹر مجھے کاؤنٹر پر لے گیا اور کاؤنٹر پر میں نے اپنا نام وغیرہ نوٹ کروا کر کمرہ حاصل کر لیا، وہی پورٹر مجھے لفٹ کے ذریعے اوپر منزل پر لے گیا تھا اور اس کے بعد اس نے مجھے کمرے تک پہنچا دیا ایک عمدہ کمرہ تھا اور ہوٹل کی لوکیشن بھی ایسی تھی کہ مجھے پسند آئی، ٹوکیو کا پر رونق علاقہ میری نگاہوں کے سامنے تھا اپنے کمرے کی کھڑکی سے میں نے باہر کا جائزہ لیا، وہی سب کچھ جو زندگی میں تصور کیا جاسکتا تھا۔ پر ہجوم ٹوکیو، صاف ستھرا پر رونق سا۔ بہر حال کمرے کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں نے واش روم میں جا کر منہ ہاتھ دھویا پھر روم سروس کو ٹیلی فون کر کے اپنے لیے کافی اور سینڈ وچز

مقامات بتائے تھے۔ جہاں میں مہنگی ترین اور سستی ترین رہائش اختیار کر سکتا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”میرے کچھ ایسے دوست وہاں موجود ہیں جن سے میری صرف قلمی دوستی تھی اور میں نے انہیں اپنی آمد کی اطلاع دے دی ہے ممکن ہے ان میں سے کوئی آ جائے۔“

”یہ بہت اچھا ہوگا وہ تمہیں قیام کے لیے مزید بہتر مشورہ دے سکیں گے۔“ اس نے کہا۔

بہر حال وہ ایک اچھی ہم سفر ثابت ہوئی تھی، گفتگو کرنے کا فن جانتی تھی اور اندازہ ہی نہیں ہوتا تھا کہ اس ننھی منی گڑیا کے اندر کیسے کیسے گن بھرے ہوئے ہیں، بہر حال اس کے بعد بقیہ سفر بھی دلچسپ ہی رہا اور پھر ائیرپورٹ پر اترتے ہوئے ہم دونوں اجنبی ہو گئے، ہم سفر بس اتنی ہی دیر کے ساتھی ہوتے ہیں اور اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ان کا تصور ذہن سے ختم ہو جاتا ہے ہمارے درمیان دواچھے ہم سفر کی مانند گفتگو ہوئی تھی لیکن نہ اس نے مجھے بعد میں ٹوکیو میں ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا اور نہ ہی میرے دل میں یہ تصور ابھرا تھا کہ میں اس سے اس کی رہائش گاہ کے بارے میں سوال کروں کم از کم ایسے صاف ستھرے ساتھیوں سے ایسی نہ تو گفتگو کرنی چاہیے اور میرے خیال میں نہ ہی اس کی توقع رکھنی چاہیے۔

پھر تمام امور سے فراغت حاصل کر کے میں ائرپورٹ سے باہر نکل آیا، خیال یہی تھا کہ مجھے ریسیو کرنے والے موجود ہوں گے۔ جیسا کہ مجھے اطلاع دی گئی تھی۔ اس کے لیے کوئی بھی طریقہ کار اختیار کیا جاسکتا تھا۔ ظاہر ہے اس کا انتظام کیا گیا ہوگا لیکن باہر نہ تو مجھے کوئی ایسا شخص نظر آیا جو میرے نام کا پلے کارڈ لیے کھڑا ہو اور مجھ سے ملاقات کا متنی ہو اور نہ ہی کسی نے آگے بڑھ کر میرے قریب آنے کی کوشش کی تھی، چند لمحات کے لیے میں حیرت کا شکار ہو گیا۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے، اتنی بڑی آرگنائزیشن، ایسی احقانہ کارروائی تو نہیں کر سکتی لیکن یہ کوئی بہت مشکل مرحلہ نہیں تھا میں ائرپورٹ الاؤنج کے ایک گوشے میں دیر تک کھڑا رہا تھا اور یہ جائزہ لیتا رہا تھا کہ ویسے ہی سہی کوئی خصوصی طور پر تو میری جانب

طلب کر لیے ذرا اطمینان سے بیٹھ کر سوچنا چاہتا تھا کہ اب میرا آئینہ قدم کیا ہو، ویسے مسٹر ویلی نے کوئی خاص بات نہیں بتائی تھی سوائے اس کے کہ وہاں مجھے خوش آمدید کہا جائے گا اور اس کے بعد ہی میرے لیے آئینہ کوئی لائحہ عمل مقرر کیا جاسکے گا۔ میں یا شا کے بارے میں سوچنے لگا اس نے میرے ذہن میں ایک بار پھر تھوڑی سی ہلچل پیدا کر دی تھی اس نے کہا تھا کہ میرے چہرے پر وہ ملاحظت ہے جو پاکستانی یا ہندوستان کے باشندوں کے چہروں پر پائی جاتی ہے تو کیا میرا تعلق ان دونوں ملکوں میں سے کسی ملک سے ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا کلیو تھا جس پر میں اگر کام کروں تو شاید اپنی شناخت پالوں بہر کیف میں نے اس بات کو نظر انداز نہیں کیا تھا اور سوچتا رہا تھا کہ اب گولڈن ہارس کے سلسلے میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ اس وقت تک تو خاموشی ہی اختیار کی جاسکتی ہے جب تک کہ کسی دوسری جانب سے مجھ سے رابطہ قائم نہ کیا جائے اور اس کے لیے مجھے کوئی پریشانی بھی نہیں تھی۔ چنانچہ وقت گزرتا رہا پھر اس وقت رات کے تقریباً گیارہ بجے تھے جب ایک ویٹر نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی یہ وقت میں نے کمرے ہی میں گزرا تھا اور اس دوران جو ویٹر مجھے سرو کرتا رہا تھا وہ ایک چھوٹے سے قد کا مقامی آدمی تھا البتہ میری اجازت پر اس وقت جو ویٹر اندر داخل ہوا وہ نہ تو جاپانی نژاد تھا اور نہ ہی چھوٹے قد کا مالک، وہ یقینی طور پر ایک یورپین تھا اچھی شکل و صورت کا مالک ویٹر کی وردی میں بے شک تھا لیکن کسی بھی طرح ویٹر نہیں لگ رہا تھا۔ ویسے میں نے ہوٹل میں غیر ملکی ویٹر بھی دیکھے تھے لیکن سفید نسل کا کوئی ویٹر ابھی تک مجھے نظر نہیں آیا تھا البتہ دوسرے ملکوں کے لوگ تھے جن میں یقینی طور پر انڈین اور پاکستانی وغیرہ بھی شامل تھے۔ ویٹر نے اندر داخل ہو کر ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھالی میرے سامنے کی اور اس پر سے کپڑا ہٹا دیا۔ تھالی کے اندر سیاہ رنگ کا ایک چوکور بکس رکھا ہوا تھا جس کی لمبائی چوڑائی ڈھائی انچ کے قریب تھی اس نے وہ بکس مجھے دیتے ہوئے کہا۔

”جناب، آپ براہ کرم اس کے آپریٹ کا طریقہ دیکھ لیجیے بہت سہل ہے۔“ میں نے چونک کر ویٹر کو دیکھا تھا اس نے آنکھیں بند کر کے گردن خم کی اور بولا۔

”جی ہاں۔ اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں تھی اور اس سے زیادہ الفاظ کے خرچ کی اجازت مجھے نہیں ہے، آپ سمجھ گئے ہوں گے۔“

”آپریشن کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”بس یہ دوسرا بٹن، بٹن نمبر ایک دبائیں گے تو آپ کال ریسیو کر سکیں گے جس کا اشارہ آپ کو اس ننھے سے بلب سے ملے گا اور اس سے بہت مدہم سی آواز بھی خارج ہوگی۔ بٹن نمبر دو سے آپ رابطہ قائم کرنے کا کام لیں گے جسٹ سپل۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر گردن خم کر کے واپس پلٹ گیا۔ میں اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا بہر حال یہ ایک مناسب قدم تھا ہو سکتا ہے کوئی ایسی ہی صورت حال ہو جس کی بناء پر ان لوگوں نے مجھے فوری طور پر ریسیور نہ کیا ہو۔

پھر میں نے سوچا کہ کم از کم کوشش کر کے تو دیکھنا چاہیے لیکن اس سے قبل میں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لینا مناسب سمجھا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اپنی جگہ سے ہٹ بھی گیا تھا۔ کیونکہ کی ہول سے بہر طور اندر جھانکا جاسکتا تھا۔ واش روم بہت خوبصورت اور شاندار بنا ہوا تھا میں نے کشادہ واش روم میں پہنچ کر اس ٹرانسمیٹر کو اپنے ہاتھ میں لیا تبھی اس پر ایک ہلکی سی آواز سنائی دی۔ گویا دوسری جانب سے مجھ سے رابطے کی کوششیں شروع کر دی گئی تھیں۔ میں نے ہدایت کے مطابق ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو۔ کراؤن گروپ۔ ہیلو مسٹر لائن ہارٹ؟“

”آن لائن۔“ میں نے جواب دیا۔

”جیری ہاش آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ جاپان میں گولڈن ہارس کا نمائندہ جیری ہاش۔ ریڈ کراؤن۔“

”کیسے مزاج ہیں مسٹر ہاش؟“

”میں ٹھیک ہوں۔ بہت ہی معذرت کے ساتھ اور نہایت شرمندگی کا اظہار کرتا

ہوں۔“

”میرے لیے کیا احکامات ہیں مسٹر ہاش؟“

چہرے پر کسی قدر حیرت کے آثار دیکھے۔ وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی تھی۔
 ”ایسا انوکھا جواب میں نے زندگی میں پہلی بار سنا تھا۔“ اس نے مسکراتے ہوئے
 کہا۔

”ایک لطیفہ سنا تھا۔ نہ جانے کیوں یاد آ گیا۔ کوئی کہتا ہے کہ جب کبھی میں بیمار ہوتا
 ہوں تو ڈاکٹر کے پاس جاتا ہوں۔ ڈاکٹر میری بیماری تشخیص کرتا ہے اور میں اسے فیس ادا
 کرتا ہوں۔ کیونکہ ڈاکٹر کو زندہ رہنا ہے پھر میں وہ نسخہ لے کر کیمسٹ کے پاس جاتا ہوں
 اور ڈاکٹر کی لکھی دوائیں اس سے خریدتا ہوں کیونکہ کیمسٹ کو بھی زندہ رہنا ہے پھر وہ
 دوائیں میں کسی گٹر میں پھینک دیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے بھی زندہ رہنا ہے۔ ہر شخص کو ایک
 دوسرے کا سہارا درکار ہوتا ہے۔ تمہیں میری تنہائی دور کرنے کا خیال آیا اور میں نے تمہاری
 زندگی کے بارے میں سوچا۔“

”میں تم سے اتفاق نہیں کرتی۔“

”کوئی حرج نہیں ہے۔ تمہیں اس کا حق حاصل ہے۔“

”ٹوکیو میں اجنبی ہو؟“ اس نے سوال کیا۔

”نہیں۔“

”اوہ۔ یہاں جاب کرتے ہو؟“ وہ مسکرا کر بولی۔

”بالکل نہیں۔ میں سیاح ہوں۔“

”پھر اجنبی ہوئے نا؟“

”کہنا نا نہیں۔ میں ٹوکیو کے بے شمار مقامات دیکھ چکا ہوں۔“ میں نے کہا اور وہ

ہنس پڑی۔

”اس میں کوئی شک نہیں۔ دلکش بھی ہو اور دلچسپ بھی۔ مجھے اپنے ساتھ کچھ وقت

گزارنے کا موقع دو گے؟“

”دے دیا ہے۔“

”کہاں قیام ہے؟“

”ہم میں سے کوئی فوری طور پر آپ سے ملاقات نہیں کر سکتا کچھ ایسی ہی مجبوری
 ہے لیکن میں کوشش کر رہا ہوں کہ آپ سے ملاقات کا کوئی راستہ نکالا جائے۔ گولڈن ہارس
 کا کوئی نمائندہ آپ سے ملے گا تو آپ کے سامنے ایک نشان پیش کرے گا۔“
 ”کیا نشان ہوگا؟“

”گولڈن ٹرانگل۔ یہاں جاپان میں ہمارا نشان سنہری مثلث ہے۔“

”نیا نشان؟“

”مجبوری مسٹر ہارٹ۔ اس وقت تک جب تک میں آپ سے ملاقات نہ
 کر لوں آپ خود کو ایک سیاح تصور کیجیے اور جاپان کے قابل دید مقامات کی سیر کیجیے۔“
 ”بہتر ہے۔ کیا وہ ویٹر جو مجھے ٹرانسمیٹر دے کر گیا ہے اس ہوٹل میں دوبارہ ملے
 گا؟“

”نہیں۔ وہ اپنا کام کر کے وہاں سے ہٹ گیا ہے۔“

”اوکے۔“

”اوکے مسٹر ہارٹ۔ ایک بار پھر ان حالات پر افسوس کا اظہار کرتا ہوں۔“ دوسری
 طرف سے آواز بند ہوگئی۔ میں ٹرانسمیٹر بند کر کے باہر نکل آیا تھا۔
 اس کے بعد میں بے فکر ہو گیا۔ اس سے زیادہ فکر مند ہونا میری سرشت میں نہیں
 تھا۔

پھر اپنی پسند کے مطابق میں نے جاپان کے شہر ٹوکیو کی سیر شروع کر دی۔ اپنے
 آپ کو ذہنی طور پر مطمئن کر لیا تھا۔ بڑی آبادی کا یہ شہر اپنی مثال آپ تھا۔ زندگی کا ہر رنگ
 نمایاں تھا۔ شام کو اپنے ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں آبیشا۔ ملکی اور غیر ملکی بے شمار افراد نظر
 آ رہے تھے۔ شکاری لڑکیاں گردش کر رہی تھیں۔ میں انہیں شناخت کر سکتا تھا پھر ایک لڑکی
 میرے پاس رکی اور اوباش انداز میں جھک کر بولی۔

”زندگی بے حد مختصر ہے۔ اسے تنہا نہیں گزارنا چاہیے مجھے قبول کرو گے؟“

”اگر میں تمہاری ضرورت ہوں تو بیٹھ جاؤ۔“ میں نے کہا اور میں نے اس کے

”پھر بھی۔ یہ پارسائی اور پاکبازی نہیں ہے۔“

”ہے میڈم کی تھنا۔“

”مجھے سمجھاؤ۔“

”شراب ایک سیال دشمن ہے، عورت ایک جاندار دوست۔ جس سے باتیں کی جاسکتی ہیں اور بقول تمہارے تنہائی دور کی جاسکتی ہے۔“

”دوست؟“ بولی

”جیسے تم۔“

”مگر میں تو۔“ اس نے کہا اور ہچکچا کر خاموش ہو گئی۔ میں ہنس پڑا پھر میں نے کہا۔
”میں نے تمہیں لطیفہ اسی لیے سنایا تھا اور پہلا جملہ بھی یاد کرو میرا۔ میں نے کہا تھا کہ اگر میں تمہاری ضرورت ہوں تو بیٹھ جاؤ۔ بہر حال میں جانتا ہوں کہ تمہیں بھی زندہ رہنا ہے۔“

وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”تمہیں مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہوا؟“

”کیسا شبہ؟“

”تمہاری کوئی دشمن بھی ہو سکتی ہوں۔“

”اس کا امکان تو نہیں ہے۔ کیونکہ میں دشمنی نہیں دوستی کا قائل ہوں۔ دشمن کے

بارے میں میرا نظریہ ہے کہ جب وہ سامنے آئے تو اسے دشمن سمجھو۔“

”بہت عجیب انسان ہو۔ بے حد عجیب۔“ وہ گہری سانس لے کر بولی اور پھر بڑے

مست انداز میں مسہری پر لیٹ گئی پھر اس نے ایک انگڑائی لی اور پلٹ کر سیدھی ہو گئی لیکن

اس کے بعد جو کچھ ہوا اس پر میں خود بھی حیران تھا۔ وہ سیدھی ہوئی اور مجھے اس کے ہاتھ

میں پستول کی چمک نظر آئی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس وقت میرے ذہن میں اس

کے کچھ اور ہونے کا شائبہ بھی نہیں تھا اور جو کچھ ہوا وہ میں نے نہیں بلکہ میرے اعصاب

نے کیا تھا۔ کرائے کا ایک بھرپور ہاتھ اس کی کلائی پر پڑا اور پستول نکل کر دو جاگرا۔ اس

”اسی ہوٹل میں۔“

”میرا نام نہیں پوچھو گے؟“

”تمہارا کیا نام ہے۔“

”کی تھنا آرچر۔ مجھے کیتھی کہہ سکتے ہو۔“

”میں لائن ہارٹ ہوں۔“

”ایسا ہی لگتا ہے۔“

”شراب کے علاوہ کیا پیو گی؟“

”مارٹینی۔“

”اس لیے کہ میں شراب نہیں پیتا اور نہ شراب پینے والوں کے ساتھ بیٹھتا ہوں۔“

”کھانا کھاتے ہو؟“ اس نے کہا اور ہنس پڑی۔

”ہاں، بے شک۔“

”تب میرے اور اپنے لیے کھانا منگا لو۔“ وہ بھی ٹھیک ٹھاک ہی تھی۔ مجھے اس کی

باتیں اچھی لگ رہی تھیں۔ میں نے اشارے سے ویٹر کو طلب کر لیا۔

ہم دونوں خاموشی سے کھانے میں مصروف ہو گئے۔ فراغت حاصل کرنے کے بعد

اس نے کہا۔

”گیارہ بج رہے ہیں۔ اٹھو گے نہیں۔“

”ہاں۔ ضرور۔“ میں نے کہا اور بل سائن کر کے وہاں سے اٹھ گیا۔ وہ میرے

ساتھ کمرے میں آ گئی اور میرے کمرے کو دیکھتی ہوئی بولی۔

”خوبصورت کمرہ ہے۔“

”یہ تعریف اگر ہوٹل کا مالک سنتا تو زیادہ خوش ہوتا۔“ میں نے کہا اور وہ ایک گہری

سانس لے کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ اب وہ مجھے گھور رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

”شراب نہیں پیتے لیکن عورت سے گریز نہیں۔“

”شراب اور عورت میں فرق ہوتا ہے۔“

”اب میں اسے اپنی حماقت قرار دیتی ہوں۔ شرارت تھی وہ۔ بس تمہاری بے پرواہی کا امتحان لے رہی تھی۔“ وہ لجاجت سے بولی اور میں نے اس کے بازو چھوڑ دیے۔ وہ کراہتے ہوئی اپنی کلائی ملنے لگی۔ ”شدید تکلیف ہو رہی ہے۔ کہیں فریکچر نہ ہو گیا ہو۔“ اس نے رندھی آواز میں کہا۔

”میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟“ میں اسکے پاس سے ہٹ گیا۔

”وہنے دو مجھے میری حماقت کی سزا ملی ہے۔ پلیز میرا پرس اٹھا دو۔“

”اب اس میں سے مشین گن تو برا آمد نہ ہوگی۔“

”خود کھول کر دیکھ لو اور کچھ نہیں ہے۔“ اس نے کراہتے ہوئے کہا۔ میں نے اس کے پرس سے وہ کارڈ نکال لیا تھا۔

”اس کے علاوہ اور کوئی تدبیر نہیں تھی۔ مسٹر جیری ہاش نے خود یہ ہدایات مجھے دی تھیں۔“

”پستول کے بارے میں بھی؟“ میں نے مسکرا کر پوچھا۔

”وہ میری غلطی ہے۔ معاف کر دو گے مجھے؟“

”تم لوگ کسی سے خوفزدہ ہو؟“

”کیا مطلب؟“

”مجھے ائزپورٹ پر بھی کسی نے ریسیو نہیں کیا۔“

”اس کی وجہ میکولس ہے۔“

”کون میکولس؟“

”ایک کالی بھیڑ۔ جو ہمارے درمیان گھسی ہوئی تھی۔ میکولس ہمارا پرانا ساتھی تھا لیکن وہ بلیک فٹ کے ہاتھوں فروخت ہو گیا اس کی تلاش جاری ہے۔“

”بلیک فٹ؟“ میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

”باقی تفصیل خود مسٹر ہاش تمہیں بتائیں گے۔ میکولس کی وجہ سے بہت سے کام خراب ہو گئے ہیں۔ تمہیں اس وجہ سے ائزپورٹ پر ریسیو نہیں کیا گیا۔ کیونکہ خدشہ ہے کہ

کے حلق سے ایک آواز نکلی تھی۔ اس نے سنبھل کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کے دونوں بازو گرفت میں لے کر اسے دبا لیا۔

”دشمن جب دشمن کی حیثیت سے سامنے آئے تو اسے دشمن سمجھو اور تم جیسی خوبصورت دشمن کو۔“

”مم..... میں..... میں.....“ اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے خوف کے آثار نظر آئے۔

”ہاں۔ جاری رہو۔“

”تمہیں لوٹنا چاہتی تھی۔“

”غلط ڈارلنگ کچھ اور بتاؤ۔“

”تم یقین کرو۔ آہ میرے بازو توڑ دے کیا، میری کلائی شدید درد کر رہی ہے۔“

”کیا چاہتی تھیں؟“

”تمہیں لوٹنا، تمہارے پاس جو کچھ ہے اسے لے کر نکل جانا چاہتی تھی۔“

”اس کے لیے رات کا دوسرا پہر زیادہ بہتر ہوتا۔“

”پھر تمہارا کیا خیال ہے۔“

”میں ذہن نہیں تھکا نا چاہتا۔ تم خود بتاؤ۔“

”گولڈن ٹرائنگل۔“ اس نے کہا۔ میں چونکا تو تھا لیکن میں نے فوراً ہار نہ مانی۔

”یہ کیا ہوتا ہے؟“

”سنہری مثلث۔ گولڈن ہارس۔ کراؤن گروپ۔“ وہ بولی۔

”بکٹی رہو۔ میری سمجھ میں کچھ آ جائے گا تو چھوڑ دوں گا۔“ میں نے سرد لہجے میں

کہا۔

”چھوڑو پلیز۔ میں ایک شریف اور باکردار عورت ہوں۔ میرا تعلق گولڈن ہارس

سے ہے۔ تم میرے پرس میں سنہری مثلث کارڈ دیکھ سکتے ہو۔“

”پستول اٹھا کر تمہیں پیش کروں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”او کے۔“ میں نے کہا اور سلسلہ منقطع ہو گیا پھر باقی عمل میں نے جیری ہاش کی ہدایت کے مطابق کیا تھا۔ ٹیکسی نمبر 90000 میرے پاس آ کر رکی تو میں دروازہ کھول کر پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور ایک قوی جیکل جاپانی تھا جس نے میری طرف گردن بھی نہ گھمائی تھی اور مشینی انداز میں ٹیکسی آگے بڑھا دی تھی پھر ہم پون گھنٹے تک سڑکوں پر گھومتے رہے۔ آخر میں ڈرائیور نے ٹیکسی ایک کیسینو کے عقب میں روک دی اور ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں بولا۔

”یہ جو سامنے دروازہ نظر آ رہا ہے اس سے اندر چلے جاؤ۔“ میں نے نیچے اتر کر اس طرف رخ کیا تھا۔ دروازے کے دوسری طرف ایک ہال تھا اور ہال میں تین افراد میرے منتظر تھے۔ ان میں ایک دراز قامت سفید فام تھا، ایک جاپانی اور تیسری کیتھی تھی۔ سفید فام نے ہاتھ آگے بڑھا کر پر تپاک لہجے میں کہا۔

”لائن ہارٹ۔ میرا نام جیری ہاش ہے۔ یہ سنو کین اور یہ تمہاری فین کیتھی۔ آؤ۔“ اس نے کہا اور ہال کے اندرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا پھر ایک نشست گاہ میں پہنچ کر اس نے مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میرے بیٹھ جانے کے بعد بولا۔ ”ہم اسے اپنی بد قسمتی کہتے ہیں کہ تمہیں ائر پورٹ پر خوش آمدید نہ کہہ سکے۔ اس کی وجہ کیتھی نے تمہیں بتا دی ہے۔“

”کیا یہ ایک خطرناک بات نہیں؟“

”ہے۔ ہم اس کا تذکرہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس کی وجہ سے ہمیں بہت سی تعاریب ملتوی کرنی پڑی ہیں۔“

”جو تمہارے اعزاز میں منعقد ہونے والی تھیں اور ان میں تمہیں، تمہارا نیا اعزاز ملنے والا تھا لیکن۔“ وہ مسکرایا پھر بولا۔ ”میرے خیال میں یہ بہتر ہوا۔ کیونکہ ممکن ہے تمہیں اس کے بعد کے اعزاز کے لیے منتخب کر لیا جائے اور تم ریڈ کراؤن ہی پالو۔ تمہاری تیز رفتاری یہی بتا رہی ہے۔“

”میں جاننا چاہتا ہوں مسٹر ہاش کہ یہاں کیا کام میرے سپرد کیا جا رہا ہے؟“

بلیک فش، میکولس سے پورا فائدہ اٹھا رہی ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ تم ہماری وجہ سے اس کی نگاہوں میں آ جاؤ۔ کیونکہ اب اس سلسلے میں تم پر ہی انحصار کیا جائے گا۔“

”کس سلسلے میں؟“

”پلیز لائن۔ اس سے زیادہ مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔“

”پھر تمہارا کیا کروں؟“

”رات یہاں گزارنے دو۔ کیونکہ مجھے خود کو وہی پوز کرنا ہے جو میں بنی ہوئی ہوں۔“

”ہر طرح؟“ میں نے شرارت سے پوچھا۔

”نہیں۔ مار میرا شو ہر بھی ہے اور محبوب بھی۔ میں اس سے بے وفائی نہیں کر سکتی۔“

”عجیب بات ہے اگر میں ایک شریف انسان نہ ثابت ہوں تو؟“

”تم ایک شریف انسان ہو کیونکہ شراب نہیں پیتے۔ مار بھی شراب نہیں پیتا۔“

”میں صرف شراب نہیں پیتا۔“

”تب میں تم سے درخواست کروں گی کہ مجھے تنظیم کے رشتے سے اپنا ساتھی سمجھو۔“

میں نے یہ تفصیل تمہیں سمجھا دی۔ کل شام کو پانچ بجے مسٹر ہاش ہر قیمت پر تم سے ملاقات کریں گے کیونکہ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔“

وہ کچھ بدل گئی تھی پھر اس نے رات میرے ساتھ گزاری اور دوسری صبح میرا شکریہ ادا کر کے چلی گئی۔ اس کا کہنا درست تھا۔ دوسرے دن ٹرانسمیٹر پر جیری ہاش نے مجھ سے رابطہ قائم کیا۔

”کیتھی تمہارے گن گاتی ہوئی آئی ہے۔ بہر حال مسٹر ہارٹ پانچ بجنے میں دس منٹ باقی رہ جائیں تو تم اپنے ہوٹل سے باہر نکل آؤ گے، فٹ پاتھ کے ساتھ چلتے رہو گے، ایک ٹیکسی تمہارے پاس آ کر رکے گی جس کا نمبر 90000 ہوگا اس میں بیٹھ جانا۔“

”اس کے بعد؟“ میں نے پوچھا۔

”باقی کام ہمارا ہے۔“

لوگوں سے کیسے محفوظ رکھا جاسکتا ہے جو اس ریسرچ کے ذمے دار ہوں۔ ایراسا کی اس لیبارٹری کا سیکورٹی آفیسر تھا اور ایک اہم سیکشن چراس کی ڈیوٹی تھی۔ ایراسا کی کو اغواء کر لیا گیا۔ اس کے ساتھ تین گارڈز تھے جنہیں ہلاک کر دیا گیا۔ تینوں کی لاشیں لیبارٹری میں پائی گئیں لیکن باہر جو گارڈز تھے انہوں نے دیکھا کہ ایراسا کی کو اغواء کرنے والے اسے ایک ہیلی کاپٹر تک لے گئے اور پھر ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کر گیا۔

”گارڈز نے کوئی مدافعت نہیں کی؟“

”بعد از وقت تھی۔ جس طرح کام کیا گیا وہ ایک مکمل منصوبہ تھا لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس کے ساتھ ہلاکت خیز مادے کا ایک ذخیرہ بھی غائب تھا جس سے انتہائی مہلک گیس تیار کی جاتی ہے۔ یہ گیس کے اجزاء کا مائیکروسلوٹن تھا جس کے چند قطرے ایک وسیع علاقے کو اتنا ہی سم آلود کر سکتے ہیں جتنا کہ تباہ کن ایٹم بم تباہی پھیلا سکتا ہے۔ اس سے تم سلوٹن کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہو۔“

”ٹھیک۔“

”تحقیقی عملے کا کہنا ہے کہ ایراسا کی کا اغواء دراصل اغواء نہیں تھا۔“

”کیا مطلب؟“

”وہ ایک غیر متعلق آدمی تھا اور اسے اس سلوٹن کا محافظ ضرور کہا جاسکتا ہے۔ واقف کار نہیں۔ خیال یہ ہے کہ اسے اس منصوبے میں شریک کیا گیا ہے اور اس کی مدد سے مائیکروسلوٹن حاصل کیا گیا ہے۔ بعد میں اس خیال سے اسے وہاں سے ہٹالیا گیا کہ کہیں تشدد کرنے پر وہ سب کچھ اگل نہ دے۔ ظاہر ہے اسے بلیک فٹ کا تعاون حاصل ہو گیا ہے۔“

”لیکن اس میں بلیک فٹ ہی کو کیوں شریک سمجھا گیا۔“ میں نے سوال کیا۔

”بعد میں یہ حقیقت سامنے آگئی کہ اس چوری کی ذمے دار وہی تنظیم ہے۔“ جیری ہاش نے کہا۔

”وہ کس طرح؟“ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

”بلیک فٹ بہت عرصہ سے ایسے کام سرانجام دے رہی ہے۔ اس گروہ نے دنیا کے

”جو کچھ ہم شروع کرنے جا رہے تھے اس میں تمہیں ہمارے ساتھ شریک ہونا تھا لیکن اب موجودہ صورت حال میں یہ ذمے داری صرف تمہارے شانوں پر پڑی ہے۔“

”کیا اس وقت مجھے اس کے بارے میں بتایا جاسکتا ہے؟“

”ہاں۔ یہ مجبوری ہے۔ ورنہ پہلے تمہیں ایک معزز مہمان کی حیثیت دی جاتی پھر تمہارا کام تمہیں بتایا جاتا۔“

”میں جاننا چاہتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے تو میں اس کے لیے تمہید نہیں باندھوں گا۔ ہم لوگ یہاں جاپان میں اپنی آرگنائزیشن کے لیے کام کرتے ہیں اور ایک مخصوص علاقے کے امور سنبھالے ہوئے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم کو ابھی اتنا وقت نہیں گزرا کہ اسے قصہ پارینہ کہا جاسکے۔ اس دور کے متاثرین ابھی تک زندہ ہیں اور عظیم الشان ترقی کے باوجود، ہیروشیما اور ناگاساکی کے وہ نشانات نہیں مٹائے جاسکے جو امریکیوں نے لگائے تھے۔ بہت بڑا علاقہ آج بھی امریکہ سے نفرت کرتا ہے اور جاپان اور امریکہ کے مشترکہ مفادات سے منحرف ہے۔“

”یقیناً“

”ایسا ہی ایک گروہ بلیک فٹ کے نام سے ابھرا ہے اور اس نے کچھ ایسی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے کہ خود حکومت جاپان بل گئی ہے اور حکومت نے ایک اہم مسئلے کے لئے گولڈن ہارس سے معاہدہ کیا ہے۔“

”خود حکومت جاپان نے؟“

”ہاں۔ کیونکہ اسے خدشہ ہے کہ خود انتظامیہ میں بلیک فٹ کے افراد شامل ہیں۔ جس کا ثبوت انڈر گراؤنڈ ریلوے اسٹیشن پر زہریلی گیس کا حادثہ ہے۔“

”اس وقت حکومت جاپان کا کیا مسئلہ ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”اس کے لیے تھوڑی سی تفصیل بتانا ضروری ہے۔“ جیری ہاش پر خیال لہجے میں بولا۔ ”کونو آن سادہ تھ اوکین کا ایک پراسرار علاقہ ہے جہاں مہلک ہتھیاروں پر ریسرچ ہوتی ہے۔ اس ریسرچ کو لیبارٹری میں پوری طرح محفوظ کر لیا گیا ہے لیکن بھلا اسے ان

کے کسی دور دراز گوشے میں سکون کی زندگی بسر کر رہا ہو حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ گولڈن ہارس اپنے غداروں کو کبھی نہیں معاف کرتا اور ایک شعبہ اس کے لیے الگ سے بنایا گیا ہے جس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ غداروں سے نمٹے۔“

”ویری گڈ، آپ نے بہت اچھا کیا مسٹر جیری ہاش کہ مجھے اس بارے میں بتایا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور جیری ہاش ہاتھ اٹھا کر جلدی سے بولا۔

”میں قسمیں کھانے کا عادی نہیں ہوں لیکن اس وقت یہ الفاظ کہنے سے میرا یہ مقصد بالکل نہیں تھا۔“

”غلطی میری ہے مسٹر جیری ہاش کہ میں نے ایک چھوٹا سا مذاق کر کے ماحول کی سنجیدگی کو رخصت کر دیا، ورنہ ہم اہم کام کی گفتگو کر رہے تھے۔ آپ اطمینان رکھیں۔ میں نے بالکل یہ نہیں سوچا کہ آپ نے یہ الفاظ میرے لیے ادا کیے ہیں بلکہ میں صرف مذاق کر رہا تھا۔ بہر حال اگر آپ نے یہ ذمہ داری موجودہ حالات کی وجہ سے مجھے سونپ دی ہے مسٹر جیری ہاش تو بہر طور یہ تو میں ضرور چاہوں گا کہ بلیک فاش کے بارے میں مجھے کچھ نہ کچھ معلومات حاصل ہونی چاہیے۔ آپ اتنے عرصے سے کام کر رہے ہیں اور ظاہر ہے جاپان ہی میں آپ کا قیام ہے تو کم از کم کسی نہ کسی مرحلے پر آپ بلیک فاش کے کچھ افراد سے واقفیت حاصل کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے ہوں گے۔“

”افسوس ایسا نہیں ہے۔“ جیری ہاش نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

”یعنی آپ بالکل کسی ایک شخص سے بھی واقف نہیں ہیں۔“ میرے ان الفاظ پر جیری ہاش کچھ دیر خاموش رہا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”نہیں، بہر حال میں تمہیں تھوڑا بہت گائیڈ ضرور کر سکتا ہوں اور یقیناً تمہیں میرے گائیڈ کرنے سے کچھ مدد بھی حاصل ہوگی۔“

”میں اسی کے بارے میں سننا چاہتا ہوں۔“ میں نے سر دلچھے میں کہا۔

جیری ہاش نے کچھ لمحے توقف کیا پھر آہستہ سے بولا۔

”اپنے طور پر میں نے ایراسا کی رہائش گاہ کی نگرانی کرائی ہے ایراسا کی کا نام

کئی ملکوں سے خطرناک فارمولے حاصل کیے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ ہیرو شیمیا اور ناگاساکی کی تباہی کا انتقام لینا چاہتی ہے۔ جبکہ ٹوکیو میں دنیا کے عظیم ترین سائنس دانوں کی ایک کانفرنس ہو رہی ہے۔ اس میں وہ سب اپنی اپنی کاوشوں کے مظاہرے کریں گے اور طاقت کے توازن کا اندازہ ہوگا۔ یہ ہماری خفیہ رپورٹ ہے کہ فوری طور پر اس کانفرنس کی جگہ تبدیل کر دی گئی ہے اور اب یہ ٹوکیو کے بجائے کاواساکی میں منعقد ہو رہی ہے لیکن حکومت جاپان اب بھی ان سائنس دانوں کی بقاء کے لیے پریشان ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کانفرنس میں جاپان کی کارکردگی کا مظاہرہ اس سالوشن پیک سے کیا جانے والا تھا جواب ان کے پاس نہیں ہے۔“

”کیا وہ اسے دوبارہ نہیں تیار کر سکتے؟“

”وہ برسوں کی ریسرچ کے بعد تیار ہوا تھا۔“

”گویا یہ چوری کا کیس بھی ہے؟“

”بہت سے واقعات کا منصوبہ کہو۔“

”ہمیں کیا کرنا ہے؟“

”مائیکروسلوشن کی واپسی اور کانفرنس میں شریک لوگوں کی حفاظت۔“ جیری ہاش نے فکری مندی سے مسکرا کر کہا۔

میں جیری ہاش کی صورت دیکھنے لگا پھر میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

”کیا آپ ایسی کسی خاص جگہ کی نشاندہی کر سکتے ہیں مسٹر جیری ہاش جہاں مجھے کامیابی حاصل ہو سکے؟“ میرے اس سوال پر جیری ہاش کچھ لمحے خاموش رہا پھر آہستہ سے بولا۔

”شاید کوئی موثر نشاندہی نہ کر سکوں۔“

”موثر نشاندہی سے آپ کی کیا مراد ہے؟“

”اصل میں ہمیں اپنے ہی ہاتھوں شکست کا شکار ہونا پڑا ہے۔ میری مراد اس بدبخت ہے جو یقینی طور پر اتنی بڑی رقم کے عوض ہم سے جدا ہوا ہے کہ ممکن ہے اب دنیا

”آپ کے آدمیوں نے؟“

”ہاں، ہم نے بھی اس عمارت کی نگرانی کرائی ہے۔“

”یعنی آپ کے آدمی وہاں نگرانی کے لیے موجود ہیں۔“

”ہاں دو افراد، جنہیں یہ بھی خیال رکھنا پڑتا ہے کہ وہ حکومت کی نگاہوں میں نہ آجائیں۔ ظاہر ہے گولڈن ہارس کے اپنے افراد بھی حکومت کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنا چاہتے ہیں اس لیے ہم کسی طور یہ پسند نہیں کرتے کہ ہمارے آدمی عام نگاہوں میں آئیں۔“

”اور حکومت جاپان نے گولڈن ہارس کی مدد حاصل کی ہے۔“

”اس کی وجہ بھی میں تمہیں بتا چکا ہوں۔“

”ٹھیک اس کا مطلب ہے کہ فی الحال میرے پاس صرف یہی ایک کلیو ہے کہ میں ایراسا کی بیٹی سے رجوع کروں۔“

”ہاں، یہ ایک مناسب طریقہ ہوگا اور کیونکہ تم ایک اجنبی ہو اور کوئی یہ نہیں سمجھ پائے گا کہ تمہارا مقصد کیا ہی، اس لیے فیصلہ تمہیں خود کرنا ہے کہ تم کس انداز میں وہاں تک پہنچو گے، ویسے تمہیں دیکھنے کے بعد ایک اور خیال میرے دل میں آیا ہے۔“ جیری ہاش نے کہا اور پھر بے اختیار مسکرا پڑا۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔

”وہ کیا مسٹر جیری ہاش؟“

”تم ایک خوبصورت نوجوان ہو، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمہارے اندر ایک عجیب سی کشش اور جاذبیت ہے اگر تم کسی طرح اس لڑکی کو اپنے جال میں پھانس سکو تو شاید ہمیں بڑی آسانیاں حاصل ہو جائیں اور اس وقت تمہارا ایک ہوٹل میں قیام اور وہ بھی ایک سیاح کی حیثیت سے ہمارے اس کام میں بہت معاون ثابت ہو سکتا ہے۔“

”میں نے جیری ہاش کی بات پر غور کیا پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔“

”خیر اب اس سلسلے میں جس انداز میں، کام شروع کروں گا وہ تو ایک الگ بات ہے مسٹر جیری ہاش لیکن اس تعریف کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں جو آپ نے میرے

یاد ہے نا تمہیں، یعنی وہی سیکورٹی آفیسر جسے اغواء کیا گیا ہے؟“

”ہاں کیوں نہیں مجھے یاد ہے۔“

”ایراسا کی، بہر حال ایک ایسے ادارے سے وابستہ تھا جو بہت ہی پروقار اور اہم نوعیت کا حامل تھا۔ سرکاری طور پر اسے تمام مراعات حاصل تھیں کیونکہ اس کا عہدہ معمولی نہیں تھا۔ وہ جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ حکومت جاپان اس بات کا شبہ رکھتی ہے کہ ایراسا کی کو اغواء نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ وہ خود ہی روپوش ہوا ہے لیکن ابھی تک یہی بات منظر عام پر آئی ہے کہ ایراسا کی کو اغواء کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ حکومت اس پر شبہ کرنے کے باوجود اسے وہی مراعات دے رہی ہے جو کسی مصیبت زدہ شخص کو دی جاسکتی ہے۔ ایراسا کی کی ایک بیٹی بھی ہے جو ابھی تک وہیں رہتی ہے، میرا مطلب ہے اپنی کوٹھی میں سرکاری طور پر اسے تحفظ بھی دیا گیا ہے۔“

”ادھو۔ آپ کا مطلب ہے کہ اپنے اغواء کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے ایراسا کی نے اپنی بیٹی کو وہیں رکھا ہوا ہے؟“

”ہاں۔“

”مگر حکومت اسے ڈبل کراس کر رہی ہے۔“

”بالکل ٹھیک۔“

”گلد، بہر حال یہ ایک اچھا آئیڈیا ہے۔ تو کیا ایراسا کی کی بیٹی سے ایراسا کی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی گئی؟“

”بھلا اس کا کیا سوال ہے، حکومت تو اس سے ہمدردی کا اظہار کر رہی ہے لیکن درپردہ اس کی نگرانی بھی کی جا رہی ہے کہ یقینی طور پر ایراسا کی اپنی بیٹی سے ملاقات کرنے کی کوشش کرے گا۔“

”نگرانی کے لیے کیا کیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے؟“

”یہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن وہی ضروری چیزیں یعنی ٹیلی فون آبزرویشن اور اس کے علاوہ وہاں کی خفیہ نگرانی اور اس کی تصدیق ہمارے اپنے آدمیوں نے کر دی ہے۔“

لیے کی ہے۔“
جیری ہاش بھی ہنسنے لگا تھا۔ بہر حال میں نے اس سنگین نوعیت کے واقعے کا تجزیہ کیا
اور دل میں سوچا کہ یہ معاملہ انتہائی سنگین ہے اور مجھے اس کے لیے شدید محنت کرنی پڑے
گی۔



اس کہانی کے بقیہ حالات
جاننے کیلئے دوسرا حصہ

”تلاش“
پڑھیں